عمران سیریز

بیگرز مافیا

مظہر کلیم ایم اے

عمران سیریز

بیگرز مافیا

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز
پاک گیٹ
ملتان

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشران ---- اشرف قریشی
---- یوسف قریشی
تزئین ---- محمد بلال قریشی
طابع ---- پرنٹ یارڈ پرنٹرز لاہور
قیمت ---- -/80 روپے

چند باتیں

محترم قارئین ۔ سلام مسنون ۔ نیا ناول " بیگرز مافیا" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ گداگری بطور پیشہ ہر دور میں رہی ہے لیکن موجودہ دور میں جہاں ہر طرف دولت کی لوٹ کھسوٹ سامنے آ رہی ہے وہاں گداگری سے بھی دولت اکٹھی کرنے کے لئے ایسے ایسے مافیا وجود میں آ گئے ہیں جو کسی بھی ملک کی معاشرتی سطح کے لئے ناسور کی سی حیثیت رکھتے ہیں ۔ یہ ایک ایسا معاشرتی جرم ہے جو جرم ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی مکروہ اور قابل نفرت بھی ہے ۔ میری چونکہ ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ موجودہ دور کے ہر قسم کے جرائم اور معاشرتی ناسوروں کے بارے میں قارئین کو آگاہ رکھا جائے اس لئے یہ ناول بھی ایک قطعی منفرد موضوع پر مبنی ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ ناول پڑھنے کے بعد ہر قاری اپنے اردگرد وقوع پذیر ہونے والے اس مکروہ معاشرتی جرم کا نہ صرف بخوبی اندازہ لگا سکے گا بلکہ اس معاشرتی جرم کے خلاف مل جل کر جدوجہد بھی کرے گا ۔ اپنی آراء سے مجھے ضرور مطلع کیجئے گا کیونکہ آپ کی آراء سے مجھے حقیقتاً بے حد رہنمائی ملتی ہے لیکن اس منفرد موضوع پر لکھے گئے ناول کو پڑھنے سے قبل اپنے چند خطوط اور ان کے جواب بھی ملاحظہ کر لیجئے تاکہ دلچسپی کا تسلسل قائم رہے۔

آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

ہری پور ہزارہ سے محمد شعیب لکھتے ہیں ۔ "میں تیسری جماعت میں تھا کہ آپ کے ناول پڑھنے شروع کئے اور اب میں گریجویشن کر چکا ہوں اور اب تک مسلسل آپ کے ناول پڑھ رہا ہوں ۔ اس سے آپ میری پسندیدگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں ۔ آپ نے جولیا کو جذباتی بھنور سے نکالنے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ واقعی لاجواب ہے ۔ البتہ اب آپ عمران سے کہہ دیں کہ وہ دوبارہ جولیا کو جذبات کے اس بھنور میں نہ لے جائے تاکہ جولیا کی صلاحیتیں پاکیشیا کے کام آسکیں امید ہے آپ ضرور میری بات پر توجہ دیں گے"۔

محترم محمد شعیب صاحب ۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ ۔ عمران کی اپنی کوشش یہی ہے کہ جولیا کو جذبات کے بھنور سے رہائی مل جائے کیونکہ سب سے زیادہ وہی جانتا ہے کہ جس کام کے لئے انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں اس میں جذبات الٹا نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے مجھے یقین ہے کہ عمران خود ہی آپ کے مشورے پر عمل کرتا رہے گا اور آپ بھی آئندہ خط ضرور لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

موسم بے حد سرد تھا اور گرم کپڑوں میں بھی سردی جیسے جسم کے اندر زبردستی داخل ہونے کی کوشش کر رہی تھی ۔ اس وقت شام ہونے والی تھی ۔ عمران نے کار بزنس پلازہ کی پارکنگ میں لے جا کر روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے کار لاک کی اور مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پلازہ کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔ پلازہ میں واقع بزنس سنٹرز میں چھٹی ہو چکی تھی اس لئے پلازہ میں اکا دکا لوگ آ جا رہے تھے عمران گیٹ میں داخل ہو کر لفٹ کی طرف بڑھا اور پھر لفٹ کے ذریعے وہ پلازہ کی چوتھی منزل پر پہنچ گیا ۔ پلازہ کی چوتھی منزل پر آٹو بزنس اداروں کے دفاتر تھے جن میں ایک ادارہ موٹر سائیکل پارٹس کا بزنس کرنے والا تھا اور وہ پاکیشیا پارٹس کارپوریشن تھا ۔ اس کا مین آفس بند تھا البتہ اس کے ساتھ ہی ایک دروازے کے باہر ایک باوردی دربان موجود تھا ۔ دروازے کے باہر جنرل مینجر محبوب احمد کی نیم پلیٹ موجود تھی۔

" صاحب آفس میں موجود ہیں"....... عمران نے دربان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی سر"....... دربان نے عمران کے لباس اور وجاہت کو دیکھتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر اس نے دروازہ کھول دیا۔ عمران اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اندر داخل ہوا تو ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں صوفے موجود تھے۔ ایک سائیڈ پر اندھے شیشے کا بنا ہوا دروازہ تھا جس کے پاس بیضوی کاؤنٹر پر ایک نوجوان لڑکی سامنے فون رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ عمران کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ چونک کر عمران کی طرف متوجہ ہو گئی۔ ویسے اس کے چہرے پر عمران کو دیکھ کر قدرے ناگواری کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ ظاہر ہے چھٹی کا وقت کافی پہلے ہو چکا تھا لیکن چونکہ مینجر صاحب اپنے آفس میں موجود تھے اس لئے ان کی سیکرٹری کو بھی ابھی تک چھٹی نہ ملی تھی اور عمران کی آمد کا مطلب تھا کہ چھٹی میں مزید دیر ہو جائے گی۔

"جی فرمائیے"....... لڑکی نے کاروباری لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"محبوب احمد صاحب سے کہیں علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بنفس نفیس یہاں پہنچ چکا ہے اور ملاقات کا متمنی ہے"....... عمران نے بڑے نستعلیق لہجے میں کہا۔

"کیا آپ کی ملاقات ان سے طے ہے"....... لڑکی نے قدرے

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسے شاید عمران کی ڈگریاں سن کر حیرت ہوئی تھی۔

"آپ ان کی سیکرٹری ہیں"....... عمران نے لڑکی کے سوال کا جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں"....... لڑکی نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسے شاید عمران کے اس سوال کی وجہ تسمیہ سمجھ میں نہ آئی تھی۔

"اگر میری ملاقات ان سے طے ہوتی تو لامحالہ آپ کو علم ہوتا"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو لڑکی کے چہرے پر حقیقی شرمندگی کے تاثرات ابھر آئے۔

"آئی ایم سوری۔ مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا"....... لڑکی نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری تمہارے صاحب سے جیسے ہی ملاقات شروع ہو گی آپ کو خودبخود چھٹی مل جائے گی"....... عمران نے کہا تو لڑکی جو فون کا رسیور اٹھا رہی تھی بے اختیار چونک پڑی۔

"خودبخود چھٹی۔ کیا مطلب"....... لڑکی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ جیسی سیکرٹری کو سمجھانے کے لئے ایک اور سیکرٹری تعینات ہونی چاہئے محترمہ۔ میرا مطلب ہے کہ اس ملاقات کے وقت

چونکہ آپ کی ضرورت نہ ہو گی اس لئے لازماً محبوب احمد صاحب کی طرف سے آپ کو چھٹی کا اشارہ مل جائے گا"...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو لڑکی نے ہونٹ بھینچ کر رسیور اٹھایا اور فون پیس کے نیچے موجود ایک بٹن پریس کر دیا۔

"سر۔ ملاقات کے لئے عمران صاحب تشریف لائے ہیں"۔ لڑکی نے صرف نام بتاتے ہوئے کہا۔ شاید اسے پوری ڈگریاں یاد نہ رہی تھیں اس لئے وہ سرے سے ڈگریاں گول ہی کر گئی تھی۔

"یس سر"...... لڑکی نے دوسری طرف سے بات سننے کے بعد مؤدبانہ لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"آپ درست کہہ رہے تھے۔ صاحب نے آپ کو آفس میں بھجوانے کا کہہ کر ساتھ ہی مجھے چھٹی کرنے کا کہہ دیا ہے"...... لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر اس نے اندھے شیشے والا دروازہ کھول دیا اور عمران مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ چھوٹی سی راہداری کے بعد ایک خاصا وسیع و عریض آفس تھا جسے انتہائی شاندار انداز میں سجایا گیا تھا۔ میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر ایک چھوٹے قد لیکن قدرے پھیلے ہوئے جسم کا ادھیڑ عمر آدمی موجود تھا جو عمران کو دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"آئیے عمران صاحب۔ میں آپ کا ہی منتظر تھا حالانکہ چھٹی کا وقت گزر چکا ہے لیکن آپ کی سفارش چونکہ کسٹم کے ڈائریکٹر جنرل صاحب نے کی تھی اس لئے میں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ آپ کیا پینا

پسند فرمائیں گے"...... جنرل مینجر جو محبوب احمد تھا، نے خالصتاً کاروباری انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔ اس کا مصافحہ کرنے کا انداز بھی خالصتاً کاروباری ہی تھا۔

"کچھ نہیں"...... عمران نے جواب دیا اور اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ محبوب احمد بھی میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھنے کی بجائے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"جی فرمائیے۔ آپ کس سلسلے میں ملاقات چاہتے تھے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"...... جنرل مینجر نے روکھے اور سپاٹ سے لہجے میں کہا۔

"آپ کے خلاف اگر پاکیشیا کے ٹکڑے کرنے کا مقدمہ قائم کر دیا جائے تو آپ کا کیا خیال ہے۔ آپ کو کتنی اور کس قسم کی سزا ملے گی"...... عمران نے بھی روکھے لہجے میں کہا تو جنرل مینجر بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"پپ۔ پپ۔ پاکیشیا کے ٹکڑے۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"...... جنرل مینجر نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ کی فرم کا نام ہے پاکیشیا پارٹس کارپوریشن اور پارٹس کا مطلب ٹکڑے ہی ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں پاکیشیا کے پارٹس کرنے والی کارپوریشن"...... عمران نے کہا تو جنرل مینجر بے اختیار شرمندہ سے لہجے میں ہنس پڑا۔

"یہ ۔ یہ ہمارا مطلب نہیں تھا ۔ ہمارا مطلب تو"....... جنرل مینجر نے شرمندہ سے انداز میں نام کا مطلب بتانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کو شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے ۔ صرف نام بدل لیں"...... عمران نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"جی ۔ جی اچھا"....... جنرل مینجر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"چلیں ۔ یہ مسئلہ تو ختم ہوا ۔ اب آپ بتا دیں کہ آپ جو پارٹس فروخت کرتے ہیں وہ امپورٹ کرتے ہیں یا لوکل فیکٹریوں سے خریدتے ہیں"....... عمران نے پوچھا۔

"ہمارا تمام بزنس موٹر سائیکلوں کے ان مخصوص پارٹس کا ہے جو لوکل فیکٹریوں میں نہیں بنائے جاتے اس لئے ہم یہ پارٹس باہر سے امپورٹ کرتے ہیں"....... جنرل مینجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ زیادہ تر مال کافرستان سے منگواتے ہیں"....... عمران نے کہا۔

"جی ہاں"....... جنرل مینجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سنٹرل انٹیلی جنس کو رپورٹ ملی ہے کہ آپ کے باہر سے امپورٹ کئے گئے پارٹس کنٹینرز میں منشیات بھجوائی جاتی ہے"۔ عمران نے کہا۔

"جی یہ اطلاع میں نے خود سنٹرل انٹیلی جنس کو دی تھی کیونکہ وہ

کنٹینرز جب گوداموں میں کھولے گئے تو ان میں منشیات کے تھیلے موجود تھے ۔ پھر ہمارے گودام پر حملہ ہوا اور گودام میں موجود چار افراد اور چوکیدار سمیت سب کو گولیاں مار دی گئیں اور وہ تھیلے اڑا لئے گئے ۔ چوکیدار ہسپتال جا کر فوت ہو گیا ۔ اس نے ہمارے آدمی کو ساری تفصیل بتائی تھی ۔ میں نے پولیس کو رپورٹ کی اور کافرستان میں اپنی فرم کو بھی اطلاع دی ۔ انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا البتہ ہم نے ان سے مال کی خریداری بند کر دی پولیس نے جب کوئی کارروائی نہ دکھائی تو میں نے ازخود سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب سے رابطہ کیا ۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اس سلسلے میں کام کریں گے لیکن پھر انہوں نے بھی کوئی رسپانس نہ دیا تو میں خاموش ہو گیا"....... محبوب احمد نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو آپ نے اس کے بعد اس فرم سے کوئی کنٹینر نہیں منگوایا"....... عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب ۔ میں ذاتی طور پر منشیات کے سخت خلاف ہوں کیونکہ میرا ایک نوجوان بھائی اس کا شکار ہو کر موت کے گھاٹ اتر گیا ہے ۔ اسے کالج ہوسٹل میں دوستوں نے منشیات پر لگا دیا اور پھر وہ فوت ہو گیا"....... محبوب احمد نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا ۔ اس کے چہرے پر غم واندوہ کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"اوکے ۔ بے حد شکریہ ۔ آپ واقعی محب وطن ہیں ۔ بہرحال میرا

تعلق سنٹرل انٹیلی جنس کے ایک خصوصی سیکشن سے ہے ۔ فائل ہمیں بھجوائی گئی ہے اس لئے میں نے آپ سے یہ باتیں کی ہیں ۔ آپ مجھے صرف اتنا بتا دیں کہ کس فرم کے مال سے منشیات نکلی تھیں "...... عمران نے کہا تو محبوب احمد نے اٹھ کر میز سے ایک کاغذ اٹھایا اور جیب سے قلم نکال کر اس نے اس پر فرم کا نام و پتہ اور فون نمبر لکھ کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

" یہ ہے جناب "...... محبوب احمد نے کاغذ عمران کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

" آپ کب سے اس فرم کے ساتھ کام کر رہے تھے "...... عمران نے کاغذ کو تہہ کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

" جی ۔ پہلی کنسائنمنٹ ہی منگوائی تھی ۔ اس میں یہ چکر چل گیا اس لئے آئندہ کا معاہدہ منسوخ کر دیا گیا حالانکہ بزنس کے لحاظ سے ان کے ساتھ کاروبار دوسروں کی نسبت کہیں زیادہ منافع بخش تھا لیکن منشیات کا نام سن کر ہی مجھے بخار ہو جاتا ہے اس لئے میں نے منافع کی پرواہ نہیں کی ۔ میں اپنے ذاتی منافع کے لئے ملک کے لاکھوں نوجوانوں کا مستقبل برباد نہیں کرنا چاہتا تھا "...... محبوب احمد نے جواب دیا تو عمران اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ اس کے دل کی آواز ہے۔

" او کے محبوب صاحب ۔ اب اجازت دیجئے ۔ اللہ حافظ "۔ عمران نے اٹھ کر محبوب احمد سے مصافحہ کیا اور پھر مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا

آفس سے باہر آ گیا ۔ لیڈی سیکرٹری جا چکی تھی البتہ دروازے کے باہر مسلح دربان موجود تھا ۔ عمران لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ پلازہ کے مین گیٹ سے باہر نکلا تو کافی اندھیرا پھیل چکا تھا اور اسے پلازہ میں سوائے چوکیداروں کے اور کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا ۔ عمران تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پارکنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا جو پلازہ کے انڈر گراؤنڈ پورشن میں بنائی گئی تھی ۔ وہاں اب اکا دکا کاریں موجود تھیں ۔ عمران اپنی کار کی طرف بڑھا ہی تھا کہ یکلخت ٹھٹھک کر رک گیا کیونکہ اچانک اس کی نظر ایک دس سالہ بچے پر پڑی تھی جو کار کی اوٹ میں چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔

" کون ہو تم ۔ کیوں چھپ رہے ہو "...... عمران نے آگے بڑھ کر کہا۔

" مم ۔ مم ۔ مجھے بچائیے ۔ خدا کے لئے مجھے چھپا لیجئے "...... لڑکے نے یکلخت عمران کی ٹانگوں سے لپٹتے ہوئے کہا اور عمران یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ لڑکے کے جسم پر پورا لباس بھی نہ تھا اور وہ اس طرح کانپ رہا تھا جیسے اسے جاڑے کا تیز بخار ہو گیا ہو ۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں۔

" ارے ۔ ارے ۔ یہ کیا کر رہے ہو تم "...... عمران نے جھک کر اسے بازو سے پکڑتے ہوئے کہا۔

"یہاں نہ چھپا ہوا ہو وہ کتے کا پلا"...... اچانک عمران کو دور سے ایک کرخت سی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اس کتے کو گولی مار دو سردار ورنہ اس طرح ہم کب تک اسے ہر روز پکڑتے رہیں گے"....... ایک دوسری کرخت سی آواز سنائی دی۔

"اس کتے کے پلے کے بدلے میں نے کافی رقم خرچ کی ہے۔ پہلے وہ تو پوری ہو"....... پہلی آواز سنائی دی جبکہ یہ آوازیں سنتے ہی لڑکا تیزی سے عمران کی کار کے نیچے گھستا چلا گیا۔ عمران ایک لمحے میں سمجھ گیا کہ یہ دونوں آدمی اس لڑکے کے بارے میں ہی بات کر رہے ہیں۔ اسی لمحے اس کی کار کے عقب سے دو لمبے تڑنگے آدمی جنہوں نے جینز کی پینٹیں اور جیکٹیں پہنی ہوئی تھیں، سامنے آگئے۔ وہ اس طرح ادھر ادھر دیکھ رہے تھے جیسے کسی سوئی کو تلاش کر رہے ہوں۔

"کون ہو تم اور کیا تلاش کر رہے ہو"....... عمران نے کہا۔

"ہمارا بچہ گم ہو گیا ہے۔ ہم اسے تلاش کر رہے ہیں"....... ایک آدمی نے اسی طرح کرخت لہجے میں کہا۔

"یہاں تو کوئی بچہ نہیں ہے"....... عمران نے کہا۔

"جی ہاں۔ ہم نے دیکھ لیا ہے"....... اس آدمی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ ویسے اس کی تیز نظروں نے اس دوران پوری پارکنگ کا جائزہ لے لیا تھا۔

"تم کہاں رہتے ہو۔ مجھے پتہ بتا دو۔ میرا تعلق ایک ایسی تنظیم سے ہے جو گمشدہ بچوں کو تلاش کراتی ہے۔ میں اسے رپورٹ دے دوں گا"....... عمران نے کہا۔

"شکریہ۔ ہم اپنا کام خود کر سکتے ہیں"....... اس آدمی نے منہ

بناتے ہوئے کہا اور تیزی سے مڑ گیا۔ اس کا ساتھی بھی اس کے ساتھ مڑ گیا۔

"اب آجاؤ باہر۔ وہ آدمی چلے گئے ہیں"....... عمران نے کہا لیکن جب بچے کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو عمران نے جھک کر دیکھا تو بچہ کار کے نیچے بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ البتہ اس کا جسم اسی طرح کانپ رہا تھا۔

"اوہ۔ یہ تو شاید سردی سے بے ہوش ہو گیا ہے۔ ویری بیڈ"....... عمران نے کہا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر احتیاط سے بچے کو باہر کھینچا اور پھر کار کا فرنٹ دروازہ کھول کر اس نے بچے کو سیٹ پر لٹا دیا۔ بچہ واقعی بے ہوش ہو چکا تھا لیکن سردی کی وجہ سے اس کا کانپنا اس بے ہوشی کے دوران بھی جاری تھا۔ عمران نے عقبی سیٹ پر پڑا ہوا ایک کمبل اٹھا کر اس لڑکے کے جسم کے گرد خوب اچھی طرح لپیٹ دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے سپیشل ہسپتال کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اسے رہ رہ کر خیال آ رہا تھا کہ اس قدر معصوم بچہ اس قدر شدید سردی میں بغیر گرم لباس کے آخر کس طرح رہتا ہو گا۔ ویسے وہ دونوں آدمی اس کی نظروں میں مشکوک لوگ تھے۔ وہ کسی صورت بھی اس بچے کے سرپرست نظر نہ آتے تھے اور یہ سکول ٹائم بھی نہ تھا کہ بچہ سکول سے بھاگ کر یہاں آ کر چھپا ہو گا۔ تھوڑی دیر بعد کار سپیشل ہسپتال پہنچ گئی تو عمران نے کار روکی اور نیچے اتر کر کمبل میں لپٹے ہوئے بچے کو اسی

طرح اٹھا کر وہ اندر داخل ہوا۔

" عمران صاحب آپ ۔ اور اس بچے کو کیا ہوا ہے"....... وارڈ سے واپس آتے ہوئے ڈاکٹر صدیقی نے عمران کو دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا۔

" یہ شدید سردی سے بے ہوش ہو گیا ہے ۔ پہلے اس کا علاج کریں پھر باتیں ہوں گی"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ اچھا ۔ دیں مجھے "....... ڈاکٹر صدیقی نے کہا لیکن اسی لمحے اس کا ایک ساتھی ڈاکٹر بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے ۔ بچے کو لے لیا۔

" آپ میرے آفس میں بیٹھیں میں آرہا ہوں"....... ڈاکٹر صدیقی نے مڑ کر کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ ڈاکٹر صدیقی کے آفس میں آکر بیٹھ گیا ۔ تقریباً نصف گھنٹے بعد ڈاکٹر صدیقی اندر داخل ہوا تو عمران بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

" اوہ ۔ اوہ ۔ بیٹھیں عمران صاحب ۔ آپ اس طرح اٹھ کر کیوں ہمیں شرمندہ کرتے ہیں"....... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

" آپ مسیحا ہیں اور مسیحاؤں کا احترام لازم ہے ۔ کیا حال ہے اس بچے کا"....... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" اسے سردی کا اٹیک ہوا تھا ۔ اس کے ساتھ ساتھ شاید وہ کسی وجہ سے شدید خوفزدہ ہو گیا تھا ۔ ان دونوں چیزوں نے مل کر اسے بے ہوش کر دیا تھا ۔ بہرحال اب وہ ٹھیک ہے"....... ڈاکٹر صدیقی نے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ خوف سے بے ہوش ہوا ہے"....... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر صدیقی مسکرا دیئے۔

" جیسے ہی وہ ہوش میں آیا اس نے خوف سے چیخیں مارنا شروع کر دیں اور کہنے لگا میری ٹانگیں نہ توڑو ۔ میں اب نہیں بھاگوں گا ۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے بڑی مشکل سے اسے سنبھالا لیکن اس کے باوجود وہ مسلسل خوفزدہ تھا اور اب بھی ہے"....... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

" کیا اب وہ پوری طرح ہوش میں ہے"....... عمران نے کہا۔

" ہاں ۔ میرا خیال تھا کہ اسے بے ہوش کرنے کا انجکشن لگا دوں لیکن پھر میں اس لئے رک گیا کہ شاید آپ نے اس سے کوئی بات کرنی ہو ۔ ویسے یہ آپ کو کہاں سے ملا ہے"....... ڈاکٹر صدیقی نے کہا تو عمران نے انہیں تفصیل بتا دی۔

" تو میرا خیال درست ہے ۔ یہ بچہ کسی اچھے گھرانے کا ہے ۔ اسے اغوا کر کے زبردستی گداگر بنایا جا رہا ہے اور یہ بھاگ نکلا"....... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

" کیا میں اس سے مل سکتا ہوں"....... عمران نے پوچھا۔

" جی ہاں ۔ آئیں "....... ڈاکٹر صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا تو عمران بھی اٹھ کھڑا ہوا ۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک کمرے میں داخل ہوئے جہاں بیڈ پر وہ لڑکا لیٹا ہوا تھا ۔ اس کا زرد چہرہ اب سرخ ہو گیا

تھا۔ اس نے عمران اور ڈاکٹر صدیقی کے اندر داخل ہونے پر گردن
گھما کر انہیں دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر یکلخت خوف
کے تاثرات ابھر آئے۔ کمرے میں ایک نرس اور دو ڈاکٹر موجود تھے۔

" آپ سب لوگ باہر جائیں ۔ میں نے بچے سے بات کرنی
ہے"....... عمران نے کہا تو ڈاکٹر صدیقی سمیت سب باہر چلے گئے۔

" تمہارا کیا نام ہے بیٹے "....... عمران نے اس کی پیشانی پر انتہائی
شفقت بھرے انداز میں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

" مم ۔ مم ۔ میرا نام بختیار ہے ۔ آپ ۔ آپ کون ہیں ۔ وہ ۔ وہ
سردار ہاشو کہاں گیا۔ اسے پتہ تو نہیں لگ گیا کہ میں یہاں ہوں ۔ وہ
بے حد ظالم آدمی ہے ۔ وہ اب میری ٹانگیں ضرور توڑ دے گا"۔ بختیار
نے رک رک کر انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔

" تم تو اس سردار ہاشو سے بھی زیادہ عقلمند ہو ۔ تم کار کے نیچے
چھپ گئے تھے ۔ وہ تمہیں تلاش نہیں کر سکے اور واپس چلے گئے ۔ میں
تمہیں اٹھا کر اس کار میں ڈال کر یہاں ہسپتال لے آیا ۔ تم بے فکر
رہو اب سردار ہاشو تم تک نہ پہنچ سکے گا"....... عمران نے کہا۔

" آپ ۔ آپ مجھے معاف کر دیں صاحب ۔ میں نے آپ کے
کپڑے خراب کر دیئے تھے ۔ میں آپ کی ٹانگوں سے لپٹ گیا تھا لیکن
صاحب میں بے حد خوفزدہ تھا ۔ وہ میری ٹانگیں توڑ دیں گے ۔ وہ بے
حد ظالم ہیں ۔ مم ۔ مم ۔ میں بھیک نہیں مانگ سکتا ۔ میں بھیک
نہیں مانگ سکتا ۔ مم ۔ مم ۔ میں کیا کروں ۔ کہاں جاؤں"۔ بختیار

نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے
آنسو بارش کی طرح برسنے لگے۔

" میں نے بتایا تو ہے تمہیں بختیار کہ تم اب محفوظ ہاتھوں میں ہو
اب کوئی سردار ہاشو تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ۔ تم بہادر بچے ہو ۔
انتہائی بہادر اس لئے رونا تمہاری شان نہیں ہے ۔ بہادر بچے رویا
نہیں کرتے"....... عمران نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے
انتہائی پیار بھرے لہجے میں کہا۔

" ہاں ۔ میرے ابو بھی مجھے بہادر بختیار کہتے تھے ۔ میرے ابو ۔ اوہ
میرے ابو کہاں گئے ۔ میرے ابو ۔ میری امی ۔ میری باجی"۔ بختیار
نے ایک بار پھر رونا شروع کر دیا۔

" تمہارے ابو کا کیا نام ہے"....... عمران نے پیار بھرے لہجے میں
کہا۔

" میرے ابو کا نام سلامت علی ہے ۔ وہ سٹیل مل میں ملازم ہیں
اور ہم سٹیل مل کوارٹر میں رہتے تھے ۔ میں، میری امی، میرے ابو اور
میری باجی ۔ میں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا ۔ میں سکول سے واپس آ
رہا تھا کہ اچانک مجھے دھکا لگا اور میں گر گیا ۔ پھر جب میری آنکھ کھلی
تو میں سردار ہاشو کے سامنے تھا جو کوڑا اٹھائے کھڑا تھا ۔ اس نے مجھے
کہا کہ اگر میں نے اس کے لئے بھیک نہ مانگی تو وہ میری ٹانگیں
توڑ دے گا اور پھر ریڑھے پر ڈال کر مجھ سے بھیک منگوائے گا ۔
وہاں بے شمار ٹانگیں ٹوٹے بچے بھی تھے ۔ وہاں عورتیں بھی تھیں

اور بوڑھے بھی ۔ وہ سب سردار ہاشو کے لئے بھیک مانگتے تھے ۔ پھر مجھے ایک چوک پر کھڑا کر دیا گیا کہ جیسے ہی یہاں کاریں رکیں میں نے ان سے بھیک مانگنی ہے لیکن مجھ سے بھیک نہ مانگی جاتی تھی اس لئے میں بھاگ پڑا لیکن سردار ہاشو کا آدمی میری نگرانی کر رہا تھا ۔ اس نے مجھے پکڑ لیا اور پھر سردار ہاشو نے مجھے ساری رات چھت سے الٹا لٹکائے رکھا اور میں روتا رہا چیختا رہا لیکن وہ مجھے الٹا تھپڑ مارتے رہے ۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب میری ٹانگیں توڑ دیں گے تاکہ میں بھاگ نہ سکوں ۔ میں نے وعدے کئے ۔ منتیں کیں تو انہوں نے فیصلہ بدل لیا ورنہ وہ تو بڑا سا ہتھوڑا بھی لے آئے تھے ۔ پھر میں بھیک مانگتا رہا لیکن کاروں والے مجھے نفرت سے دھتکار دیتے تھے ۔ میری نگرانی کرنے والا آج کھانا کھانے گیا تو میں بھاگ پڑا اور اس عمارت میں گھس گیا ۔ پھر آپ آگئے ۔ پھر سردار ہاشو آ گیا اور میں کار کے نیچے گھس گیا ورنہ وہ میری ٹانگیں وہیں توڑ دیتا ۔ اب بھی وہ میری ٹانگیں توڑ دے گا ۔ میں کیا کروں ۔ میں بھیک نہیں مانگ سکتا ۔ نہیں ۔ بالکل نہیں مانگ سکتا لیکن میں کیا کروں ۔ میرے ابو تم کہاں چلے گئے "...... بختیار جب بولنے پر آیا تو مسلسل بولتا چلا گیا اور عمران خاموش بیٹھا رہا ۔ البتہ آخر میں عمران کی آنکھوں سے بھی بے اختیار آنسو نکل آئے تھے ۔

" سٹیل مل تو شام نگر میں ہے ۔ کیا تم شام نگر میں رہتے ہو " ۔ عمران نے کہا ۔

" ہاں ۔ ہاں ۔ شام نگر میں ۔ کیا آپ شام نگر کو جانتے ہیں ۔ آپ میرے ابو کو جانتے ہیں ۔ سلامت علی کو ۔ وہ میرے ابو ہیں ۔ میرے اپنے ابو ہیں "...... بختیار نے چہک کر کہا ۔

" ہاں ۔ تم بے فکر رہو ۔ تمہیں جلد ہی تمہارے ابو کے پاس پہنچا دیا جائے گا ۔ یہ بتا دو کہ سردار ہاشو کہاں رہتا ہے "...... عمران نے کہا ۔

" مجھے نہیں معلوم ۔ رات کو جب کاریں آنی جانی بند ہو جاتی ہیں تو ہم سے پیسے لے لئے جاتے ہیں اور پھر ہماری آنکھوں پر پٹی باندھ کر ہمیں ایک ویگن میں ڈال کر لے جایا جاتا تھا ۔ وہ ایک بڑی حویلی ہے ۔ اس میں بے شمار بچے ہیں ۔ عورتیں اور مرد ہیں ۔ وہ سب بھیک مانگتے ہیں ۔ سردار ہاشو کے آدمی بھی وہاں رہتے ہیں ۔ وہ بے حد ظالم ہیں ۔ وہ بوڑھے بوڑھے آدمیوں کو بالوں سے پکڑ کر ان کے سر دیواروں سے ٹکراتے ہیں ۔ وہ بے حد ظالم ہیں "...... بختیار نے ایک بار پھر بولنا شروع کر دیا ۔

" کیا اس حویلی میں رہتے ہوئے قریب سے کاروں اور بسوں کے گزرنے کی آوازیں بھی آتی ہیں "...... عمران نے کہا ۔

" نہیں ۔ البتہ وہاں سے گاڑی گزرنے کی آواز آتی ہے اور ہاں ۔ ایک بار سردار ہاشو نے کہا تھا کہ ان لڑکوں کا خیال رکھا جائے ۔ ایسا نہ ہو کہ یہ قریب ہی موجود فوجیوں کو اطلاع دے دیں " ۔ بختیار نے جواب دیا ۔

"تمہیں معلوم ہے کہ تم کس شہر میں ہو"...... عمران نے اس سے پوچھا۔

"شہر ۔ مجھے کیا معلوم ۔ یہ بڑا شہر ہے ۔ یہ تو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا"...... بختیار نے بڑی معصومیت بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ۔ تم بے فکر رہو ۔ تمہیں تمہارے ابو امی کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ تم ابھی آرام کرو"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ ۔ وہ ۔ مجھے لگتا ہے کہ آپ اچھے ہیں ۔ میرے ابو کی طرح ۔ آپ ۔ آپ مجھے سردار ہاشو کے حوالے تو نہیں کر دیں گے"۔ بختیار نے رک رک کر اور قدرے ہراساں لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں بختیار ۔ میں تمہارا انکل ہوں ۔ اب بھلا انکل کیسے اپنے بھتیجے کو دشمنوں کے حوالے کر سکتا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے کاندھے پر پیار سے تھپکی دی۔

"آپ ۔ آپ اچھے انکل ہیں"...... بختیار نے بڑے معصومانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر سکون کے تاثرات پھیلتے چلے گئے ۔ اس دوران ایک ڈاکٹر اندر آیا تو عمران نے اسے بختیار کا خیال رکھنے کا کہہ دیا اور خود وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر آیا اور پھر ڈاکٹر صدیقی کے آفس میں پہنچ گیا۔

"ڈاکٹر صاحب ۔ اس بچے کا آپ خصوصی خیال رکھیں گے ۔ میں اس کے والد کو تلاش کرتا ہوں ۔ جب تک اس کا والد نہیں آئے گا یہ بچہ اسی طرح خوفزدہ رہے گا"...... عمران نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں عمران صاحب"...... ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں اس کی حفاظت کی بات کر رہا ہوں ڈاکٹر صدیقی ۔ یہ بچہ انتہائی خوفزدہ ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ یہاں سے بھی خوف کی وجہ سے بھاگ جائے ۔ آپ نے اس انداز میں اس کا خیال رکھنا ہے کہ اسے احساس نہ ہو کہ اس کو چیک کیا جا رہا ہے اور یہ یہاں سے بھاگ بھی نہ سکے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ اچھا ۔ آپ کی بات درست ہے ۔ آپ بے فکر رہیں ۔ جیسے آپ نے کہا ہے ویسے ہی ہو گا"...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا تو عمران نے ڈاکٹر صدیقی کا شکریہ ادا کیا اور پھر ہسپتال سے باہر آکر اس نے اپنی کار سٹارٹ کی اور اسے ہسپتال کے کمپاؤنڈ سے نکال کر تیزی سے اپنے فلیٹ کی طرف بڑھ گیا ۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس سارے دردناک معاملے میں صرف بختیار ہی اکیلا نہیں ہے بلکہ یہ پورا مافیا ہے جو بچوں کو اغوا کر کے ان سے بھیک منگواتا ہے اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ فور سٹارز کو اس مافیا کا ٹاسک دے گا اس لئے اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ فلیٹ پر جا کر وہ صدیقی کو فون کر کے اس کے ذمے یہ کام لگائے گا ۔ چنانچہ وہ کار دوڑاتا ہوا اپنے فلیٹ کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا ۔ اس کے ذہن میں بار بار اس معصوم بختیار کا چہرہ آ رہا تھا اور اس کی معصوم باتیں اس کے کانوں میں مسلسل گونج رہی تھیں ۔ اس کے ذہن سے محبوب احمد جنرل مینجر سے ہونے والی

باتیں یکسر غائب ہو گئی تھیں حالانکہ وہ گیا اسی کام کے لئے تھا۔ اس سلسلے میں وہ اس لئے ملوث ہوا تھا کہ وہ ویسے ہی سپرنٹنڈنٹ فیاض سے ملنے اس کے آفس گیا تھا لیکن سوپر فیاض وزارت داخلہ کی کسی میٹنگ میں شرکت کے لئے گیا ہوا تھا۔ اس نے وقت گزارنے کے لئے میز پر موجود ایک فائل اٹھا لی تھی۔ یہ فائل اس پاکیشیا پارٹس کارپوریشن کے کنٹینرز سے ملنے والی منشیات کے سلسلے میں تھی اور فائل کے مطابق اس کارپوریشن کے جنرل مینجر محبوب احمد نے ازخود سنٹرل انٹیلی جنس سے رابطہ کر کے اس بارے میں اطلاع دی تھی لیکن سنٹرل انٹیلی جنس نے جو انکوائری کی تھی اس کے مطابق وہ کسی آدمی کو ٹریس نہ کر سکے تھے اس لئے سپرنٹنڈنٹ فیاض نے فائل میں ڈائریکٹر جنرل سے سفارش کی تھی کہ اس کیس کو واپس پولیس کو ٹرانسفر کر دیا جائے۔ عمران ان دنوں فارغ تھا اس لئے اس نے سوچا کہ اس سلسلے میں کام ہونا چاہئے۔ چنانچہ وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کے آفس سے اٹھ کر پہلے ایک ہوٹل میں کھانا کھانے گیا۔ وہاں سے اس نے فون پر محبوب احمد کو کسٹم کا اعلیٰ آفیسر بن کر کہا کہ وہ آفس میں رہے۔ وہ اس سے ملنے آرہا ہے اور پھر کھانا کھانے کے بعد وہ کچھ دیر ہوٹل میں ہی بیٹھا رہا تھا تاکہ محبوب احمد بزنس ملاقاتیوں سے فارغ ہو جائے۔ پھر شام کے قریب وہ اس کے آفس گیا اور واپسی پر یہ بختیار والا مسئلہ سامنے آگیا تھا۔

ایک بڑے سے کمرے میں سردار ہاشو ہونٹ بھینچے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید ترین غصے کے تاثرات نمایاں تھے۔ اس کے سامنے چار آدمی سر جھکائے کھڑے تھے۔ سردار ہاشو اور یہ چاروں آدمی اپنے انداز سے ہی گھٹیا درجے کے جرائم پیشہ دکھائی دیتے تھے۔

"اس کتے کے پلے کو تلاش کرو۔ وہ بڑے احاطے کے بارے میں جانتا ہے اور اگر وہ ہمارے دشمنوں کے ہاتھ لگ گیا تو ہمارے لئے بڑی مشکل ہو جائے گی اور اگر بڑے سردار کو علم ہو گیا کہ وہ پلہ ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے تو بڑا سردار کھڑے کھڑے ہمیں گولیوں سے اڑا دے گا"....... سردار ہاشو نے یکلخت پھٹ پڑنے والے انداز میں کہا۔

"سردار۔ ہمارے آدمی اسے پورے شہر میں تلاش کر رہے ہیں۔ وہ بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ آپ بے فکر رہیں"....... ایک آدمی نے سر جھکائے گھگھیائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" اس بار وہ ملے تو اس کی ٹانگیں توڑ دینا ۔ پہلے بھی اس کتے کے پلے نے اس طرح خوشامد کی تھی کہ مجھے زندگی میں پہلی بار اس پر رحم آگیا اور اب میں اس رحم کا نتیجہ بھگت رہا ہوں ۔ اب کسی رحم کی ضرورت نہیں ۔ سمجھے "....... سردار ہاشو نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

" سردار ۔ میرا خیال ہے کہ کالو کے آدمی ہمارے پلوں کی تاک میں پھرتے رہتے ہیں ۔ ضرور کالو کے آدمیوں نے اسے اڑایا ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ اسے کسی دوسرے بڑے شہر میں پہنچا دیں "۔ دوسرے آدمی نے کہا۔

" ٹھیک ہے ۔ کالو کے اڈوں میں اپنے مخبروں کو الرٹ کر دو ۔ میں جلد از جلد اس کتے کے پلے کی شکل دیکھنا چاہتا ہوں زندہ یا مردہ بس یہ میرا حکم ہے ۔ جاؤ دفع ہو جاؤ "....... سردار ہاشو نے چیخ کر کہا تو وہ چاروں سلام کر کے مڑے اور تیزی سے اس کمرے سے باہر چلے گئے ۔ سردار ہاشو ہونٹ بھینچے واپس مڑا اور سائیڈ پر موجود ایک چھوٹے سے کمرے میں آگیا جسے آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا ۔ وہ میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا اور اس نے فون کا رسیور اٹھا کر دو نمبر پریس کر دیئے ۔

" منشی بول رہا ہوں جناب "....... دوسری طرف سے ایک منمناتی ہوئی آواز سنائی دی۔

" آج کتنی کمائی ہوئی ہے ۔ بولو "....... سردار ہاشو نے چیختے ہوئے کہا۔

" سردار ۔ دارالحکومت میں آج کی کمائی چھ لاکھ بیس ہزار آٹھ سو بارہ روپے ہوئی ہے ۔ باقی شہروں سے ابھی حساب کتاب آ رہا ہے "....... منشی نے اسی طرح منمناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" صرف چھ لاکھ ۔ اتنے بڑے شہر میں ۔ یہ بے حد کم ہے ۔ کم از کم بیس لاکھ ہونی چاہئے ۔ کالو کے پاس ہم سے کم فقیر ہیں لیکن اس کی کمائی ہم سے زیادہ ہے ۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ سب لوگ حرامی ہیں یہ کمائی چھپا لیتے ہیں "....... سردار ہاشو نے چیختے ہوئے کہا۔

" سردار ۔ میرا خیال ہے کہ فقیروں میں کالو نے خاص طور پر اپنے آدمی فقیر بنا کر داخل کر دیئے ہیں جو ہمارے فقیروں کو بغاوت پر اکساتے رہتے ہیں ۔ میں نے ایک بار خود اپنے کانوں سے راکھو کی بات سنی تھی ۔ وہی راکھو جو لنگڑا ہے ۔ وہ پہلے کالو کے اڈے میں تھا لیکن پھر کالو کے اڈے سے نکل کر ہمارے اڈے پر آگیا ۔ وہ ایک بوڑھے کو کہہ رہا تھا کہ جلد ہی وہ اس قابل ہو جائے گا کہ اپنا علیحدہ اڈا بنا لے گا "....... منشی نے کہا۔

" اوہ ۔ تو یہ بات ہے ۔ یہ راکھو واقعی بدمعاش ہے ۔ میں اس سے معلوم کرتا ہوں "....... سردار ہاشو نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اس نے کریڈل دبایا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے ۔

" گانگا بول رہا ہوں "....... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی ۔

"میرے دفتر میں آجاؤ گانگے"....... سردار ہاشو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی جس نے جینز کی پینٹ اور گہرے سرخ رنگ کی شرٹ پہن رکھی تھی اندر داخل ہوا اور اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سردار ہاشو کو سلام کیا۔

"بیٹھو"....... سردار ہاشو نے جھٹکے دار لہجے میں کہا تو گانگا خاموشی سے میز کی سائیڈ پر پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ آج صرف چھ لاکھ روپے کی کمائی ہوئی ہے بولو ۔ اس قدر اخراجات کے باوجود صرف چھ لاکھ روپے سے کیا ہو گا ان حرامی پلوں، فقیروں اور بوڑھی عورتوں اور بوڑھوں کی خوراک، انہیں اڈوں پر پہنچانے اور لے آنے کے اخراجات، تمام اڈوں کے لوگوں کی تنخواہیں، اسلحہ کی خریداری، پولیس کا بھتہ اور نئے فقیروں کی خریداری ۔ یہ سب اخراجات اس معمولی سی کمائی سے کیسے پورے ہوں گے"....... سردار ہاشو نے کہا۔

"سردار ۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ کالو کے آدمیوں نے زیادہ کمائی والی جگہوں پر قبضہ کیا ہوا ہے جبکہ ہمارے پاس جو جگہیں ہیں وہ کم کمائی والی ہیں"....... گانگا نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"تفصیل سے بات کرو گانگے ۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے پاس اس سے زیادہ اچھی کمائی کی جگہیں ہیں"....... سردار ہاشو نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سردار ۔ زیادہ کمائی کی جگہیں کچہری، ہسپتال، تھیٹرز، سینما، بڑی بڑی مارکیٹوں کے چوک، شہر کے مضافات میں امراء کی کالونیاں، وہاں کے بازار، چوک اور خاص طور پر شہر میں موجود آٹھ سو ٹریفک چوک ہیں ۔ ان آٹھ سو ٹریفک چوکوں میں سے ہمارے پاس صرف اٹھارہ چوک ہیں اور کالو کے پاس ایک سو سے زائد چوک ہیں ۔ کچہری چوک اس کے پاس ہے اور کئی تھیٹرز اس کے پاس ہیں صرافہ بازار اور مین مارکیٹیں اس کے پاس ہیں ۔ اس طرح گو ہمارے پاس فقیروں کی تعداد زیادہ ہے لیکن کمائی کی جگہیں کم ہیں ۔ ہمارے چار چار فقیر ایک جگہ پر بیٹھے رہتے ہیں اور کالو کے ایک دو ہوتے ہیں"....... گانگا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ ۔ پھر بولو کیا کیا جائے ۔ اس طرح تو گزارہ نہیں ہو گا"....... سردار ہاشو نے کہا۔

"کالو کے اڈوں پر قبضہ کر لیا جائے باس"....... گانگا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کس طرح ۔ تمہیں معلوم ہے کہ کالو کے پاس کتنے مسلح افراد ہیں ۔ پورے شہر میں خون خرابہ شروع ہو جائے گا"....... سردار ہاشو نے کہا۔

"آپ بڑے سردار سے بات کریں سردار اور انہیں بتا دیں کہ کالو آپ کی کمائی میں روڑے اٹکا رہا ہے ۔ وہ اگر ہمیں اجازت دیں تو ہم بابو سردار کے گروپ کو اپنے ساتھ شامل کر کے کالو کے تمام اڈوں پر

آسانی سے قبضہ کر لیں گے پھر ان میں سے اہم جگہیں ہم خود رکھ لیں گے اور کچھ جگہیں ہم بابو سردار کو دے دیں گے ۔ پھر ہماری کمائی ڈبل ہو جائے گی"...... گانگا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ ۔ ٹھیک ہے ۔ میں بات کروں گا بڑے سردار سے موقع دیکھ کر ۔ اب ایک بات اور سنو۔ راکھو لنگڑے کو جانتے ہو" ۔ سردار ہاشو نے کہا۔

"ہاں سردار ۔ کیا ہوا ہے اسے"...... گانگا نے چونک کر کہا۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ کالو کا مخبر ہے اور ہمارے فقیروں کو ہمارے خلاف اکساتا رہتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہمارے فقیر کمائی چھپا لیتے ہیں اور یہ کمائی اس راکھو لنگڑے کو دے رہے ہیں ۔ راکھو اپنا علیحدہ اڈا بنانے کے چکر میں ہے"...... سردار ہاشو نے کہا۔

"اوہ ۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے ۔ آپ فکر مت کریں ۔ میں اس کی خصوصی نگرانی کراؤں گا اور اگر واقعی ایسا ہے تو میں اسے اور اس کے ساتھیوں کو وہ عبرتناک سزا دوں گا کہ پھر کسی کو ایسا سوچنے کی بھی جرأت نہ ہو گی"...... گانگا نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔ جاؤ اور خیال رکھو اور ہاں سنو ۔ کرمو کو میرے پاس بھیج دو ۔ میں نے اس کے ساتھ نئے فقیر خریدنے جانا ہے بادشاہ کے اڈے پر"...... سردار ہاشو نے کہا۔

"اچھا سردار"...... گانگا نے کہا اور واپس مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

ٹائیگر کار دوڑاتا ہوا ملٹری ایریئے کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا ۔ عمران نے اسے ٹرانسمیٹر پر حکم دیا تھا کہ وہ فقیروں کے سردار ہاشو کا احاطہ تلاش کر کے اسے اطلاع دے ۔ اس نے بختیار کے متعلق بھی اسے بتا دیا تھا اور بختیار نے اس احاطے کے بارے میں جو اشارے دیئے تھے کہ فوجی کیمپ کے قریب یہ احاطہ ہے اور اس کے قریب سے گاڑی کی لائن گزرتی ہے، اس سے ٹائیگر نے اندازہ لگایا تھا کہ شہر کے شمالی طرف مضافات میں جو فوجی ایریا ہے اس کے پیچھے ویران علاقے ہیں اور وہاں یہ احاطہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس ویران علاقے کے قریب سے ریلوے لائن گزرتی تھی ۔ عمران نے ٹائیگر کو بختیار کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس سے ٹائیگر کا دل بھی بھر آیا تھا کہ اس کے ملک کے پھولوں جیسے معصوم بچے کس طرح اغوا ہو کر ان جرائم پیشہ افراد کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں اور پھر ان کی زندگیاں

کس طرح مسلی جاتی ہیں اور ان کی روحوں کو کیسے یہ لوگ کچلتے رہتے ہیں ۔ یہ درست ہے کہ بے شمار چوکوں پر جب ٹریفک رکتی ہے تو میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس عورتیں، بغیر جوتوں کے لڑکیاں اور معصوم بچے فٹ پاتھوں سے اتر کر ان نئی چم چم کرتی گاڑیوں میں سوار مردوں، عورتوں اور بچوں سے بھیک مانگتے ہیں ۔ لیکن اس نے دیکھا تھا کہ زیادہ تر انہیں دھتکار دیا جاتا تھا حتیٰ کہ لوگ انہیں گالیاں بھی نکالتے تھے لیکن یہ غم زدہ چہروں کے حامل لوگ گالیاں سن کر بھی ہاتھ پھیلا دیتے تھے ۔ گو اسے کئی بار خیال آیا کہ حکومت کو ایسے غریب اور مجبور لوگوں کا خود خیال رکھنا چاہئے لیکن بس یہ خیال ہی تھا ۔ اس نے کبھی عملی طور پر اس سلسلے میں کوئی قدم نہ اٹھایا تھا لیکن اب عمران نے معصوم بختیار کے بارے میں اسے جو کچھ بتایا تھا، خاص طور پر یہ بات کہ یہ لوگ معصوم بچوں کو بھاگنے سے روکنے کے لئے ان کی ٹانگیں توڑ دیتے تھے اور پھر انہیں ریڑھیوں پر ڈال کر ان سے بھیک منگواتے تھے تو حقیقتاً اس کا دل درد سے بھر آیا تھا اس لئے اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اب اس سردار ہاشو اور اس کے احاطے کو ہر صورت میں ٹریس کرے گا ۔ اس سوچ میں وہ کار دوڑاتا ہوا ملٹری ایریئے کے عقبی طرف آگے بڑھا چلا جا رہا تھا ۔ پھر ملٹری ایریئے کی سائیڈ سے ایک کچی سڑک سے گزر کر وہ عقبی طرف موجود وسیع و عریض میدان میں پہنچ گیا جہاں خانہ بدوشوں کے خیمے لگے ہوئے تھے ۔ گو ان خانہ بدوشوں کی عورتیں اور بچے بھی بھیک

مانگتے تھے لیکن یہ بہرحال سردار ہاشو ٹائپ کے لوگ نہ تھے اور پھر بختیار نے پختہ احاطے کی بات کی تھی جو یہاں موجود نہ تھا اس لئے ٹائیگر وہاں سے واپس شہر آ گیا ۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کیسے ٹریس کرے کہ اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا اور وہ چونک پڑا ۔ اس نے کار کی رفتار کم کر دی اور اس کے ساتھ ہی اس نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا ۔ تھوڑا سا آگے جانے کے بعد اسے ایک سڑک کے کنارے ایک بوڑھا آدمی بیٹھا بھیک مانگتا نظر آیا ۔ اس کا آدھے سے زیادہ چہرہ بری طرح جلا ہوا تھا اور چونکہ اس کا علاج نہ کیا گیا تھا اس لئے کھال لٹک رہی تھی اور اس قدر خوفناک انداز میں نظر آ رہی تھی کہ دیکھتے ہی آدمی بے اختیار کانپ اٹھتا تھا ۔ کئی کاریں رک رک کر اسے بھیک دے رہی تھیں ۔ ٹائیگر نے کار ایک سائیڈ پر روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس بوڑھے کی طرف چل پڑا ۔ اچانک اس کی نظریں اس فٹ پاتھ کے عقب میں گرین پٹی پر بیٹھے ہوئے ایک آدمی پر پڑیں جو دیوار سے پشت لگائے سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا ۔ اس کے جسم پر بھی چیتھڑے لٹک رہے تھے ابھی ٹائیگر اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک اس آدمی نے سر اٹھایا اور پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا ۔ ٹائیگر رک گیا ۔ اسے اس آدمی کی حرکات کچھ عجیب سی لگ رہی تھیں ۔ وہ آدمی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا فٹ پاتھ پر چڑھا اور اس بوڑھے کے قریب آ گیا ۔

"تم جاؤ موبھی ۔ اب میں بیٹھوں گا" ...... آنے والے نے کہا ۔

"اچھا"....... اس جلے ہوئے چہرے والے بوڑھے نے کہا اور اٹھ
کھڑا ہوا۔ پھر وہ عقب سے آنے والا آدمی اس کی جگہ بیٹھ گیا جبکہ وہ
جلے ہوئے چہرے والا جسے موبھی کہا گیا تھا عقبی طرف سبزے میں
دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا اور جیب سے نوٹ نکال کر انہیں
گننے لگا۔ ٹائیگر واپس مڑا اور اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ کار کچھ فاصلے پر
تھی اور وہاں اور بھی کاریں موجود تھیں۔ لوگ فٹ پاتھ کے پیچھے
سبزے میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے اس لئے کوئی اس کی
طرف متوجہ نہ ہوا تھا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ایک پرانی سی ویگن
اس نئے فقیر کے قریب پہنچ کر رکی تو وہ جلے ہوئے چہرے والا آدمی
اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اس ویگن کے قریب پہنچا اور پھر اس نے ویگن
کا دروازہ کھولا اور پھر سائیڈ پر بیٹھ گیا۔ اسی لمحے ویگن آگے بڑھنے لگی تو
ٹائیگر نے اس کا تعاقب شروع کر دیا لیکن وہ احتیاط سے کام لے رہا
تھا۔ اسے یہ سب کچھ دیکھ کر یقین ہو گیا تھا کہ وہ صحیح لوگوں تک
پہنچ گیا ہے۔ اب اسے ان کے بارے میں آسانی سے معلومات حاصل
ہو جائیں گی۔ ویگن مختلف سڑکوں سے اسی طرح فقیروں کو اکٹھا
کرتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اب تک وہ آٹھ فقیروں کو
مختلف چوکوں اور سڑکوں سے اٹھا چکی تھی۔ ان میں عورتیں بھی
تھیں اور مرد بھی اور معذور بھی تھے اور پھر ویگن اس سڑک پر مڑ گئی
جس پر ایک بڑا سرکاری ہسپتال تھا اور اس سڑک پر بے شمار
پرائیویٹ ہسپتال بھی تھے۔ اس سڑک پر شام سے لے کر رات

ایک ڈیڑھ بجے تک بے حد رش رہتا تھا کیونکہ لوگ اپنے بیمار
عزیزوں کی بیمار پرسی کے لئے آتے رہتے تھے اور یہاں آنے والے
چونکہ اپنے عزیزوں کی بیماری کی وجہ سے بے حد پریشان اور گداز دل
ہو جاتے تھے اس لئے یہاں خیرات بھی دل کھول کر دی جاتی تھی۔
ویگن میں موجود فقیر اب اترتے چلے جا رہے تھے اور پھر ویگن ان
سب فقیروں کو ان کی نئی اور مخصوص جگہوں پر بٹھا کر آگے بڑھ گئی
پھر ایک سڑک کا چکر کاٹ کر وہ ایک چھوٹے سے ہوٹل کے سامنے
رک گئی اور ویگن چلانے والا ایک بڑا سا تھیلا اٹھائے نیچے اترا اور
ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ ٹائیگر نے بھی کار اس کے قریب لے جا کر
روکی اور پھر وہ بھی نیچے اتر کر تیزی سے آگے بڑھا۔ وہ جب اس چھوٹے
سے ہال میں داخل ہوا جہاں لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور چائے
پی رہے تھے تو اس نے اس ویگن ڈرائیور کو کاؤنٹر سے مڑ کر سیڑھیوں
کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ شاید کاؤنٹر پر کھڑے نوجوان سے
باتیں کرتا رہا تھا۔ وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا ٹائیگر کی نظروں سے غائب
ہو گیا تو ٹائیگر ایک طرف میز کے ساتھ پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔
اس نے ویٹر کو چائے لانے کو کہہ دیا اور ویٹر سر ہلاتا ہوا واپس جانے
لگا کہ اچانک وہ مڑا اور اس نے آگے کی طرف جھک کر ٹائیگر کی
طرف غور سے دیکھا۔

"کیا بات ہے"....... ٹائیگر نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

"آپ ٹائیگر تو نہیں ہیں۔ میں پہچاننے کی کوشش کر رہا ہوں"۔

ویٹر نے پیچھے ہٹتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

" ہاں ۔ تم مجھے کیسے جانتے ہو ۔ میں تو یہاں پہلی بار آیا ہوں "....... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" میں دو سال پہلے کریسنٹ کلب میں تھا اور وہاں آپ اکثر آتے جاتے رہتے تھے "....... ویٹر نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چائے کا کپ اٹھائے واپس آیا اور اس نے چائے کا کپ ٹائیگر کے سامنے رکھ دیا۔

" میں آپ کو پہچان تو گیا تھا لیکن مجھے یقین نہ آ رہا تھا کہ آپ جیسی شخصیت اس عام سے ہوٹل میں آ سکتی ہے "....... ویٹر نے کہا۔

" اور یہی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ کریسنٹ کلب کا ویٹر یہاں اس عام سے ہوٹل میں کام کر رہا ہے "....... ٹائیگر نے کہا۔

" یہ سب کچھ آپ کے دوست مارٹن کی وجہ سے ہوا ہے ۔ مارٹن سے میری بہن کی شادی ہوئی تھی لیکن اب اس نے اسے طلاق دے دی اور جونی کو کہہ کر مجھے بھی وہاں سے نکلوا دیا ۔ پھر اس کے اثر و رسوخ کی وجہ سے کسی کلب نے بھی مجھے قبول نہ کیا اور میں یہاں آ گیا اور دو سال سے میں یہاں ہوں "....... ویٹر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ٹائیگر کو وہ ویگن ڈرائیور سیڑھیاں اتر کر نیچے آتا دکھائی دیا تو ٹائیگر نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر ویٹر کے ہاتھ میں دے دیا۔

" اوہ ۔ اس کی کیا ضرورت تھی "....... ویٹر نے مسرت بھرے لہجے

میں کہا اور جلدی سے نوٹ جیب میں ڈال لیا۔

" یہ آدمی کون ہے اور یہ اوپر کہاں گیا تھا ۔ یہ بتا دو "....... ٹائیگر نے آہستہ سے کہا تو ویٹر مڑا اور پھر مڑ کر حیرت سے ٹائیگر کو دیکھنے لگا۔

" یہ آدمی جونی ہے ۔ یہ تو ویگن ڈرائیور ہے ۔ اس سے آپ کا کیا تعلق "....... ویٹر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا ۔ اسی لمحے جونی ہوٹل سے باہر نکل گیا۔

" میں پھر آؤں گا ۔ تمہارا نام کیا ہے "....... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

" اعظم "....... ویٹر نے کہا تو ٹائیگر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔ چائے کا کپ ویسے ہی میز پر پڑا تھا ۔ جب ٹائیگر باہر آیا تو جونی ویگن میں بیٹھ رہا تھا ۔ ٹائیگر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا اور ایک بار پھر ٹائیگر نے ویگن کا تعاقب کرنا شروع کر دیا ۔ ویگن مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ایک مضافاتی چھوٹی سی کالونی کی طرف مڑ گئی ۔ اس مضافاتی کالونی کی طرف جانے والی سڑک پر کوئی سواری موجود نہ تھی ۔ صرف چند سائیکلوں والے آ جا رہے تھے ۔ ٹائیگر نے کار ایک طرف کر کے روک دی ۔ ویگن اب اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی ۔ اسے معلوم تھا کہ اس طرف کوارٹروں کا طویل سلسلہ پھیلا ہوا ہے اور یہ جونی بھی یقیناً اس سلسلے میں کسی کوارٹر میں ہی رہتا ہو گا اور ٹائیگر اب سمجھ گیا تھا کہ اس جونی کا کام

مختلف سپاٹس سے فقیروں کو پک کرنا اور پھر مختلف مقامات پر
انہیں ڈراپ کرنا تھا اور اب وہ آرام کرنے اپنے گھر گیا ہو گا اس لئے
اس کے پیچھے جانے کی بجائے وہ کیوں نہ اعظم ویٹر سے جا کر اس
بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرے۔ اس جونی کو تو وہ اب
آسانی سے ٹریس کر سکتا تھا اس لئے اس نے کار موڑی اور ایک بار
پھر وہ اسی ہوٹل میں آگیا جہاں اعظم ویٹر تھا۔ اعظم کی ڈیوٹی ختم
ہونے والی تھی اس لئے ٹائیگر نے اسے کہہ دیا کہ وہ ڈیوٹی ختم کر کے
باہر اس کی کار میں آجائے اور پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد اعظم، ٹائیگر
کی کار کی سائیڈ پر آکر بیٹھ گیا۔

"آپ کو اس جونی ڈرائیور سے کیا دلچسپی ہے جناب"....... اعظم
نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"پہلے تو اس کا تفصیلی حدود اربعہ بتاؤ۔ ایک مجرم تنظیم نے مجھے
اس کے بارے میں چھان بین کا ٹاسک دیا ہے"....... ٹائیگر نے کہا
اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک اور بڑا نوٹ نکال کر
اعظم کے ہاتھ میں دے دیا۔

"جونی تو بہت چھوٹا آدمی ہے جناب۔ وہ سبحان پور کے کوارٹروں
میں رہتا ہے اور ویگن چلاتا ہے۔ ویگن پر اس کی ڈیوٹی ہے۔ عام سا
آدمی ہے۔ اس کا حدود اربعہ کیا ہونا ہے"....... اعظم نے کہا۔

"جونی شاید فقیروں کے کسی گروہ کے ساتھ منسلک ہے کیونکہ
میں نے چیک کیا ہے کہ وہ اپنی ویگن میں فقیروں کو چڑھاتا اور اتارتا

ہے اور ہاں۔ یہ تمہارا ہوٹل کس کا ہے"....... ٹائیگر نے پوچھا۔

"یہاں ایک گروہ ہے جس کا سردار استاد کالو ہے۔ یہ ہوٹل بھی
اسی کالو کا ہے۔ ایسے اور بھی کئی ہوٹل اس کے ہوں گے۔ استاد کالو
نے بھکاریوں کا ایک بڑا گروہ بنایا ہوا ہے۔ وہ اس کام کا سردار ہے۔
ایسے فقیر جو بھیک مانگتے ہیں وہ ساری بھیک اکٹھی ہو کر استاد کالو کو
ملتی ہے اور فقیروں کو پناہ گاہیں اور خوراک ملتی ہے۔ اگر کوئی فقیر
بغاوت کرے یا انکار کرے تو اسے خاموشی سے ہلاک کر دیا جاتا ہے
پولیس بھی استاد کالو کی مٹھی میں رہتی ہے"....... اعظم نے جواب
دیا۔

"کوئی سردار ہاشو بھی اس کام میں ملوث ہے"....... ٹائیگر نے
پوچھا۔

"ہاں۔ یہ نام بھی میں نے سنا ہوا ہے اور بھی کئی ہوں گے۔
پورے ملک میں یہ باقاعدہ مافیا کے انداز کا کاروبار ہے۔ عام لوگ تو
ہمدردی کی بناء پر ان فقیروں کو خیرات دیتے ہیں لیکن یہ خیرات
کروڑوں میں پورے ملک میں اکٹھی ہوتی ہے۔ بہت بڑا اور بہت
فائدہ مند بزنس ہے"....... اعظم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ استاد کالو یا سردار ہاشو کہاں مل سکتے ہیں"....... ٹائیگر نے
پوچھا۔

"آپ نے ان سے کیا لینا ہے ٹائیگر صاحب۔ یہ بہرحال گھٹیا
درجے کے لوگ اور مجرم ہیں"....... اعظم نے کہا۔

"جونی جب تمہارے ہوٹل کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گیا تھا تو اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا لیکن جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں تھیلا موجود نہیں تھا۔ اس کی وجہ"....... ٹائیگر نے کہا۔

"اس تھیلے میں دوپہر تک فقیروں کی بھیک کی کمائی تھی۔ اس طرح کا تھیلا وہ رات کو بھی لے آئے گا۔ ہمارے ہوٹل کا مینجر ارشد شاہ ہے۔ وہ یہ تھیلے کسی بڑے کو پہنچا دیتا ہے۔ وہاں یہ سب تھیلے اکٹھے ہو کر استاد کالو تک پہنچ جاتے ہیں"....... اعظم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ارشد شاہ تو استاد کالو یا سردار ہاشو کے بارے میں جانتا ہو گا"....... ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں۔ جانتا ہو گا۔ ویسے مجھے معلوم نہیں اور سنیں۔ اگر آپ شاہ صاحب سے بات کریں تو میرا نام نہ لیں"....... اعظم نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم جا سکتے ہو"....... ٹائیگر نے کہا تو اعظم نے اسے سلام کیا اور پھر کار کا دروازہ کھول کر وہ نیچے اترا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔ ٹائیگر اب سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ اسے اس استاد کالو کی بجائے سردار ہاشو کا پتہ لگانا تھا اور اس کے احاطے کو ٹریس کرنا تھا۔ اسے مجرموں کی اس نفسیات کا بھی علم تھا کہ اگر انہیں معمولی سی بھی یہ اطلاع مل گئی تو وہ سب کچھ سمیٹ کر انڈر گراؤنڈ ہو جائیں گے اور پھر انہیں ٹریس کرنا مزید

دشوار ہو جائے گا۔ وہ کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا اور پھر اس نے سوچا کہ اس ارشد شاہ سے مل لے۔ شاید کوئی کلیو مل جائے۔ چنانچہ وہ کار سے اترا اور پھر ہوٹل میں داخل ہو کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"شاہ صاحب سے ملنا ہے۔ میرا نام ٹائیگر ہے"....... ٹائیگر نے کاؤنٹر مین سے کہا۔

"وہ تو دس منٹ پہلے چلے گئے ہیں جناب۔ اب رات کو واپس آئیں گے"....... کاؤنٹر مین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کہاں گئے ہیں"....... ٹائیگر نے پوچھا۔

"وہ مین مارکیٹ کے پیچھے موتیوں والی گلی میں واقع معصوم ہوٹل میں گئے ہیں۔ وہاں کے مینجر استاد عاشق سے ملنے"۔ کاؤنٹر مین نے خود ہی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ شکریہ"....... ٹائیگر نے کہا اور پھر تیزی سے واپس آ گیا۔ استاد عاشق کا نام سن کر وہ سمجھ گیا تھا کہ ارشد شاہ اسے کمائی والا تھیلا جمع کرانے گیا ہو گا اور پھر اس عاشق کے ساتھ استاد کا لاحقہ بتاتا ہے کہ یہ بھی اس گروہ کا کوئی بڑا ہو گا اس لئے اس سے آسانی سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں اس لئے اس نے کار کو آگے بڑھایا اور تیزی سے مین مارکیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ایک شاندار انداز میں سجے ہوئے آفس میں بڑی سی میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر سیٹھ ارشاد بڑے تمکنت بھرے انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ میز پر مختلف رنگوں کے کئی فون سیٹ پڑے ہوئے تھے۔ ایک طرف انٹرکام پڑا ہوا تھا۔ سیٹھ ارشاد کا شمار دارالحکومت کے امراء میں ہوتا تھا۔ اس کے کئی بزنس پلازہ، کئی امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشنیں، کئی ہوٹل اور نائٹ کلبوں کے ساتھ ساتھ نجانے کون کون سی فیلڈ میں ہونے والے بزنس تھے۔ سیٹھ ارشاد کے تعلقات براہ راست صدر مملکت سے لے کر فوجی اور سول افسران سے بے حد دوستانہ تھے۔ سیٹھ ارشاد کی زیر سرپرستی کئی فری ہسپتال اور کئی یتیم خانے چل رہے تھے اور وہ ہر اچھے کام میں رقم خرچ کرنے کا بے حد شائق رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پورے ملک میں کام کرنے والی این جی اوز کے لئے بھی وہ سب سے بڑا ڈونر تھا۔ یہ آفس اس نے اپنی محل

نما شاندار کوٹھی میں بنایا ہوا تھا۔ وہ خود کسی بزنس کو کنٹرول نہ کرتا تھا بلکہ اس کے مینجرز تمام بزنس کو کنٹرول کرتے تھے اور اس کا کام ان سے رپورٹس لینا اور کسی ایمرجنسی کی صورت میں انہیں ہدایات دینا تھیں۔ سیٹھ ارشاد خود بے اولاد تھا۔ اس کی بیگم کئی سال پہلے ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو گئی تھی لیکن سیٹھ ارشاد نے اس کے بعد شادی نہ کی تھی۔ کردار کے لحاظ سے بھی اسے بے حد اچھا سمجھا جاتا تھا کیونکہ آج تک اس کے بارے میں کوئی سکینڈل سامنے نہ آیا تھا۔ اس وقت وہ اپنے آفس میں بیٹھا ایک فائل پڑھنے میں مصروف تھا۔ وہ اچھی صحت کا ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ اس کی کنپٹی کے بال سفید تھے جبکہ سر کے بال سیاہ اور گھنگھریالے تھے۔ اس نے انتہائی قیمتی لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کی ایک انگلی میں ہیرا لگی انگوٹھی تھی اور کہا جاتا تھا کہ اس ہیرے کی مالیت لاکھوں میں تھی۔ میز پر موجود ہر چیز انتہائی قیمتی تھی۔ اچانک سامنے پڑے ہوئے مختلف رنگوں کے فونز میں سے سبز رنگ کے فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"....... سیٹھ ارشاد نے اپنے مخصوص اور نرم لہجے میں کہا۔

اس کی عادت تھی کہ وہ اپنے ماتحتوں اور ملنے والوں سب سے انتہائی نرم لہجے میں بات کرتا تھا جس کی وجہ سے اس کی عظمت کا تاثر ملنے والوں پر مزید گہرا ہو جاتا تھا کہ اس قدر بڑا سیٹھ کس قدر انکسارانہ انداز میں بات کرتا ہے۔

"کافرستان سے سیٹھ اشوک کی کال ہے جناب"....... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ڈائریکٹ لائن پر بات کراؤ"....... سیٹھ ارشاد نے اسی طرح نرم لہجے میں کہا۔

"ہیلو ۔ سیٹھ اشوک بول رہا ہوں"....... چند لمحوں بعد ایک کھڑکھڑاتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

"کیا حال ہیں آپ کے سیٹھ اشوک ۔ کیسے جا رہے ہیں آپ کے بزنس"....... سیٹھ ارشاد نے ہنستے ہوئے اور خاصے بے تکلفانہ لہجے میں کہا کیونکہ سیٹھ اشوک بھی کافرستان کا بڑا سیٹھ تھا اور اس کے سیٹھ ارشاد سے نہ صرف وسیع کاروباری تعلقات تھے بلکہ ذاتی تعلقات بھی تھے۔

"بزنس کا کیا ہے ۔ یہ تو چلتا ہی رہتا ہے سیٹھ ارشاد ۔ میں نے تمہیں ایک خاص کام کے لئے فون کیا ہے"....... دوسری طرف سے سیٹھ اشوک نے کہا۔

"حکم کرو سیٹھ"....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

"تمہارے ملک کے کسٹم میں کوئی نیا انسپکٹر آیا ہے قاسم ۔ سالا بے حد ایماندار ہے ۔ میری ایک بہت بھاری مالیت کی شپمنٹ اس نے پکڑ لی ہے ۔ میرے آدمیوں نے اسے خاصی بھاری رقم دینے کی کوشش کی لیکن اس نے الٹا میرے آدمیوں کو بھی گرفتار کرا دیا ہے"....... سیٹھ اشوک نے روتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ ۔ یہ تو بہت زیادتی ہے ۔ یہ کب کی بات ہے"....... سیٹھ ارشاد نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ایک مہینہ کی"....... سیٹھ اشوک نے جواب دیا تو سیٹھ ارشاد بے اختیار چونک پڑا۔

"اور تم اب مجھے اطلاع دے رہے ہو ۔ کیوں ۔ اس وقت کیوں اطلاع نہیں دی"....... سیٹھ ارشاد نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہم چھوٹے چھوٹے کاموں میں تمہیں کیسے ڈال سکتے ہیں سیٹھ ۔ ہمارے آدمیوں نے سارا کام اپنے طور پر نمٹا دیا ۔ بھاری کسٹم بھر کر مال چھڑوا لیا ۔ ہمارے آدمیوں کی ضمانتیں بھی ہو گئیں اور پھر بھاری رقوم دے کر ہمارے آدمیوں کے خلاف مقدمہ بھی ختم ہو گیا اور اس انسپکٹر قاسم کا وہاں سے ٹرانسفر بھی ہو گیا"....... سیٹھ اشوک نے کہا۔

"اوہ اچھا ۔ لیکن اب تم مزید کیا چاہتے ہو"....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

"اب یہ انسپکٹر قاسم دوبارہ اسی عہدے پر آ گیا ہے ۔ اس کے پیچھے کسی بہت بڑے افسر کا ہاتھ ہے اس لئے اب میں چاہتا ہوں کہ اس کا کیا کریا کرم ہو کہ یہ دوبارہ کسی کو نظر نہ آئے اور یہ کام تم جیسا سیٹھ ہی کرا سکتا ہے"....... سیٹھ اشوک نے کہا۔

"ارے ۔ یہ تو انتہائی معمولی سا کام ہے ۔ کسی کو چند روپے دے کر آسانی سے یہ کام کرایا جا سکتا ہے"....... سیٹھ ارشاد نے منہ بناتے

ہوئے کہا۔

" ارے نہیں سیٹھ ۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ اس انسپکٹر قاسم کا بھائی سنٹرل انٹیلی جنس میں ہے ۔ اس لئے وہ سالا انکوائری شروع کر دے گا اور پھر معاملات بگڑ بھی سکتے ہیں ۔ میں نہیں چاہتا کہ میرا نام سامنے آئے جبکہ تم اگر یہ کام کرو تو کسی میں جرأت ہی نہیں ہے کہ وہ تمہارا نام لے سکے "....... سیٹھ اشوک نے کہا تو سیٹھ ارشاد بے اختیار ہنس پڑا۔

" ٹھیک ہے ۔ ہو جائے گا کام ۔ اور کچھ "....... سیٹھ ارشاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" بہت شکریہ ۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ"....... سیٹھ اشوک نے کہا۔

" ارے نہیں سیٹھ اشوک ۔ ہم نے تو بزنس آپ سے ہی سیکھا ہے ۔ خاص طور پر بیگرز والا دھندہ ۔ ایمان سے بے حد شاندار دھندہ ہے ۔ کروڑوں کی کمائی ہو رہی ہے اور وہ بھی مفت میں"۔ سیٹھ ارشاد نے ہنستے ہوئے کہا۔

" ارے ہاں ۔ میرے بھی نوٹس میں یہ بات آئی ہے کہ تم نے پورے پاکیشیا میں اس دھندے کو پھیلا دیا ہے ۔ بہت اچھا کیا ہے"....... سیٹھ اشوک نے تعریف کرتے ہوئے کہا۔

" ہاں ۔ دو گروپ ہیں جو کام کر رہے ہیں اور رقم اکٹھی ہو کر میرے اکاؤنٹ میں پہنچ جاتی ہے"....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

" میں نے تو اس کے لئے خاصا پیچیدہ سیٹ اپ بنایا ہوا ہے اس لئے آج تک کسی نے میری طرف انگلی نہیں اٹھائی"....... سیٹھ اشوک نے کہا۔

" میں نے بھی تمہاری ہی نقل کی ہے ۔ یہ گروپ مختلف شہروں میں کام کرتے ہیں ۔ ان کے انچارج استاد ہیں ۔ پھر ان دو استادوں پر ایک بڑا استاد ہے ۔ میں نے اس میں کئی شعبے بھی بنا دیئے ہیں جن میں تندرست لوگوں کو معذور کرنے والا شعبہ، میک اپ کا شعبہ کہ اچھے بھلے آدمی پر ایسا میک اپ کر دیتے ہیں کہ لوگ فوراً ہمدردی کرتے ہوئے جیبیں خالی کر دیتے ہیں"....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

" کوئی مقابلے میں تو نہیں ہے"....... سیٹھ اشوک نے کہا۔

" دو تین اور گروپ ہیں لیکن ہمارے استادوں کے سامنے سر اٹھانے کی کسی کو جرأت نہیں ہے"....... سیٹھ ارشاد نے جواب دیا۔

" پھر ٹھیک ہے ۔ پھر میں یہ انسپکٹر قاسم والے کام کی طرف سے مطمئن ہو جاؤں"....... سیٹھ اشوک نے کہا۔

" ہاں ۔ ایک دو روز میں خود بخود تمہیں اطلاع مل جائے گی"۔ سیٹھ ارشاد نے جواب دیا۔

" اوکے ۔ گڈ بائی"....... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سیٹھ ارشاد نے رسیور رکھا اور پھر انٹر کام کا رسیور اٹھا کر اس نے یکے بعد دیگرے دو بٹن پریس کر دیئے۔

"یس سر"....... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

" سردار ہاشو جہاں بھی ہو اس سے میری بات کراؤ ڈائریکٹ لائن پر"....... سیٹھ ارشاد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دوسری طرف سے کچھ سنے بغیر رسیور رکھ دیا۔ پھر سامنے رکھی ہوئی فائل کھولی اور ایک بار پھر اسے پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد سفید رنگ کے فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی لیکن اس گھنٹی کی ٹون سبز رنگ کے فون کی ٹون سے مختلف تھی۔ سیٹھ ارشاد نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

" یس "....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

" ہاشو بول رہا ہوں سیٹھ صاحب"....... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

" سردار ہاشو۔ کسٹم میں ایک انسپکٹر ہے قاسم نام کا۔ اسے فنش کرا دو۔ اس طرح کہ اس کی موت کی اگر انکوائری ہو تو کسی کو اس کے قاتلوں کا علم نہ ہو سکے"....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

" حکم کی تعمیل ہو گی جناب"....... دوسری طرف سے اسی طرح انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

" جب یہ کام ہو جائے تو مجھے اطلاع دے دینا اور تمہارا بیگرز والا سلسلہ کیسا جا رہا ہے۔ کوئی پرابلم تو نہیں ہے"....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

" نہیں جناب۔ البتہ آپ مخالف گروپ کے استاد کالو کو کسی طرح سے روکیں۔ وہ ہمارے کام میں مداخلت کر رہا ہے"۔ سردار

ہاشو نے کہا۔

" استاد کالو۔ وہ کیا مداخلت کر رہا ہے اور کیوں"....... سیٹھ ارشاد نے چونک کر کہا۔

" سردار۔ ہمارا ایک لڑکا اچانک غائب ہو گیا ہے۔ ہم اسے تلاش کر رہے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ استاد کالو کے آدمیوں نے اسے اٹھایا ہے تاکہ ہمارا کام ڈھیلا پڑ جائے اور پھر وہ ہمیں میدان سے بھگا دے"....... سردار ہاشو نے کہا۔

" اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں اس کا بندوبست کراتا ہوں۔ تم بے فکر رہو"....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

" بہت شکریہ جناب۔ میں جلد ہی آپ کو انسپکٹر قاسم کے بارے میں رپورٹ دوں گا"....... سردار ہاشو نے کہا تو سیٹھ ارشاد نے رسیور رکھا اور پھر انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے ایک بار پھر یکے بعد دیگرے کئی بٹن پریس کر دیئے۔

" یس سر"....... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

" بڑے استاد سے بات کراؤ"....... سیٹھ ارشاد نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد سفید رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

" یس "....... سیٹھ ارشاد نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

" بڑا استاد لائن پر موجود ہے جناب"....... دوسری طرف سے

انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

" کراؤ بات "....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

" عالی جناب ۔ میں بڑا استاد عرض کر رہا ہوں جناب "....... چند لمحوں بعد ایک منمناتی سی آواز سنائی دی۔

" بڑے استاد ۔ تمہاری گرفت اب گروپس پر ڈھیلی ہوتی جا رہی ہے "....... سیٹھ ارشاد نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

" اوہ ۔ اوہ ۔ جناب ۔ عالی جناب ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے جناب عالی جناب "....... دوسری طرف سے مزید منمناتے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

" استاد کالو غلط طور پر سردار ہاشو کے گروپ میں مداخلت کر رہا ہے اور یہ بات مجھے پسند نہیں ہے کہ ہمارے کسی گروپ کو کوئی نقصان پہنچائے ۔ اس کا بندوبست کرو ورنہ "....... سیٹھ ارشاد نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

" کیا عالی جناب کی خدمت میں کسی نے شکایت کی ہے جناب "....... بڑے استاد نے کہا۔

" نہیں ۔ لیکن ہمارے پاس بہرحال اطلاعات پہنچتی رہتی ہیں ۔ ہمارے آدمی ہر معاملے میں ہمیں باخبر رکھتے ہیں ۔ سردار ہاشو کا کوئی لڑکا غائب ہو گیا ہے اور ہم تک پہنچنے والی اطلاعات کے مطابق اس کام میں استاد کالو کا ہاتھ ہو سکتا ہے تاکہ اگر ہم خاموش رہیں تو وہ ہمارے سارے بیگرز کا خاتمہ کر دے "....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

" عالی جناب ۔ آئندہ آپ کو ایسی اطلاع نہیں ملے گی "۔ بڑے

استاد نے منمناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" کیا کرو گے تم "....... سیٹھ ارشاد نے پوچھا۔

" عالی جناب ۔ استاد کالو کو فنش کرا دیتا ہوں "....... بڑے استاد نے اسی طرح منمناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" اس طرح تو گروپوں میں لڑائی شروع ہو جائے گی ۔ تم اسے دھمکی بھجوا دو کہ آئندہ اگر اس نے مداخلت کی تو اس کا خاتمہ کر دیا جائے گا "....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

" حکم کی تعمیل ہو گی جناب "....... بڑے استاد نے کہا تو سیٹھ ارشاد نے رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر سامنے پڑی ہوئی فائل پر جھک گیا۔

بوڑھے آدمی کا کمزور اور نحیف جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔ اس کی حالت بے حد خراب دکھائی دے رہی تھی۔ وہ فرش پر پڑا کانپ رہا تھا اور اس کے منہ سے ہلکی ہلکی کراہیں نکل رہی تھیں۔

" بولو۔ کہاں ہے وہ رقم جو تم نے چھپائی ہے۔ بولو"...... ایک لمبے قد اور بھاری جسم کے آدمی نے اس کی پسلیوں میں زور سے لات مارتے ہوئے کہا۔

" مم۔ مم۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ مجھے معاف کر دو"۔ بوڑھے کے منہ سے رک رک کر الفاظ نکلے۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور اس کا چہرہ تکلیف کی شدت سے بری طرح سے مسخ ہو رہا تھا۔

" یہ بہت کمزور ہے روشو۔ اسے مت مارو"...... اچانک ایک کونے میں بیٹھے ہوئے ایک لنگڑے نوجوان نے اٹھ کر کھڑے

ہوتے ہوئے کہا۔ اس کی ایک ٹانگ آدھی تھی اور اس کی جگہ لکڑی کی ٹانگ لگی ہوئی تھی۔

" تم۔ تم راکھو اس بوڑھے کی حمایت کر رہے ہو۔ اس کی۔ سنو ہم نے جو اہم جگہ پچیس ہزار روپے میں خریدی ہے اور جہاں روزانہ چار پانچ ہزار کی آمدنی ہوتی ہے یہ بوڑھا عیار وہاں سے سارے دن میں لے آیا ہے صرف ایک سو پچیس روپے۔ اب تم خود بتاؤ کہ ایسا کیوں ہے۔ یہ بڈھا حرامی ہے۔ اس نے لازماً رقم چھپا لی ہے اور میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ اسے رقم دینا ہو گی ورنہ میں اس کی ایک ایک ہڈی توڑ دوں گا"...... اس لمبے قد کے آدمی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

" اوہ۔ یہ تو واقعی اہم مسئلہ ہے۔ لیکن تم جاؤ میں خود اس سے بات کرتا ہوں۔ اصل بات سامنے آجائے گی"...... راکھو نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ میں ڈیرے پر موجود ہوں۔ تم اس سے اصل بات اگلواؤ ورنہ میں واقعی اس کی ہڈیاں توڑ دوں گا"...... اس لمبے قد کے آدمی نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ایک طرف بڑھ گیا تو راکھو آگے بڑھ کر ایک کونے میں گیا۔ وہاں ایک پرانا سا کولر پڑا ہوا تھا جس کے ساتھ ایک پرانا سا گلاس رکھا ہوا تھا۔ راکھو نے گلاس میں پانی بھرا اور پھر واپس آکر اس نے گلاس اس بوڑھے کے منہ سے لگا دیا جو مسلسل کراہ بھی رہا تھا اور تڑپ بھی رہا تھا۔ اس کا نحیف جسم

اس طرح کانپ رہا تھا جیسے اسے جاڑے کا تیز بخار چڑھا ہوا ہو ۔ پانی
پی کر بوڑھے کی حالت قدرے سنبھل گئی۔

" بابا روشن ۔ اصل بات بتا دو ۔ میں ان ظالموں سے تمہیں
معافی دلوا دوں گا"...... راکھو نے بابا روشن کے ساتھ زمین پر بیٹھتے
ہوئے انتہائی ہمدردانہ لہجے میں کہا تو بوڑھا روشن آہستہ آہستہ اٹھ کر
بیٹھ گیا ۔ اس کے جھریوں بھرے چہرے پر آنکھوں سے نکلنے والے
آنسو بارش کی طرح برس رہے تھے۔

" مم ۔ مم ۔ میں نے اپنی بیٹی کو رقم دے دی تھی ۔ وہ بے حد
بیمار تھی ۔ اس کے پاس علاج کے لئے پیسے نہیں تھے ۔ بس میرا یہی
قصور ہے"...... بوڑھے روشن نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔

" تمہاری بیٹی ۔ وہ کہاں سے آ گئی ۔ کیا مطلب ۔ جہاں تک مجھے
معلوم ہے تم گزشتہ بیس سالوں سے دربدر پھر رہے ہو ۔ تمہاری
بیٹی تمہارے پاس کیسے پہنچ گئی"...... راکھو نے انتہائی حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

" اس کی شکل میری بیٹی سے ملتی جلتی تھی ۔ وہ میری بیٹی ہی
تھی"...... بوڑھے روشن نے رک رک کر کہا۔

" مجھے تفصیل بتا بابا روشن تاکہ میں تمہاری جان ان ظالموں سے
چھڑوا سکوں"...... راکھو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" مجھے آج کالے چوک پر بٹھایا گیا تھا ۔ وہاں پہلے کوئی اور بیٹھتا
تھا آج میں بیٹھا تھا ۔ وہاں لوگ زیادہ خیرات دیتے ہیں ۔ مجھے بھی

بھاری رقم مل رہی تھی کہ اچانک چھٹی کے قریب نیلے برقعہ میں
س ایک لڑکی آ گئی ۔ اس نے چہرے پر نقاب نہ ڈالا ہوا تھا ۔ اس
باس بھی بوسیدہ اور پھٹا ہوا تھا ۔ چہرے پر سوجن تھی ۔ آنکھیں
دھندلائی ہوئی تھیں ۔ وہ میرے پاس بیٹھ کر رونے لگ گئی ۔ وہ
سے اس بوڑھے کا پتہ پوچھ رہی تھی جو مجھ سے پہلے وہاں بیٹھتا تھا
نے بتایا کہ وہ بے حد بیمار ہے اور یہاں سے قریب ہی رہتی ہے
کا کوئی والی وارث نہیں ہے ۔ اس کے پاس نہ خوراک کے پیسے
اور نہ علاج کے لئے ۔ مجھ سے پہلے وہاں بیٹھنے والا بوڑھا اسے ہر
کچھ رقم دے دیتا تھا جس سے وہ خوراک بھی کھاتی تھی اور علاج
کراتی تھی ۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ اسے اپنے گروپ میں شامل
وں لیکن پھر جب میں نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا تو مجھے اپنی بیٹی
نی اس کے چہرے میں نظر آ گئی ۔ وہ ہو بہو میری بیٹی چاندنی جیسی
تھی ۔ میں نے ارادہ بدل دیا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ یہاں
پ کے بدمعاش ایسی لڑکیوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں
میں اس بیمار لڑکی کو اور دکھی نہ کرنا چاہتا تھا ۔ مجھے اپنی بیٹی پر
آ گیا اور میں نے جتنی رقم کمائی تھی وہ میں نے اسے دے دی اور
کہا کہ وہ ہر ہفتے میرے پاس آ کر مجھ سے رقم لے جایا کرے اور
علاج کرائے ۔ وہ میرا شکریہ ادا کر کے چلی گئی ۔ باقی یہی رقم مجھے
ملی ۔ میں نے روشو کی مار کھا لی ہے اور بھی کھا لوں گا لیکن میری
بیٹی اپنا علاج تو کرا لے گی"...... بوڑھے روشن نے ہچکیاں لے کر

روتے ہوئے اٹک اٹک کر ساری تفصیل بتا دی۔

" اس کے کانوں میں کالے رنگ کے بندے بھی تھے"....... راکھو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" ہاں ۔ ہاں ۔ کیا تم میری بیٹی چاندنی کو جانتے ہو"....... بوڑھے روشن نے چونک کر کہا۔

" وہ استاد کالو کے گروپ کی سب سے چالاک عورت ہے بابا روشن ۔ وہ تمہیں بے وقوف بنا کر تم سے رقم لے گئی ہے"۔ راکھو نے کہا۔

" ہو گی لیکن وہ میری بیٹی ہے چاندنی ۔ بس وہ میری بیٹی ہے ۔ میں کہہ رہا ہوں کہ وہ میری بیٹی ہے"....... بابا روشن نے کہا تو راکھو ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھا ہی تھا کہ روشو کمرے سے نکل کر آ گیا۔

" کیا بتایا ہے اسے بڈھے نے ۔ کہاں چھپائی ہے اس نے رقم"۔ روشو نے غصیلے لہجے میں کہا تو راکھو نے اسے ساری تفصیل بتا دی۔

" اوہ ۔ تو اس نے ساری رقم استاد کالو کی عورت کو دے دی ہے کیوں دی ہے بڈھے"....... روشو نے انتہائی غضبناک لہجے میں کہا۔

" وہ ۔ وہ میری بیٹی تھی چاندنی ۔ وہ بیمار تھی"....... بوڑھے نے رک رک کر کہا۔

" اب معاف کر دو روشو ۔ آئندہ ایسا نہ ہو گا۔ میں اسے سمجھا دوں گا"....... راکھو نے روشو کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

" اسے معاف کر دوں ۔ کیا کہہ رہے ہو تم ۔ رقم کم ہے ۔ سردار ہاشو تو مجھے الٹا لٹکا دے گا۔ پہلے ہی وہ رقم کی کمی پر چیخ رہا ہے اور اس حرامزادے نے ہمارے گروپ کی رقم استاد کالو کے گروپ کے حوالے کر دی ۔ اسے معاف کر دوں"....... روشو نے چیخ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کرتے کی سائیڈ جیب سے پسٹل نکالا اور دوسرے لمحے زور دار دھماکوں کے ساتھ ہی دیوار کے ساتھ بیٹھے بابا روشن کے نحیف اور پچکے ہوئے سینے پر گولیوں کی بارش ہو گئی اور بابا روشن بغیر چیخے پہلو کے بل گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا ۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں ۔ شاید اپنی بیٹی کے انتظار میں ۔ راکھو فائرنگ ہوتے ہی تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

" اسے معاف کر دوں ۔ اسے"....... روشو نے چیختے ہوئے کہا اور پھر پسٹل جیب میں ڈال کر اس نے بوڑھے کی لاش کو بڑے نفرت بھرے انداز میں دو ٹھوکریں ماریں اور مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے کی طرف بڑھ گیا ۔ راکھو نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا ۔ بابا روشن کی حالت دیکھ کر اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے تھے ۔ وہ بابا روشن کی لاش کے پاس بیٹھ گیا۔

" بابا روشن ۔ تم سچے تھے ۔ بابا روشن ۔ تم واقعی سچے تھے"۔ اس نے روتے ہوئے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اس نے بابا روشن کی کھلی ہوئی آنکھیں بند کر دیں ۔ اسی لمحے کمرے سے سردار ہاشو تیزی سے باہر آیا۔ اس کے پیچھے روشو تھا ۔ سردار ہاشو بوڑھے بابا روشن کی لاش کے

قریب آکر رک گیا۔

" ہونہہ ۔ اس کا یہی انجام ہونا چاہیئے تھا ۔ ہماری رقمیں دوسروں کو دینے والے اور رقمیں چھپانے والے سب کو اسی طرح سزا ملنی چاہیئے روشو ۔ تم نے بہت اچھا کیا ہے ۔ اور سنو ۔ تمام گروپ کے فقیروں کو کہہ دو کہ جس نے کمائی میں سے ایک روپیہ بھی چھپایا یا عام انداز سے کم کمائی کی تو اسے اسی طرح سزا دی جائے گی ۔ غضب ہے کہ زیادہ کمائی والے اڈے بھی ہمارے پاس ہوں اور اس کے باوجود زیادہ کمائی ہو استاد کالو کے گروپ کی ۔ اس کی لاش اٹھوا کر کوڑے کے ڈھیر پر پھینکوا دو ۔ البتہ اس کے کپڑے اتار لینا کسی دوسرے کے کام آئیں گے "...... سردار ہاشو نے کہا۔

" ٹھیک ہے استاد "...... روشو نے کہا تو سردار ہاشو ہونٹ بھینچے واپس اس کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔ راکھو اب دیوار سے پشت لگائے آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا ۔ اس کی آنکھوں میں اپنی چھوٹی بیٹی نازیہ کا چہرہ گھوم رہا تھا ۔ وہ جب نشے کا عادی ہو کر گھر سے نکلا تھا تو اس کی چھوٹی بیٹی اس سے لپٹ گئی تھی لیکن راکھو کو نشہ چاہیئے تھا اس لئے وہ اسے جھٹک کر باہر آگیا تھا اور پھر وہ استاد روشو کے گروپ میں شامل ہو گیا تھا ۔ اسے یہاں نشہ بھی ملتا تھا اور خوراک بھی ۔ البتہ اس کے لئے اسے بھیک مانگنا پڑتی تھی لیکن اب اس کی بند آنکھوں میں نازیہ کا چہرہ گھوم رہا تھا۔

" تم سچی تھی نازیہ ۔ تم سچی تھی ۔ کاش میں اس وقت تمہاری

بات مان لیتا ۔ کسی روز میرا انجام بھی اس بابا روشن جیسا ہی ہو گا ۔ تم سچی تھی نازیہ "...... راکھو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بارش کی طرح برسنے لگے ۔

عمران اپنے فلیٹ میں موجود تھا کہ کال بیل کی آواز سنائی دی تو عمران نے چونک کر ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب نیچے کر دی۔

" اس وقت کون آسکتا ہے "....... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا کیونکہ رات پڑنے والی تھی ۔ اسی لمحے سلیمان کے قدموں کی آواز بیرونی دروازے کی طرف جاتی سنائی دی۔

" کون ہے "....... سلیمان کی ہلکی سی آواز سنائی دی ۔ پھر چٹخنی ہٹنے اور دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔

" باس سٹنگ روم میں ہیں یا ڈرائینگ روم میں "....... ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

" سٹنگ روم میں ہیں "....... سلیمان نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیز تیز قدم اٹھاتا واپس کچن کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔ ظاہر ہے وہ رات کا کھانا پکانے میں مصروف ہو گا اس لئے اسے واپس

جانے کی جلدی تھی ۔ چند لمحوں بعد ٹائیگر سٹنگ روم میں داخل ہوا اور اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

" آؤ ٹائیگر ۔ کیا رپورٹ ہے "....... عمران نے سلام کا جواب دے کر ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب بند کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

" باس ۔ استاد باشو کا وہ احاطہ تو نہیں مل سکا البتہ ایک دوسرے استاد کالو کا ایک اڈا میں نے چیک کیا ہے ۔ اسے پرانی حویلی کہا جاتا ہے ۔ نارائن گنج کا علاقہ ختم ہوتا ہے تو اس کے بعد ایک قدیم دور کی پرانی سی کھنڈر حویلی ہے جس میں ٹوٹے پھوٹے بے شمار کمرے ہیں ۔ وہاں تقریباً ڈیڑھ سو کے قریب فقیر رہتے ہیں جن میں عورتیں بھی ہیں، مرد بھی، بچے بھی، بوڑھے اور جوان بھی ۔ یہ استاد کالو کا اڈا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے ایسے دو اور اڈے بھی ہیں ۔ ان سے بھیک منگوانے کا باقاعدہ سسٹم بنایا گیا ہے ۔ دس ویگنیں ہیں جو ان فقیروں کو دو شفٹوں میں اڈے سے بازاروں، چوکوں اور دوسری جگہوں پر پہنچاتی ہیں اور پھر دوپہر کو انہیں وہاں سے شفٹ کرتی ہیں اور دوسری شفٹ کو وہاں پہنچاتی ہیں اور ان ویگنوں کے ڈرائیور ان فقیروں کی کمائی اکٹھی کر کے ایک مخصوص اڈے پر پہنچاتے ہیں جہاں سے یہ کمائی آگے پہنچتی ہے ۔ یہ پورا مافیا ہے باس "۔ ٹائیگر نے کہا۔

" اوہ ۔ جلدی سے تفصیل بتاؤ۔ کیسے یہ سب معلوم ہوا "۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے اسے تفصیل بتا دی کہ

کس طرح ویگن والے نے فقیروں کو اٹھا کر دوسری جگہوں پر پہنچایا
اور ان کی کمائی کا تھیلا ہوٹل کے مینجر کو پہنچایا۔ وہ اسے لے کر مین
مارکیٹ کے عقب میں موتیوں والی گلی کے ہوٹل میں کسی استاد
عاشق کو پہنچایا اور اس استاد عاشق کے پاس اور تھیلے بھی پہنچ گئے اور
استاد عاشق ان سب تھیلوں کو کسی استاد رؤف کو پہنچاتا ہے جہاں
سے ساری رقم اکٹھی ہو کر استاد کالو کو پہنچتی ہے۔

" یہ استاد کالو کہاں رہتا ہے"....... عمران نے پوچھا۔

" میں نے اس استاد عاشق سے پوچھ گچھ کی ہے۔ اس نے بتایا ہے
کہ استاد رؤف کا اڈا کالے بازار میں ہے۔ اس کا وہاں ہوٹل ہے جسے
رؤف ہوٹل کہا جاتا ہے اور استاد کالو کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ
بہت بڑا بدمعاش ہے اور کسی بڑے علاقے میں رہتا ہے۔ وہ سامنے
نہیں آتا صرف اس کا نام استعمال ہوتا ہے۔ اس کے آدمی سب کام
کرتے ہیں"....... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" وہ سردار ہاشو کے بارے میں کچھ پتہ چلا"....... عمران نے کہا۔

" نہیں باس۔ ملٹری ایریا کے پیچھے ایسا کوئی احاطہ نہیں ہے اور نہ
ہی وہاں فقیر ہیں۔ اس لئے اب میں نے سوچا ہے کہ کل دن کو جب
دوبارہ فقیر اپنی جگہوں پر پہنچیں گے تو پھر میں ان سے سردار ہاشو کے
بارے میں پوچھوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی نہ کوئی کلیو مل ہی
جائے گا"....... ٹائیگر نے کہا۔ اسی لمحے سلیمان ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر
داخل ہوا اور پھر اس نے درمیانی میز پر چائے کے برتن اور سنیکس کی

پلیٹیں رکھنا شروع کر دیں۔

" ارے۔ یہ میرا اکلوتا شاگرد ہے۔ تم اسے کھانا کھلانے کی
بجائے چائے پر کیوں ٹرخا رہے ہو"....... عمران نے کہا۔

" جب استاد کو کھانا ملے گا تو شاگرد کو بھی دعوت مل جائے
گی"....... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس
پڑا۔

" ارے وہ کیوں۔ رات کا کھانا تو تم پکا رہے تھے"....... عمران
نے چونک کر کہا۔

" وہ کھانا تو میں اپنے لئے بنا رہا ہوں۔ آج تو آپ کے کھانے کا
ناغہ ہے"....... سلیمان نے خالی ٹرالی ایک طرف کرتے ہوئے کہا۔

" ناغہ۔ کیا مطلب۔ کیوں"....... عمران نے چونک کر اور حیرت
بھرے لہجے میں کہا۔

" دو ماہ بعد ماہ رمضان آنے والا ہے اس لئے بڑی بیگم صاحبہ نے
کہا ہے کہ ابھی سے ریہرسل شروع کر دی جائے۔ اس ہفتے میں ایک
ناغہ، اگلے ہوتے میں دو ناغے اور پھر تین۔ اسی طرح ماہ رمضان
آنے تک ناغے بڑھتے جائیں گے"....... سلیمان نے جواب دیتے
ہوئے کہا۔

" تو کیا یہ ماہ رمضان صرف میرے لئے آرہا ہے۔ تمہارے لئے
نہیں آرہا"....... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" مفلس آقا کے باورچی نے کیا ریہرسل کرنی ہے اس کے لئے تو

پورا سال ہی افطاری ہوتی ہے"...... سلیمان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی کمرے سے باہر چلا گیا تو ٹائیگر جو چائے بنا رہا تھا بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

" سلیمان کی حاضر جوابیاں واقعی قابل داد ہیں باس ۔ اب بھی اس نے پورا سال ناغہ نہیں کہا بلکہ افطاری کہا ہے"...... ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا۔

" حریرے کھا کھا کر اس کے دماغ کے بند خلیات بھی کھلتے جا رہے ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے چائے کی پیالی واپس رکھی اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

" علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

" صدیقی بول رہا ہوں عمران صاحب ۔ میں بختیار کے والد سلامت علی کو لے کر واپس پہنچ گیا تھا ۔ دونوں باپ بیٹے کی ملاقات انتہائی جذباتی تھی ۔ میں نے انہیں نعمانی کے ساتھ واپس شام نگر بھجوا دیا ہے اور آپ کی دی ہوئی بھاری رقم بھی سلامت علی کو دے دی ۔ گو سلامت علی رقم نہ لے رہا تھا لیکن میں نے زبردستی اس کی جیب میں ڈال دی ۔ میں نے اس لئے فون کیا ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ جب بختیار واپس چلا جائے گا تو پھر آپ تفصیل بتائیں گے"۔ صدیقی نے کہا۔

" تم میرے فلیٹ پر آ جاؤ لیکن اس وقت کھانے کا وقت ہے ۔ اگر تم نے کھانا کھانا ہے تو اپنے لئے بھی لیتے آنا اور میرے اور میرے شاگرد ٹائیگر کے لئے بھی اور اگر صرف چائے اور سنیکس پر ہی گزارہ کرنا ہے تو بغیر کسی خرچے کے آ جاؤ"...... عمران نے کہا تو سامنے بیٹھا ہوا ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔

" کیوں ۔ کیا سلیمان نے ہڑتال کر دی ہے"...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا تو جواب میں عمران نے سلیمان کی ماہ رمضان کی آمد والی بات دوہرا دی اور صدیقی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

" آپ دونوں میری طرف سے دعوت قبول کریں اور گرانڈ ہوٹل آ جائیں ۔ کھانا میں کھلاؤں گا"...... صدیقی نے کہا۔

" کتنا کھانا کھلاؤ گے ۔ ایسا نہ ہو کہ جب ہم آرڈر دینے لگیں تو تم اٹھ کر ہی بھاگ جاؤ"...... عمران نے کہا۔

" ارے نہیں عمران صاحب ۔ آپ جتنا بھی چاہیں آرڈر دیں آپ کے آرڈر کی تعمیل ہو گی"...... صدیقی نے کہا۔

" تعمیل تو ظاہر ہے ہو گی لیکن بل کون دے گا"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" بل میں دوں گا ۔ وعدہ رہا"...... صدیقی نے کہا۔

" اوکے ۔ چلو آج سچے لوگوں کو بھی آزما لیں کہ صرف نام کے سچے ہیں یا واقعی سچے ہیں ۔ تم پہنچو ہم آ رہے ہیں"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

" سلیمان ۔ آغا سلیمان پاشا صاحب"...... عمران نے رسیور رکھ کر اونچی آواز میں کہا۔

" جی صاحب"...... سلیمان نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔

" تم نے اپنے کھانے میں زیادہ سے زیادہ آلو بینگن بنائے ہوں گے جبکہ ہم دونوں اب گرانڈ ہوٹل میں سپیشل ڈنر کریں گے اور ہمیں اجازت دی گئی ہے کہ ہم جتنا چاہیں اور جس قدر چاہیں آرڈر دے دیں"...... عمران نے بڑے فاتحانہ لہجے میں کہا تو ٹائیگر ان کی ہونے والی نوک جھونک دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ اس سے پوری طرح محظوظ ہو رہا تھا۔

" ہوٹل گرانڈ میں کھانا ۔ ہونہہ ۔ وہاں سے تو یتیم خانے کے مینجر یتیموں کے لئے کھانا نہیں منگواتے ۔ وہاں ہر چیز گھٹیا اور باسی ہوتی ہے ۔ میں نے تو آج سپیشل پائے پکائے ہیں"...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" سپیشل پائے ۔ کیا مطلب ۔ ہاتھی کے پائے"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"یہاں خرگوش کے پائے نہیں خریدے جا سکتے اور آپ ہاتھی کے پائے کہہ رہے ہیں ۔ بکرے کے پائے ہیں ۔ ہمسایوں نے بھیجے ہیں اس لئے پک رہے ہیں اور اب میں بیٹھ کر اطمینان سے کھاؤں گا"...... سلیمان نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

"آؤ ٹائیگر ۔ ویسے بکرے کے پائے سلیمان واقعی بے حد لذیذ پکاتا

ہے ۔ لیکن اب کیا کیا جائے مجبوری ہے"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

" باس ۔ آپ کے ذہن میں ان فقیروں کے سلسلے میں کیا پلاننگ ہے"...... ٹائیگر نے اپنی کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ چونکہ ٹائیگر کی کار موجود تھی اس لئے عمران اپنی کار نکلنے کی بجائے ٹائیگر کی کار کی سائیڈ سیٹ پر ہی بیٹھ گیا تھا۔

" پلاننگ ۔ کیا مطلب ۔ کیسی پلاننگ"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

" باس ۔ آپ نے ان کے گرگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے کہا تھا ۔ ان کا کیا کرنا ہے ۔ کیا ان کو گھیر کر ہلاک کرنا ہے"...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

"پہلے میرے ذہن میں کوئی خاص پوائنٹ موجود نہ تھا ۔ مسئلہ صرف اس لڑکے بختیار کو ان گرگوں سے بچانا تھا لیکن اب تمہاری بات سن کر مجھے خیال آ رہا ہے کہ یہ باقاعدہ مافیا ہے ۔ انہوں نے باقاعدہ گروپ بنا رکھے ہیں ۔ یہ لوگ معذوروں، بوڑھوں، غریب عورتوں اور بچوں کو اپنی کمائی کے لئے استعمال کرتے ہیں ۔ بچے اغوا کئے جاتے ہوں گے، ان عورتوں کی عزتیں پامال کی جاتی ہوں گی ۔ یہ ایک بہت بڑی معاشرتی برائی ہے بلکہ اسے معاشرتی ناسور کہا جا سکتا ہے ۔ اس کا واقعی مناسب اور مستقل سدباب ہونا چاہئے" ۔

عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" کیا سدباب باس ۔ فقیروں کی تعداد تو پورے ملک میں لاکھوں نہیں تو ہزاروں میں ہو گی ۔ گرگوں کے ہلاک ہو جانے کے باوجود لوگ بھیک مانگنے سے تو باز نہیں آئیں گے ۔ جلد ہی نئے گرگے انہیں کنٹرول کر لیں گے پھر"...... ٹائیگر نے کہا۔

" تمہاری بات درست ہے ۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں پہلے ان کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنی چاہئیں کہ پورے پاکیشیا میں کتنے گروپ اس بیگرز مافیا سے متعلق ہیں ۔ ان میں کون کون لوگ شامل ہیں ۔ پوری معلومات حاصل کر لینے کے بعد ہم ان کے خلاف کارروائی کریں گے اور اس کے ساتھ ہی حکومت کی طرف سے ان فقیروں کے بارے میں ٹھوس اقدامات کئے جائیں گے ۔ جو معذور لوگ ہوں گے انہیں ہسپتالوں میں بھیج کر ان کا علاج کیا جائے گا، جو عورتیں ہیں انہیں دارالامان بھجوایا جائے گا، غریب بوڑھوں کو عافیت گھروں میں داخل کر دیا جائے گا، اغوا شدہ بچوں کو ان کے گھروں میں واپس پہنچایا جائے گا اور ان گرگوں کو باقاعدہ مجرم قرار دیا جائے گا ۔ تب ہی یہ مسئلہ حل ہو گا"...... عمران نے کہا۔

" لیکن باس ۔ میں نے اکثر ایسے گداگر بھی دیکھے ہیں جن کے پورے خاندان بھیک مانگتے ہیں جیسے خانہ بدوش ہیں ۔ اسی طرح اور خاندان بھی ہیں ۔ ان کی پوری برادریاں ہیں ۔ یہ لوگ ویسے نارمل انداز میں رہتے ہیں البتہ یہ مزدوری کرنے یا کوئی کام کرنے کی

بجائے گداگری ہی کرتے ہیں ۔ گداگری باقاعدہ ان کا پیشہ ہے ۔ ان کا کیا ہو گا"...... ٹائیگر نے کہا۔

" ہاں ۔ میں نے بھی سنا ہوا ہے کہ یہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو کام کرنے والے کو اپنی برادری سے نکال دیتے ہیں ۔ یہ سب تعلیم کی کمی کی وجہ سے ہے ۔ میرا خیال ہے کہ ایسی برادری اور ایسے خاندانوں کو قانونی طور پر ایک جگہ رہنے کا پابند کیا جائے اور ان کے بچوں کو تعلیم دی جائے اور ان کے مردوں کو ہنر سکھائے جائیں تاکہ یہ مزدوری کر سکیں ۔ اس طرح آہستہ آہستہ ان کا یہ کلچر خود بخود تبدیل ہو جائے گا"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" باس ۔ ہماری حکومت میں سوشل ورک کی باقاعدہ وزارت موجود ہے ۔ اسے یہ کام خود کرنا چاہئے"...... ٹائیگر نے کہا۔

" اسی چاہئے اور نہ کرنے کے درمیان پوری قوم پھنس چکی ہے ۔ لوگ حکومت کو کہتے ہیں کہ اسے یہ کرنا چاہئے اور یہ نہیں کرنا چاہئے جبکہ حکومت عوام سے توقع رکھتی ہے کہ عوام ازخود یہ کریں گے اور یہ نہ کریں گے"...... عمران نے جواب دیا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا تو صوفے پر بیٹھا ہوا لمبا تڑنگا آدمی بے اختیار اچھل پڑا۔اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی اور وہ سامنے ٹی وی پر نظریں جمائے ہوئے تھا کہ اچانک کمرے کا دروازہ اس دھماکے سے کھلا کہ وہ بے اختیار اچھل پڑا تھا ۔ کمرے میں ایک نوجوان داخل ہو رہا تھا جس نے جینز کی پینٹ اور سیاہ رنگ کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی ۔ اس کے سر کے بال اس کے کاندھوں پر پڑے ہوئے تھے ۔چہرے مہرے اور انداز سے وہ جرائم پیشہ دکھائی دیتا تھا۔

" یہ کیا طریقہ ہے آنے کا بخشو"....... صوفے پر بیٹھے ہوئے لمبے تڑنگے آدمی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" سوری باس ۔دراصل میں بے حد جوش میں تھا اس لئے ایسا ہوا ہے ۔آئی ایم سوری"....... آنے والے نے جسے بخشو کے نام سے پکارا گیا تھا قدرے معذرت بھرے لہجے میں کہا اور سامنے پڑے ہوئے دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

" ایسا کیا جوش آگیا تھا تمہیں"....... باس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" باس ۔ کسٹم کے انسپکٹر قاسم کو آج صبح گولی مار دی گئی ہے اور اسے گولی مارنے والا سردار ہاشو ہے"....... بخشو نے کہا تو باس بے اختیار چونک کر سیدھا ہو گیا۔

" کیا ۔ کیا کہہ رہے ہو ۔ کیا مطلب ۔ کون انسپکٹر قاسم"۔ باس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" باس ۔ کسٹم میں ایک انتہائی ایماندار کسٹم انسپکٹر تعینات تھا جس کا نام قاسم تھا ۔اس نے کافرستان سے آنے والی ایک شپمنٹ پکڑ لی جس میں ممنوعہ مال بھجوایا گیا تھا جس پر سب افراد کو گرفتار کر لیا گیا اور مال بحق حکومت ضبط کر لیا گیا لیکن بعد میں یہ سب لوگ بری ہو گئے اور انسپکٹر قاسم کو اس سیٹ سے ہٹا کر ایک دوسرے عام سے شعبے میں بھجوا دیا گیا لیکن پھر پتہ چلا کہ انسپکٹر قاسم کو دوبارہ اس سیٹ پر لے آیا گیا ہے کیونکہ اس کا بھائی سنٹرل انٹیلی جنس میں انسپکٹر ہے اور اس نے سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کو ساری صورت حال بتائی جس پر انہوں نے خفیہ انکوائری کرائی تو انہیں رپورٹ مل گئی کہ واقعی انسپکٹر قاسم کو اس کی ایمانداری کی سزا دی گئی ہے جس پر ان کے کہنے پر قاسم کو دوبارہ پہلے والے شعبے میں تعینات کر دیا گیا"....... بخشو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا تو صوفے پر بیٹھا ہوا لمبا تڑنگا آدمی بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی اور وہ سامنے ٹی وی پر نظریں جمائے ہوئے تھا کہ اچانک کمرے کا دروازہ اس دھماکے سے کھلا کہ وہ بے اختیار اچھل پڑا تھا۔ کمرے میں ایک نوجوان داخل ہو رہا تھا جس نے جینز کی پینٹ اور سیاہ رنگ کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کے سر کے بال اس کے کاندھوں پر پڑے ہوئے تھے۔ چہرے مہرے اور انداز سے وہ جرائم پیشہ دکھائی دیتا تھا۔

"یہ کیا طریقہ ہے آنے کا بخشو"...... صوفے پر بیٹھے ہوئے لمبے تڑنگے آدمی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سوری باس۔ دراصل میں بے حد جوش میں تھا اس لئے ایسا ہوا ہے۔ آئی ایم سوری"...... آنے والے نے جسے بخشو کے نام سے پکارا گیا تھا قدرے معذرت بھرے لہجے میں کہا اور سامنے پڑے ہوئے دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ایسا کیا جوش آگیا تھا تمہیں"...... باس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"باس۔ کسٹم کے انسپکٹر قاسم کو آج صبح گولی مار دی گئی ہے اور اسے گولی مارنے والا سردار ہاشو ہے"...... بخشو نے کہا تو باس بے اختیار چونک کر سیدھا ہو گیا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا مطلب۔ کون انسپکٹر قاسم"۔ باس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"باس۔ کسٹم میں ایک انتہائی ایماندار کسٹم انسپکٹر تعینات تھا جس کا نام قاسم تھا۔ اس نے کافرستان سے آنے والی ایک شپمنٹ پکڑ لی جس میں ممنوعہ مال بھجوایا گیا تھا جس پر سب افراد کو گرفتار کر لیا گیا اور مال بحق حکومت ضبط کر لیا گیا لیکن بعد میں یہ سب لوگ بری ہو گئے اور انسپکٹر قاسم کو اس سیٹ سے ہٹا کر ایک دوسرے عام سے شعبے میں بھجوا دیا گیا لیکن پھر پتہ چلا کہ انسپکٹر قاسم کو دوبارہ اس سیٹ پر لے آیا گیا ہے کیونکہ اس کا بھائی سنٹرل انٹیلی جنس میں انسپکٹر ہے اور اس نے سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کو ساری صورت حال بتائی جس پر انہوں نے خفیہ انکوائری کرائی تو انہیں رپورٹ مل گئی کہ واقعی انسپکٹر قاسم کو اس کی ایمانداری کی سزا دی گئی ہے جس پر ان کے کہنے پر قاسم کو دوبارہ پہلے والے شعبے میں تعینات کر دیا گیا"...... بخشو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کافرستان سے یہ مال کس نے بھجوایا تھا"....... باس نے پوچھا۔

"سیٹھ اشوک کا مال تھا باس"....... بخشو نے کہا۔

"اوہ اچھا۔ پھر کیا ہوا"....... باس نے کہا۔

"باس۔ آج صبح قاسم سرکاری کار میں ڈیوٹی پر جا رہا تھا کہ ایک چوک پر جیسے ہی سگنل ریڈ ہوا اور اس نے کار روکی تو اسے وہیں گولی مار دی گئی اور وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گیا کیونکہ گولی اس کے سر میں لگی تھی"....... بخشو نے کہا۔

"لیکن تم تو کہہ رہے ہو کہ یہ قتل سردار ہاشو نے کیا ہے"۔ باس نے کہا۔

"یس باس۔ اس چوک پر ہمارے گروپ کے فقیر موجود تھے۔ ان میں سرجیت بھی تھا جو مصنوعی اندھا بنا ہوا تھا۔ سرجیت نے خود دیکھا کہ ایک کار کچھ فاصلے پر سینما کی دیوار کے ساتھ کافی دیر سے رکی ہوئی تھی۔ اس کی سائیڈ سیٹ پر سردار ہاشو موجود تھا جبکہ ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی دوسرا آدمی تھا۔ سرجیت پرانا آدمی ہے اور سردار ہاشو کو اچھی طرح پہچانتا ہے۔ پھر جیسے ہی انسپکٹر قاسم کی کار رکی سرجیت نے سردار ہاشو کے ہاتھ میں زیرو گن کی جھلک دیکھی۔ اس کے ساتھ ہی گولی چلنے کی آواز سنائی دی اور انسپکٹر قاسم ہلاک ہو گیا اور سردار ہاشو کی کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی"....... بخشو نے کہا۔

"پھر کیا ہوا"....... باس نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

"ہونا کیا تھا۔ وہاں افراتفری پھیل گئی۔ سرجیت اور دوسرے

فقیر بھی وہاں سے غائب ہو گئے۔ پولیس آ گئی۔ سرجیت سیدھا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے یہ ساری بات بتائی تو میں آپ کے پاس آیا ہوں"....... بخشو نے کہا۔

"لیکن سردار ہاشو کو کیا ضرورت تھی کہ وہ انسپکٹر قاسم کو خود ہلاک کرتا۔ وہ یہ کام کسی سے بھی کرا سکتا تھا"....... باس نے کہا۔

"باس۔ قدرت بعض اوقات ایسے کام کرا دیتی ہے۔ اگر سردار ہاشو خود یہ کام نہ کرتا تو ہمیں یہ سنہری موقع کیسے مل سکتا تھا"۔ بخشو نے کہا تو باس بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ کیسا سنہری موقع"....... باس نے حیران ہو کر کہا۔

"باس۔ سردار ہاشو کے خلاف آپ پولیس اور انٹیلی جنس کو خفیہ اطلاع دے دیں۔ پولیس اسے گرفتار کر لے گی اور پھر سردار ہاشو نے چونکہ انسپکٹر قاسم کو ہلاک کیا ہے جس کے پیچھے سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل ہیں اس لئے لامحالہ پولیس اس سے رشوت لے کر اسے نہیں چھوڑے گی اور اس طرح سردار ہاشو طویل عرصے کے لئے جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلا جائے گا اور اگر اس نے پولیس کی تھرڈ ڈگری کے سامنے اعتراف جرم کر لیا تو پھر اسے یقیناً پھانسی ہو جائے گی۔ بہرحال اس دوران ہم اس کے گروپ کے تمام فقیروں کو اپنے گروپ میں شامل کر لیں گے۔ اس طرح ہماری طاقت اور کمائی دوگنا ہو جائے گی"....... بخشو نے کہا۔

"ہونہہ ۔ بات تو تمہاری ٹھیک ہے لیکن سردار ہاشو اکیلا تو نہیں ہے ۔اس کا پورا گروپ ہے اور پھر اس کے پیچھے مارگو کا بھی ہاتھ ہے اور مارگو کو تم جانتے ہی ہو کہ اس مارگو کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں اس لئے ایسا نہ ہو کہ الٹا ہمارے لئے کوئی مسئلہ بن جائے "....... باس نے کہا۔

"باس ۔اس کے گروپ میں دو آدمی ہیں اور ان دونوں کا خاتمہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے ۔ باقی رہا مارگو تو یہی کام مارگو کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے ۔اس طرح اس گروپ کے چار انتہائی تربیت یافتہ فقیر ہمارے پاس آجائیں گے اور اس گروپ کے چار سو انتہائی قیمتی اڈوں پر بھی ہم قبضہ کر لیں گے ۔آپ سوچیں کتنا بڑا کام ہو جائے گا"....... بخشو نے کہا۔

"اوہ ۔ تم ٹھیک کہتے ہو ۔ ہمیں واقعی فوری ایسا کام کرنا چاہئے "....... باس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شراب کی بوتل ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"باس ۔ بس ایک بات کا خیال رکھنا کہ ہمارا نام براہ راست سامنے نہ آئے ورنہ تو دونوں گروپوں میں مسلسل فسادات شروع ہو جائیں گے"....... بخشو نے کہا۔

"تم نے مجھے اپنی طرح احمق سمجھ رکھا ہے ۔ نانسنس"۔ باس نے غصے سے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔ میرا یہ مطلب نہ تھا باس ۔میں نے تو ویسے ہی یہ بات کر

دی تھی ۔آئی ایم سوری باس"....... بخشو نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا تو باس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے ۔

"انکوائری پلیز"....... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی ۔

"سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ کا نمبر دیں"....... باس نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ باس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے ۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض سنٹرل انٹیلی جنس بیورو بول رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے تحکمانہ لہجے میں کہا گیا۔

"کسٹم کے انسپکٹر قاسم کو چوک پر گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے یہ انسپکٹر قاسم آپ کے کسی انسپکٹر کا بھائی ہے اور آپ کے ڈائریکٹر جنرل نے اسے ایماندار سمجھتے ہوئے دوبارہ کسٹم کے چیکنگ شعبے میں لگوایا تھا اور اس انسپکٹر قاسم کو ہلاک کرنے والا ایک آدمی ہے جسے سردار ہاشو کہا جاتا ہے ۔اب اسے تلاش کرنا آپ کا اپنا کام ہے"۔ باس نے تیز تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"باس ۔آپ نے بہت اچھا اقدام کیا ہے ۔اب انٹیلی جنس خود ہی سردار ہاشو کو تلاش کر لے گی"....... بخشو نے کہا۔

"سردار ہاشو کے دو اسسٹنٹ ہیں ۔ایک کا نام روشو اور دوسرے

کا نام فضلو ہے جبکہ اس کے بڑے استاد کا نام مارگو ہے ۔ جب تک
یہ دونوں اسسٹنٹ اور بڑا استاد ختم نہیں ہو گا اس وقت تک اس
گروپ کے فقیروں پر ہم قبضہ نہیں کر سکتے"....... باس نے کہا۔

" تو پھر جو حکم دیں اس کی تعمیل ہو گی"....... بخشو نے کہا۔

" میرا خیال ہے کہ جیسے ہی انٹیلی جنس سردار ہاشو کو گرفتار
کرے ان تینوں کا اسی روز خاتمہ کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی
ہمارے آدمی سردار ہاشو کے احاطے پر ریڈ کر دیں تاکہ وہاں موجود
تمام فقیروں کو وہاں سے لپنے کیمپ میں منتقل کر دیا جائے اور ان
کے تمام اڈوں پر قبضہ کر لیا جائے"....... باس نے کہا۔

" یہ بہت اچھی تجویز ہے باس ۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں عرض
کروں"....... بخشو نے کہا۔

"ہاں بولو ۔ تم میرے خاص آدمی ہو"....... باس نے کہا۔

" روشو اور فضلو دونوں بے حد ہوشیار اور محتاط آدمی ہیں اور یہاں
کی تمام زیر زمین دنیا کے لوگوں سے ان کا انتہائی قریبی تعلق ہے اس
لئے ان دونوں کے قتل کے لئے عام جرائم پیشہ افراد کو استعمال کرنا
حماقت ہو گی ۔ روشو کے کیمپ میں ایک فقیر راکھو لنگڑا ہے ۔ وہ
ذہنی طور پر روشو سے انتہائی الرجک ہے کیونکہ روشو بے حد سفاک
فطرت آدمی ہے ۔ وہ معمولی معمولی باتوں پر فقیروں کو انتہائی تشدد
سے ہلاک کر دیتا ہے ۔ اس راکھو کا تعلق مجھ سے ہے ۔ اس نے مجھے
بتایا ہے کہ پچھلے دنوں روشو نے ایک بوڑھے فقیر کو انتہائی ظالمانہ

انداز میں معمولی سی غلطی پر ہلاک کر دیا ہے اور چونکہ اس نے یہ
ساری کارروائی راکھو کے سامنے کی تھی اس لئے راکھو کو اس سے
انتہائی نفرت ہو چکی ہے ۔ وہ چاہتا تو تھا کہ روشو کا گروپ چھوڑ کر
میرے گروپ میں آ جائے لیکن میں نے اسے منع کر دیا کیونکہ اس
طرح ہمارے دونوں گروپوں کے درمیان خواہ مخواہ کا جھگڑا کھڑا ہو
جاتا ۔ البتہ میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ ہم اسے روشو سے انتقام لینے کا
جلد ہی موقع دیں گے اس لئے اگر اسے آٹو میٹک پسٹل دے دیا جائے
تو وہ انتہائی آسانی سے روشو کا خاتمہ کر سکتا ہے اور کسی کو علم بھی نہ
ہو گا اور نہ ہی کوئی ہم پر شک کرے گا ۔ اس طرح فضلو کے گروپ
میں بھی ایسے آدمی موجود ہیں جنہیں اس کے خلاف کامیابی سے
استعمال کیا جا سکتا ہے"....... بخشو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اوہ ۔ بہت خوب بخشو ۔ تم تو بے حد ذہین ہو ۔ میں نے تمہاری
قدر ہی نہیں کی ۔ ٹھیک ہے ۔ آج سے تم میرے نائب ہو ۔ میرے
دونوں گروپوں کے انچارج اور بڑے استاد بخشو"....... باس نے کہا تو
بخشو نے اٹھ کر نہ صرف باس کے پیروں کو ہاتھ لگائے بلکہ ہاتھ اٹھا
کر حلف دیا کہ وہ ہمیشہ باس کا تابعدار اور فرمانبردار رہے گا۔

" ان دونوں کے خاتمے کا بہر طور بندوبست کرو لیکن اس مارگو کا
کیا کیا جائے ۔ وہ بے حد کایاں آدمی ہے"....... باس نے کہا۔

" باس ۔ اس کا خاتمہ تو ان دونوں سے بھی زیادہ آسانی سے کیا جا
سکتا ہے"....... بخشو نے کہا۔

" وہ کیسے "....... باس نے چونک کر پوچھا۔

" مارگو نے ایک عورت رکھی ہوئی ہے ۔ وہ ملک کے کسی اندرونی علاقے سے اغوا کر کے لائی گئی ہے اور پھر اس سے بھیک منگوانے کے لئے اس کی ایک ٹانگ اور ایک بازو توڑ دیا تھا لیکن وہ عورت بے حد جاندار اور خوبصورت تھی ۔ اس کا نام منظوراں ہے ۔ منظوراں کو ایک بار مارگو نے دیکھ لیا تو وہ اسے پسند آ گئی ۔ اس نے اسے فقیری گروپ سے نکال کر ایک علیحدہ جگہ دے دی اور اس کی ٹانگ اور بازو کا علاج بھی کرایا ۔ اب مارگو ہفتے میں ایک روز لازماً اس کے پاس جاتا ہے لیکن منظوراں بظاہر اس کی عورت ہے لیکن وہ دل ہی دل میں اس سے شدید نفرت کرتی ہے لیکن وہ چونکہ بے بس اور لاچار ہے اس لئے خاموش رہتی ہے ۔ اگر ہم اسے مارگو کے خلاف استعمال کریں تو آسانی سے یہ کام ہو سکتا ہے "....... بخشو نے کہا۔

" تمہیں اس بارے میں کیسے اتنی تفصیل سے علم ہے "۔ باس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" باس ۔ جس جگہ مارگو نے اس عورت منظوراں کو رکھا ہوا ہے اس کے ساتھ ہی ایک دستکاری سنٹر ہے اور دستکاری سنٹر کی میڈم باوری کو تو آپ جانتے ہیں کہ وہ کتنی تیز ہے ۔ وہ تو جس سے ملتی ہے اس کی روح تک کا حال باہر نکال لیتی ہے ۔ اس نے مجھے یہ ساری تفصیل بتائی تھی "....... بخشو نے کہا۔

" تم اس دستکاری سنٹر کے بھی انچارج ہو "....... باس نے چونک

کر کہا۔

" اوہ نہیں باس ۔ یہ دستکاری سنٹر میرج بیورو اور بیوٹی پارلر کا دھندہ تو دوسرے شعبے کا ہے ۔ وہ اس شعبے سے لڑکیاں اغوا کر کے کافرستان بھجواتے ہیں ۔ میری بھی اس میڈم کے ساتھ شراکت ہے ۔ میں بھی دیہات سے لڑکیاں گھیر کر لاتا ہوں اور انہیں میڈم دستکاری سکھانے اور گھر سے بھاگنے اور اچھی زندگی گزارنے پر آمادہ کرتی ہے اور پھر یہ لڑکیاں کافرستان پہنچا دی جاتی ہیں اس لئے میرے میڈم سے گہرے تعلقات ہیں "....... بخشو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے ۔ اب یہ سارا کام تمہاری ذمہ داری پر رہا ۔ بس تم نے آ کر مجھے بتانا ہے کہ سردار ہاشو کا گروپ ختم اور اس کے اڈے اور فقیر ہمارے قبضے میں آ گئے ہیں اور سنو ۔ اگر یہ کام تم کر لو تو میں دونوں گروپوں کی آمدن میں سے تمہارا حصہ بھی رکھا کروں گا "۔ باس نے کہا۔

" تھینک یو باس ۔ آپ واقعی جی دار ہیں اور اسی لئے ساری دنیا کہتی ہے کہ استاد کالو بڑا جی دار آدمی ہے "....... بخشو نے بڑے خوشامدانہ لہجے میں کہا تو باس بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

عمران نے کار سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کی پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے کار لاک کی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ سر عبدالرحمن سرکاری دورے پر ملک سے باہر ہیں اس لئے ان دنوں سوپر فیاض قائم مقام ڈائریکٹر جنرل کے عہدے پر کام کر رہا ہے اور یہ بھی اسے معلوم تھا کہ جب سوپر فیاض قائم مقام ڈائریکٹر جنرل بنتا ہے تو پھر اس کا دماغ بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے لیکن ظاہر ہے عمران کو اس کی کیا پرواہ تھی۔ وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض سے اس لئے ملنا چاہتا تھا کہ اسے اس بات پر آمادہ کر سکے کہ وہ انٹیلی جنس کے آدمیوں کو پورے ملک میں اس بیگرز مافیا کے خلاف حرکت میں لا سکے۔ گو صدیقی کو اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ دارالحکومت میں موجود فقیروں اور گداگروں کے بارے میں تفصیلات اکٹھی کریں تاکہ وہ ان معلومات

کی بناء پر سر سلطان کو آمادہ کر سکے کہ وہ صدر کو کہہ کر اس سلسلے میں کوئی مؤثر قانون سازی کرا سکیں لیکن پھر اسے خیال آیا کہ یہ جال تو لامحالہ پورے ملک میں پھیلا ہوا ہو گا۔ ہر بڑے اور چھوٹے شہر میں یہ مافیا کام کرتا ہو گا اور پورے ملک سے تو اس معاملے میں تفصیلی کوائف صدیقی اور اس کے ساتھی اکٹھے نہیں کر سکتے اس لئے اس کا خیال تھا کہ اس سلسلے میں وہ سنٹرل انٹیلی جنس کو حرکت میں لائے کیونکہ انٹیلی جنس کا عملہ پورے ملک کے ہر بڑے اور چھوٹے شہر میں موجود تھا۔ سوپر فیاض کا چپڑاسی اس کے آفس کے باہر الرٹ کھڑا تھا اور یہی سوپر فیاض کے آفس میں موجود ہونے کی نشانی تھی ورنہ چپڑاسی اطمینان سے کرسی پر بیٹھا رہتا تھا۔ عمران جب قریب پہنچا تو چپڑاسی نے مسکراتے ہوئے اسے سلام کیا۔

"تمہارے صاحب کا موڈ کیسا ہے"....... عمران نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"بڑے صاحب سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں"....... چپڑاسی نے آہستہ سے کہا تو عمران اس کے خوبصورت اور گہرے جواب پر بے اختیار ہنس پڑا اور پھر پردہ ہٹا کر وہ اندر داخل ہوا تو فائل پر جھکے ہوئے سوپر فیاض نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر اس نے دوبارہ فائل پر سر جھکا لیا البتہ ہاتھ سے اس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کر دیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ بے حد مصروف ہے اور اس کے پاس بات کرنے کا بھی وقت نہیں ہے۔

" السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ قائم مقام ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلی جنس بیورو صاحب"....... عمران نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔

" وعلیکم السلام ۔ کیسے ہو"....... سوپر فیاض نے سر اٹھائے بغیر بڑے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔

" میں الحمدللہ بخیریت ہوں اور تمہاری خیریت اللہ تعالیٰ سے نیک چاہتا ہوں"....... عمران نے جواب دیا تو سوپر فیاض نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فائل بند کر دی۔

" مجھے معلوم ہے کہ تمہاری بکواس کا چرخہ اب بند نہیں ہو گا ۔ بولو کیسے آئے ہو"....... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" ایک لمبی کہانی کا پلان لے کر آیا ہوں ۔ یقین کرو اگر تم آمادہ ہو جاؤ تو میری اور تمہاری آئندہ سات کیا سات ہزار نسلیں عیش کریں گی"....... عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔

" کون سا پلان ۔ کیا مطلب"....... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" تم نے ٹریفک چوکوں پر سائیڈوں میں موجود عورتوں اور بچوں کو دیکھا ہو گا جو ٹریفک رکتے ہی کاروں اور موٹر سائیکلوں والوں سے بھیک مانگنا شروع کر دیتے ہیں"....... عمران نے کہا تو سوپر فیاض چونک پڑا۔

" ہاں ۔ ان دنوں واقعی ایسے لوگ ہر چوک پر نظر آنے لگ گئے

ہیں اور یہ لوگ اس قدر ڈھیٹ ہوتے ہیں کہ لاکھ ان سے معافی مانگو لیکن چپک ہی جاتے ہیں"....... سوپر فیاض نے کہا۔

" اس کے علاوہ سڑکوں پر بے شمار معذور، بوڑھے، نابینا، لنگڑے لولے افراد اور بچے پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور معصوم بچوں کو اٹھائے عورتیں باغوں میں، پارکوں میں، مارکیٹوں میں، سینماؤں اور تھیٹروں کے باہر۔ ریلوے اسٹیشن اور بس اڈوں پر اور خاص طور پر کچہری میں، ہسپتالوں کے باہر ان کے ہجوم نظر آتے ہیں"....... عمران نے باقاعدہ تقریر کرتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

" ہاں ۔ ہیں تو سہی ۔ ہمارے ملک میں چونکہ غربت کی شرح بڑھتی جا رہی ہے اس لئے گداگروں کی تعداد میں بھی ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا جا رہا ہے لیکن تم کہنا کیا چاہتے ہو"....... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" اگر ہم دونوں مل کر یہ دھندہ شروع کر دیں تو کیسا رہے گا"۔ عمران نے کہا سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا ۔ اس کی آنکھوں سے شعلے سے نکلنے لگے تھے۔

" یہ کیا بکواس ہے ۔ کیا میں تمہیں گداگر نظر آ رہا ہوں ۔ نانسنس"....... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں چیختے ہوئے کہا۔

" یہ بکواس نہیں ہے قائم مقام ڈائریکٹر جنرل صاحب ۔ یہ زبردست مالی پلان ہے"....... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب تم گداگری کرو گے ۔ کیوں ۔ سر عبدالرحمن واقعی تمہیں گولی مار دیں گے"....... سوپر فیاض نے کہا۔

"ارے ۔ تو تم سمجھ رہے ہو کہ میں نے تمہیں گداگری کرنے کے لئے کہا ہے ۔ کیا تمہاری عقل بھی ڈیڈی کے ساتھ سرکاری دورے پر چلی گئی ہے ۔ تمہیں معلوم ہی نہیں ہے کہ یہ سب گداگر اور فقیر اپنے طور پر گداگری نہیں کرتے ۔ یہ ایک بہت بڑے مافیا کے غلام ہیں ۔یہاں بڑے بڑے بدمعاشوں نے گروپ بنا رکھے ہیں اور ہر گروپ میں دو اڑھائی سو سے زیادہ گداگر ہیں ۔ ان کے آدمی انہیں باقاعدہ بھیک مانگنے والے اڈوں پر پہنچاتے ہیں اور واپس لے جاتے ہیں ۔ پھر ساری کمائی ان سے لے لی جاتی ہے ۔ انہیں معمولی سی غذا اور پھٹا پرانا لباس دیا جاتا ہے جبکہ یہ ساری کمائی اگر اکٹھی کی جائے تو روزانہ کروڑوں میں بنتی ہے ۔ لوگ رحم کھا کر خیرات دیتے ہیں اور یہ خیرات ان بدمعاشوں اور ان کے سرداروں کے بینکوں میں اکٹھی ہوتی رہتی ہے"....... عمران نے کہا تو سوپر فیاض کی آنکھیں پھیلنے لگ گئیں۔

"کیا ۔ کیا تم درست کہہ رہے ہو"....... سوپر فیاض نے کہا۔

"ہاں ۔ میں درست کہہ رہا ہوں"....... عمران نے کہا۔

"لیکن یہ لوگ اگر خود کماتے ہیں تو انہیں کیوں دے دیتے ہیں خود کیوں نہیں رکھتے"....... سوپر فیاض نے کہا۔

"یہ لوگ ان کے غلام ہیں ۔ وہ معمولی سی رقم بھی چھپا لیں تو مار

مار کر ان کی ہڈیاں توڑ دی جاتی ہیں اور انہیں گولی مار دی جاتی ہے ۔ مافیا انہیں آسانی سے کیسے اپنے پنجے سے آزاد ہونے کی اجازت دے سکتا ہے"....... عمران نے کہا۔

"ایسا ہے تو تمہارا مطلب ہے کہ ہم بھی اسی طرح فقیر رکھیں اور ان کی کمائی کھائیں ۔ کیوں"....... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اس میں حرج ہی کیا ہے ۔ بہرحال یہ بزنس ہے ۔ کم از کم حرام کی کمائی سے تو اچھا ہے"....... عمران نے کہا۔

"بس اٹھو اور نکل جاؤ ۔ اب اگر تم نے کوئی بات کی تو میں ابھی تمہیں جیل میں ڈالوا دوں گا"....... سوپر فیاض نے چیختے ہوئے کہا لیکن اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سوپر فیاض نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض سنٹرل انٹیلی جنس بیورو بول رہا ہوں"۔ سوپر فیاض نے اپنے آپ کو نارمل رکھتے ہوئے کہا ۔ دوسری طرف سے بولنے والا مسلسل بول رہا تھا اور چونکہ اس کی آواز خاصی اونچی تھی اس لئے ہلکی سی آواز عمران کے کانوں تک بھی پہنچ رہی تھی لیکن ظاہر ہے عمران کو فیاض کے فون سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی لیکن پھر اس کے کانوں میں سردار ہاشو کا نام پڑا تو وہ بے اختیار چونک پڑا ۔ اسی لمحے فیاض نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

"نانسنس ۔ احمق ۔ یہ سمجھتے ہیں کہ سنٹرل انٹیلی جنس بے کار

بیٹھی ہوئی ہے ۔ نانسنس"....... سوپر فیاض نے رسیور رکھ کر انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"کون تھا اور کیا کہہ رہا تھا"....... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو سوپر فیاض چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"کون ۔ کس کی بات کر رہے ہو"....... سوپر فیاض نے کہا۔

"فون کس کا تھا اور کیا کہہ رہا تھا ۔ اس نے سردار ہاشو کی بات کی تھی ۔ کیا تم سردار ہاشو کو جانتے ہو"....... عمران نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"سردار ہاشو ۔ مجھے کیا معلوم ۔ بے نام کال تھی کہ کسٹم کے انسپکٹر قاسم کو چوک پر گولی مار دی گئی ہے اور گولی مارنے والا سردار ہاشو تھا اور انسپکٹر قاسم کا بھائی انٹیلی جنس میں انسپکٹر ہے اور انسپکٹر قاسم کو تمہارے ڈیڈی نے واپس کسٹم چیکنگ شعبے میں لگوایا تھا ۔ معلوم نہیں کیا کیا بکواس کر رہا تھا"....... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اتنے ریفرنسز کے باوجود تم انسپکٹر قاسم کو نہیں جانتے "۔ عمران نے چونک کر کہا۔

"کون سے ریفرنسز ۔ یہ کیا کہہ رہے ہو ۔ ایسے فون تو آتے ہی رہتے ہیں ۔ یہ تم نے کیا جرح شروع کر دی ہے"....... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے تمہارے ایک انسپکٹر کا نام ہاشم ہے ۔

شاید وہی اس قاسم کا بھائی ہے"....... عمران نے کہا۔

"ہو گا ۔ لیکن تم اس معاملے میں کیوں اتنی دلچسپی لے رہے ہو ۔ تمہارا اس سے کیا تعلق"....... سوپر فیاض نے کہا۔

"جہاں تک میں اس کال سے سمجھا ہوں ۔ کال کرنے والا چاہتا ہے کہ سردار ہاشو کو انسپکٹر قاسم کے قتل کے الزام میں انٹیلی جنس گرفتار کر لے ۔ لیکن کیوں چاہتا ہے ۔ یہ مجھے معلوم نہیں"۔ عمران نے کہا۔

"انٹیلی جنس احمقوں کا ٹولہ نہیں ہے کہ نامعلوم کالوں پر گرفتاریاں شروع کر دے ۔ یہ قتل وغیرہ کی انکوائری پولیس کا کام ہے ۔ ہمارا نہیں"....... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی چپڑاسی اندر داخل ہوا۔

"سر ۔ انسپکٹر ہاشم اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے"....... چپڑاسی نے اندر آکر انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا تو سوپر فیاض چونک پڑا۔

"اسے اندر بھیج دو"....... عمران نے سوپر فیاض کے بولنے سے پہلے چپڑاسی سے کہا تو چپڑاسی نے سوپر فیاض کی طرف دیکھا۔

"بھیجو اسے ۔ کیا کہتا ہے"....... سوپر فیاض نے جھٹکے دار لہجے میں کہا تو چپڑاسی سر جھکائے تیزی سے باہر چلا گیا ۔ تھوڑی دیر بعد ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوا ۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی ۔ یہ انسپکٹر ہاشم تھا ۔ عمران بھی اس سے واقف تھا ۔ اس نے پہلے سوپر فیاض اور پھر عمران کو سلام کیا اور پھر فائل کھول کر اس نے سوپر

فیاض کے سامنے رکھ دی۔

"سر۔ میرے چھوٹے بھائی کسٹم انسپکٹر قاسم کو رابرٹ چوک پر گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ مجھے ابھی اطلاع ملی ہے اس لئے میں حاضر ہوا ہوں۔ مجھے ایک ہفتے کی چھٹی عنایت کر دیں"....... انسپکٹر ہاشم نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"بہت افسوس ہوا انسپکٹر ہاشم۔ بہت افسوس ہوا۔ نماز جنازہ یہیں پڑھی جائے گی یا آبائی گاؤں میں"....... عمران نے انتہائی افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"یہیں جناب۔ بڑی منڈی کے عقب میں ہماری رہائش گاہیں ہیں"....... انسپکٹر ہاشم نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم حاضر ہو جائیں گے۔ کوئی فون نمبر دے دو تاکہ میں وقت معلوم کر لوں۔ ظاہر ہے ابھی تو میت پولیس کی تحویل میں ہو گی اور چونکہ یہ قتل کی واردات ہوئی ہے اس لئے پوسٹ مارٹم بھی ہو گا"....... عمران نے کہا۔

"جی ہاں سر۔ میں اپنا کارڈ دے دیتا ہوں جناب"....... انسپکٹر ہاشم نے کہا اور جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس نے عمران کی طرف بڑھا دیا۔ اس دوران سوپر فیاض نے خاموشی سے فائل پر دستخط کر دیئے تھے۔ عمران نے ایک نظر کارڈ کو دیکھا اور پھر اسے جیب میں ڈال لیا۔ انسپکٹر ہاشم نے سوپر فیاض کا شکریہ ادا کیا اور اپنی فائل اٹھا کر مڑنے لگا۔

"ایک منٹ"....... عمران نے کہا تو انسپکٹر ہاشم رک گیا۔

"تمہارے مرحوم بھائی کے کتنے بچے ہیں"....... عمران نے پوچھا۔

"جی ایک بیوی اور دو چھوٹے بچے ہیں۔ قاسم بے حد ایماندار آدمی تھا اس لئے اس کی موت کے بعد اس کے بیوی بچوں کو بھی وراثت میں ایمانداری ہی ملے گی"....... انسپکٹر ہاشم نے کہا اور پھر تیزی سے قدم بڑھاتا آفس سے باہر چلا گیا۔

"کیا ضرورت تھی اس سے کہنے کی کہ ہم جنازہ پڑھنے آئیں گے"....... سوپر فیاض نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ تم انسپکٹر ہاشم کے باس ہو۔ کیا تم اس کے بھائی کے جنازے میں شامل نہیں ہو گے۔ ڈیڈی ہوتے تو لازماً جاتے"۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ ہاں۔ ٹھیک ہے اب تو جانا پڑے گا ورنہ میں تو نہیں جایا کرتا۔ تمہارے ڈیڈی شامل ہو جاتے تھے۔ اب تو مجھے جانا ہو گا"....... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"معلوم کرو کہ رابرٹ چوک کس تھانے کی حدود میں آتا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"کیوں۔ کیا مطلب"....... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔

"میں پولیس والوں سے مل کر اس واردات کی تفصیلی انکوائری کرانا چاہتا ہوں"....... عمران نے کہا۔

"اب یہ کام میں کروں گا۔ نانسنس۔ میں۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض

یہ فون پڑا ہے خود ہی معلوم کر لو"...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"انکوائری پلیز"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"کسی پولیس اسٹیشن کا نمبر دے دیں"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے ایک نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر اس نے دوبارہ نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"پولیس اسٹیشن باغبان آباد"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ سخت تھا۔

"سنٹرل انٹیلی جنس بیورو سے بول رہا ہوں"...... عمران نے بھی تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ یس سر۔ حکم سر۔ فرمایئے سر"...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکلخت مؤدبانہ ہو گیا جبکہ سوپر فیاض نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"جیولر بازار کے عقب میں رابرٹ چوک ہے۔ وہاں کسٹم انسپکٹر قاسم کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ یہ علاقہ کس تھانے کی حدود میں آتا ہے"...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے پوچھا۔

"سر۔ تھانہ جیولر بازار"...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اس کا نمبر کیا ہے"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر

بتا دیا گیا۔

"شکریہ"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"تم نے سنٹرل انٹیلی جنس کا نام کیوں لیا۔ اپنا نام لیتے۔ جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"میں نے کب جھوٹ بولا ہے۔ یہی کہا ہے کہ میں سنٹرل انٹیلی جنس بیورو سے بول رہا ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ میں سنٹرل انٹیلی جنس بیورو سے ہی بول رہا تھا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں۔ واقعی۔ لیکن تم اس کیس میں آخر اس قدر دلچسپی کیوں لے رہے ہو۔ شہر میں روزانہ قتل ہوتے رہتے ہیں"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"اس میں سردار ہاشو کا نام لیا گیا ہے اور سردار ہاشو بیگرز مافیا کا ایک بڑا نام ہے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔

"بیگرز مافیا۔ کیا مطلب۔ یہ کون سی مافیا ہے"...... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہی فقیروں والے بزنس کی بات کر رہا ہوں"...... عمران نے جواب دیا۔

"تو کیا واقعی ایسا ہے یا تم مذاق کر رہے تھے"...... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ مذاق نہیں ہے ۔پورے ملک میں بیگرز مافیا چھایا ہوا ہے اور ڈیڈی واپس آئیں تو میں ان سے کہہ کر پورے ملک میں اس سلسلے میں انٹیلی جنس کے ذریعے تفصیلی رپورٹ بنوانا چاہتا ہوں تاکہ حکومت سے کہہ کر اس کا کوئی مستقل سدباب کیا جا سکے"۔ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے ۔ارے ۔یہ کام کسی اور سے کرانا۔ہم سے فقیروں کے پیچھے نہیں بھاگا جاتا"....... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔

"ظاہر ہے ۔فقیروں نے تمہیں کیا دینا ہے جبکہ تم ان لوگوں کے پیچھے بھاگتے ہو جہاں سے بھاری رقومات مل سکیں"....... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض کے چہرے پر ہلکی سی شرمندگی کے تاثرات ابھر آئے جبکہ عمران تیزی سے مڑا اور آفس سے باہر آ گیا۔

ٹائیگر نے کار ایک جھٹکے سے روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ دوڑتا ہوا سائیڈ فٹ پاتھ کراس کر کے عقب میں موجود گرین لائن پر پہنچ گیا جہاں ایک بدمعاش ٹائپ آدمی ایک بوڑھے آدمی کو مسلسل ٹھوکریں مار رہا تھا۔

"بولو ۔کہاں ہے رقم ۔بولو ورنہ ہڈیاں توڑ دوں گا"....... اس بدمعاش ٹائپ آدمی نے چیختے ہوئے کہا۔

"مم ۔مم ۔مجھے مت مارو۔میں نے نہیں چھپائی"....... بوڑھے نے ہاتھ جوڑتے ہوئے اور روتے ہوئے کہا۔

"کیوں مار رہے ہو بزرگ کو"....... ٹائیگر نے قریب جا کر کہا۔

"جاؤ دفع ہو جاؤ۔یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے ۔جاؤ ورنہ"....... اس بدمعاش نے مڑ کر انتہائی جھٹکے دار لہجے میں ٹائیگر سے کہا لیکن دوسرے لمحے وہ چیختا ہوا اچھل کر دو فٹ دور جا گرا۔

"حرامزادے ۔ بزرگ کو سرعام مار رہے ہو اور ساتھ ہی بکواس بھی کر رہے ہو"...... ٹائیگر نے چیخ کر کہا ۔ اس کا بازو گھوما تھا اور بدمعاش ٹائپ آدمی زوردار تھپڑ کھا کر دو فٹ دور جا گرا تھا۔

"تم ۔ تم نے مستو پر ہاتھ اٹھایا ہے ۔ مستو پر ۔ تم نے"۔ اس آدمی نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے ایک خنجر نکال لیا۔

"صاحب بھاگ جاؤ ۔ یہ مستو ہے ۔ یہ تمہیں مار دے گا"۔ بوڑھے فقیر نے یکلخت چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس مستو نے یکلخت اچھل کر ٹائیگر پر خنجر سے حملہ کر دیا لیکن دوسرے لمحے وہ چیختا ہوا ہوا میں اچھل کر قلابازی کھاتا ہوا فٹ پاتھ پر جا گرا ۔ ٹائیگر نے نہ صرف اپنے آپ کو بچا لیا تھا بلکہ اس کا بازو پکڑ کر وہ بجلی کی سی تیزی سے گھوم گیا تھا اور مستو چیختا ہوا اچھل کر قلابازی کھاتا ہوا ایک دھماکے سے فٹ پاتھ پر جا گرا تھا۔ نیچے گر کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کا ایک بازو کندھے سے نکل چکا تھا اس لئے وہ اٹھنے کی کوشش کرنے کے باوجود دوبارہ نیچے گر پڑتا تھا اور پھر اس کے ہاتھ پیر سیدھے ہوتے چلے گئے۔

"صاحب ۔ صاحب ۔ آپ بھاگ جائیں صاحب ۔ یہ بہت خطرناک ہے صاحب"...... بوڑھے نے تیزی سے ٹائیگر سے کہا۔

"تم فکر مت کرو اور یہ بتاؤ کہ اس کا تعلق سردار ہاشو گروپ سے ہے یا استاد کالو گروپ سے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ ۔ اوہ ۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے ۔ یہ سردار ہاشو کا خاص آدمی ہے جناب"...... بوڑھے نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔ میں اسے سردار ہاشو کے پاس لے جا رہا ہوں"۔ ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آگے بڑھ کر فٹ پاتھ پر بے ہوش پڑے ہوئے اس مستو کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور اسے لا کر اس نے اپنی کار کی عقبی سیٹ کے نیچے درمیانی جگہ پر ڈال دیا اور دوسرے لمحے وہ کار کا دروازہ کھول کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بوڑھا شاید خوف کی وجہ سے کہیں اور نکل گیا تھا جبکہ مستو کی سرخ رنگ کی ویگن فٹ پاتھ کے قریب ہی کھڑی تھی لیکن وہ خالی تھی ۔ اس وقت سردی اپنے عروج پر تھی اور سڑک سنسان پڑی ہوئی تھی ۔ اکا دکا گاڑیاں کبھی کبھی گزر رہی تھیں لیکن اب لوگ کسی معاملے میں مداخلت کرنے کے قائل نہیں رہے تھے اس لئے اس دوران اگر ایک دو گاڑیاں گزری بھی تھیں تو وہ رکی نہیں تھیں ۔ ٹائیگر کار دوڑاتا ہوا سیدھا رانا ہاؤس پہنچا ۔ اس نے جوزف سے کہا کہ وہ ایک آدمی کو لے آیا ہے اور اس سے پوچھ گچھ کرنی ہے تو جوزف نے پھاٹک کھول دیا اور ٹائیگر کار اندر لے آیا۔ اس نے کار وسیع و عریض پورچ میں روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔ اسی لمحے جوزف بھی پھاٹک بند کر کے کار کے قریب آ گیا۔

"میں عمران صاحب کو فون کر کے اطلاع کر دوں ۔ شاید وہ خود اس سے پوچھ گچھ کرنا چاہیں ۔ تم اس آدمی کو بلیک روم میں پہنچا دو

اور جکڑ دو"...... ٹائیگر نے کار کا عقبی دروازہ کھول کر اس مستو کو باہر گھسیٹتے ہوئے کہا۔ وہ ویسے ہی بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ راستے میں اسے ہوش آیا تھا لیکن اس کی کراہیں سن کر ٹائیگر نے اس کی کنپٹی پر ضرب لگا کر اسے دوبارہ بے ہوش کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اتنے طویل فاصلے کے باوجود وہ ابھی تک بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ جوزف نے اسے ٹائیگر سے لے کر کاندھے پر ڈالا اور بلیک روم کی طرف بڑھ گیا جبکہ ٹائیگر اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں فون تھا۔ جوانا اسے نظر نہ آیا تھا اور نہ ہی جوانا کی مخصوص کار پورچ میں موجود تھی۔ اس سے ٹائیگر یہی سمجھا کہ جوانا کہیں گیا ہو گا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"سلیمان بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں سلیمان۔ باس موجود ہیں فلیٹ میں"۔ ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی کار لے کر نکلے ہیں۔ اب پتہ نہیں کب واپس آئیں گے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوکے۔ شکریہ"...... ٹائیگر نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سوچا کہ اب وہ خود ہی اس مستو سے پوچھ گچھ کرے ٹائیگر نے اس سے سردار ہاشو اور اس کے احاطے کے بارے میں پوچھنا تھا جہاں فقیروں کو رکھا جاتا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا بلیک

روم میں پہنچا تو مستو کرسی پر بیٹھا راڈز میں جکڑا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے اس کا ناک اور منہ بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے شروع ہو گئے تو اس نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا میری یہاں موجودگی ضروری ہے"...... جوزف نے پوچھا۔

"نہیں۔ کیوں"...... ٹائیگر نے چونک کر کہا۔

"جوانا موجود نہیں ہے اور میں نے باہر نگرانی کرنی ہے"۔ جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم جاؤ"...... ٹائیگر نے کہا تو جوزف سر ہلاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد ہی مستو نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور ہوش میں آتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے راڈز میں جکڑے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔ البتہ اب اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ تکلیف کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ اس کا دایاں بازو ویسے ہی ڈھیلا ہو کر لٹکا ہوا تھا۔

"یہ۔ یہ کیا ہے۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ میں کہاں ہوں"۔ مستو نے ہونٹ چباتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہارا نام مستو ہے اور تم سردار ہاشو گروپ کے آدمی ہو"۔ ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں ۔ مگر تم کون ہو اور تمہارا ہمارے معاملہ سے کیا تعلق ہے میں تو سڑک پر تھا ۔ پھر یہاں کیسے آ گیا ۔ وہ بوڑھا حرامی کہاں ہے جس نے رقم چھپائی تھی ۔ میری ویگن ۔ وہ کہاں ہے"....... مستو نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"سردار ہاشو کہاں رہتا ہے"....... ٹائیگر نے پوچھا۔

"سردار ہاشو ۔ مجھے کیا معلوم ۔ رہتا ہو گا کہیں"....... مستو نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہا تو ٹائیگر اٹھا، اس نے جیب سے وہی خنجر نکالا جو اس نے مستو کے ہاتھ سے چھینا تھا اور اس کے ساتھ ہی بلیک روم مستو کے حلق سے نکلنے والی روح فرسا چیخ سے گونج اٹھا ٹائیگر نے بڑے سرد انداز میں خنجر کی نوک سے مستو کی ایک آنکھ کا ڈھیلا کاٹ کر باہر نکال دیا تھا اور مستو کا سر مشین کی طرح دائیں بائیں حرکت کر رہا تھا ۔ اس کی دوسری آنکھ بند تھی اور وہ مسلسل چیخ رہا تھا۔

"اب اگر تمہاری چیخ نکلی تو دوسری آنکھ بھی نکال دوں گا"۔ ٹائیگر نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا تو مستو یکلخت اس طرح ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا جیسے اس نے ساری عمر نہ چیخنے کی قسم کھا لی ہو۔

"اب تمہیں سمجھ آ گئی ہو گی مستو کہ یہاں تمہارے ساتھ کیا ہو سکتا ہے ۔ تمہاری دونوں آنکھیں نکالی جا سکتی ہیں ۔ تمہارے جسم کا ریشہ ریشہ کاٹا جا سکتا ہے ۔ ایک ایک ہڈی توڑی جا سکتی ہے"۔ ٹائیگر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"مم ۔ مم ۔ مجھے مت مارو ۔ مجھے مت مارو"....... مستو نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا ۔ ظاہر ہے وہ عام سا بدمعاش تھا اور جس سرد مہری اور سفاکی سے ٹائیگر نے اس کی آنکھ نکال دی تھی اس سے وہ انتہائی خوفزدہ ہو گیا تھا۔

"تو پھر بتاؤ کہ سردار ہاشو کہاں ہے اور اس کا پورا سیٹ اپ کیا ہے ۔ تفصیل بتاؤ اور یہ سن لو کہ ہم تمہاری باتیں کنفرم کریں گے اس کے بعد تمہیں زندہ چھوڑا جا سکتا ہے"....... ٹائیگر نے کہا۔

"سردار ہاشو بہت بڑا سردار ہے ۔ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں ۔ بڑے بڑے حاکم اس کی بات مانتے ہیں ۔ وہ وائٹ پینتھرز کلب کا مالک ہے اور جنرل مینجر بھی"....... مستو نے جواب دیا تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا کیونکہ کلب کا یہ نام وہ پہلی بات سن رہا تھا۔

"کہاں ہے یہ کلب ۔ تفصیل بتاؤ"....... ٹائیگر نے کہا۔

"جوڑیا بازار میں ایک کھانے اور چائے کا ہوٹل ہے ۔ اسے جوڑیا ہوٹل کہا جاتا ہے ۔ اس ہوٹل کے نیچے تہہ خانوں میں کلب ہے"....... مستو نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا کیونکہ جوڑیا ہوٹل کے بارے میں وہ جانتا کہ وہ تھرڈ کلاس بدمعاشوں کا ہوٹل ہے لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس عام سے ہوٹل کے نیچے کوئی کلب بھی ہے جس کا نام انتہائی جدید ہے اور چونکہ وہ انڈر ورلڈ میں رہتا تھا اس لئے نام سے ہی اسے معلوم ہو گیا کہ اس کلب میں اعلیٰ پیمانے پر جوا ہوتا ہو گا۔

" اس کلب کا راستہ کہاں کہاں سے ہے۔ ظاہر ہے وہاں اعلیٰ پیمانے پر جوا ہوتا ہو گا اور بڑے بڑے لوگ جوا کھیلنے اس گندے ہوٹل سے گزر کر تو نہ جاتے ہوں گے"...... ٹائیگر نے کہا۔

" اس کے دو راستے ہیں۔ ایک تو ہوٹل میں سے ہے اور دوسرا راستہ عقبی سڑک پر ہے۔ سرخ رنگ کا دروازہ ہے جس کے باہر مسلح افراد موجود رہتے ہیں۔ وہاں جانے والے اپنے آپ کو ریڈ پینتھرز کہتے ہیں تو انہیں اندر جانے دیا جاتا ہے"...... مستو نے جواب دیا۔ وہ اب اس طرح سب کچھ بتائے چلا جا رہا تھا جیسے ٹائیگر اس کا گہرا دوست ہو۔

" سردار ہاشو وہاں خود ہوتا ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

" وہ کبھی کبھار جاتا ہے"...... مستو نے جواب دیا۔

" اس کے فقیروں والے دھندے کے بارے میں تفصیل بتاؤ"...... ٹائیگر نے کہا۔

" اس کے پاس یہاں دارالحکومت میں تین سو فقیر ہیں جنہیں دو گروپوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک گروپ کا احاطہ کالے بازار کے عقب میں ہے اور دوسرے گروپ کا احاطہ یاقوتی ایریا کے عقب میں ہے"...... مستو نے جواب دیا تو ٹائیگر سمجھ گیا کہ یاقوتی ایریا کے عقب والا احاطہ وہی ہو گا جہاں بختیار کو رکھا گیا تھا کیونکہ یاقوتی ایریا میں ملٹری کے کوارٹرز تھے اور ان کے عقب میں یونیورسٹی تھی۔ یہ ایریا چونکہ شہر کے مضافات میں تھا اس لئے ٹائیگر کو اس کا خیال

نہ آیا تھا۔

" اور تفصیل بتاؤ۔ یہ گروپ کیسے کام کرتے ہیں اور کون انہیں لے آتا ہے اور کون لے جاتا ہے۔ یہ کہاں سے آتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

" عورتوں اور بچوں کو دیہاتوں سے اغوا کر کے لایا جاتا ہے۔ پھر ان پر تشدد کر کے انہیں بھیک مانگنے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ شہر کے بڑے بڑے چوکوں اور دوسری معروف جگہوں پر انہیں ویگنوں سے پہنچایا جاتا ہے۔ پھر شام کو ساری بھیک ان سے لے لی جاتی ہے اور وہ دوسرے روز ایک بینک اکاؤنٹ میں جمع کرا دی جاتی ہے۔ دونوں گروپوں کے دو انچارج ہیں۔ ایک کا نام روشو ہے اور دوسرے کا فضلو۔ میں فضلو کا نائب ہوں"...... مستو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" کیا یہ رقم سردار ہاشو کو ملتی ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

" سردار ہاشو دونوں گروپوں کا سردار ضرور ہے لیکن اس سے اوپر بھی لوگ ہیں۔ بڑا استاد ہے۔ اس سے اوپر کوئی سیٹھ ہے۔ سردار ہاشو تیسرے نمبر پر ہے"...... مستو نے جواب دیا۔

" بڑا استاد کون ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

" مجھے نہیں معلوم۔ فضلو کو معلوم ہو گا۔ میں نے تو جو سنا ہوا ہے وہ بتا دیا"...... مستو نے کہا۔

" سردار ہاشو کے ان دو گروپوں کے علاوہ اور بھی گروپ ہیں"۔

ٹائیگر نے پوچھا۔

"ہاں ۔ استاد کالو کا گروپ ہے اور استاد جمعہ کا گروپ ہے"۔ مستو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ استاد کالو کہاں رہتا ہے اور یہ استاد جمعہ ۔ان کے بارے میں بتاؤ"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ان کے بارے میں مجھے نہیں معلوم ۔میں نے ان دونوں کے نام سنے ہوئے ہیں کیونکہ مجھے سردار ہاشو کے گروپ میں آئے ہوئے صرف تین ماہ ہوئے ہیں ۔اس سے پہلے میں ایک ہوٹل میں ویٹر تھا"...... مستو نے جواب دیا۔

"تم اس بوڑھے کو اس بے دردی سے کیوں مار رہے تھے"۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

"یہ بوڑھے فقیر بے حد حرامی ہوتے ہیں ۔یہ رقم چھپا لیتے ہیں اور پھر یہ رقم اپنے پچھلوں کو خفیہ طور پر بھجوا دیتے ہیں اور تمہارے بارے میں اطلاع فضلو اور سردار ہاشو تک پہنچ گئی ہو گی اس لئے تمہیں کسی بھی وقت گولی ماری جا سکتی ہے ۔ تم مجھے چھوڑ دو ۔ میں انہیں کہہ دوں گا کہ تم اچھے آدمی ہو"...... مستو نے کہا۔

"تمہیں کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں واقعی اچھا آدمی ہوں"۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کے ہاتھ میں موجود خنجر پلک جھپکنے میں مستو کے دل میں دستے تک اترتا چلا گیا ۔ مستو کے منہ

ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ چند لمحے تڑپا اور پھر اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔
کی آنکھیں بے نور ہو چکی تھیں ۔ٹائیگر نے خنجر اس کے سینے سے
اور اسے اس کے لباس سے صاف کیا اور پھر اسے جیب میں ڈال
ہ مڑا اور بلیک روم سے باہر آ گیا۔

"کیا ہوا"...... باہر برآمدے میں موجود جوزف نے چونک کر

۔

"میں نے اسے ہلاک کر دیا ہے ۔اس کی لاش برقی بھٹی میں ڈال
ا"...... ٹائیگر نے کہا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ایک بڑے سے کمرے میں چار آدمی میز کے گرد کرسیوں پر
خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک روشو تھا اور دوسرا فضلو
باقی دونوں روشو اور فضلو کے لئے اجنبی تھے لیکن وہ چاروں خاموش
بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور لمبے قد اور ورزشی جسم
کا ایک آدمی اندر داخل ہوا تو یہ چاروں بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے۔
آنے والا سردار ہاشو تھا۔

"بیٹھو"....... سردار ہاشو نے ایک سائیڈ میں موجود کرسی پر بیٹھتے
ہوئے کہا تو وہ چاروں خاموشی سے دوبارہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"ہمارے کاروبار کے خلاف کارروائیاں شروع ہو گئی ہیں اور ہم
نے ان کارروائیوں کو روکنا ہے۔ آج کی میٹنگ اسی لئے بلائی گئی
ہے کہ اس سلسلے میں حتمی فیصلے کر لئے جائیں اور ان پر فوری عمل
بھی کر دیا جائے"....... سردار ہاشو نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ

روں سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے۔

"روشو۔ تم بتاؤ کہ کیا ہوا ہے"....... سردار ہاشو نے روشو سے
طب ہو کر کہا۔

"سردار ہاشو۔ وہ حرامی لڑکا بختیار غائب ہو گیا ہے اور آج تک
کا پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا ہے"....... روشو نے کہا۔

"مجھے رپورٹ مل چکی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ چکا
اور جیسے ہی یہ رپورٹ ملی ہے میں نے اس سمیت اس کے ماں
کی ہلاکت کا حکم دے دیا ہے اور اب تک میرے حکم پر عمل
بھی ہو چکا ہو گا۔ اور کچھ"....... سردار ہاشو نے کہا۔

"سردار۔ ہمارے گروپ کے ساتھ تو یہی واقعہ پیش آیا تھا اور تو
خاص بات نہیں ہے"....... روشو نے کہا۔

"تم بتاؤ فضلو۔ تمہارے گروپ کے ساتھ کیا ہوا ہے"۔ سردار
نے، فضلو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سردار۔ میرا ایک نائب مستو ویگن پر ایک چوک سے فقیر
نے کے لئے گیا۔ اس نے دس فقیروں کو اٹھا کر احاطے میں لے
کر۔ مجھے رپورٹ ملی کہ وہ اس چوک پر وہاں کے فقیر بوٹے کو
نے، رقم چھپائی تھی مار رہا تھا کہ ایک کار آ کر رکی اور کار سے
دمی اترا۔ اس نے مستو پر حملہ کر دیا۔ مستو نے اس پر خنجر سے
یا لیکن اس آدمی نے پراسرار انداز میں مستو کو فٹ پاتھ پر پٹخ
پھر وہ اسے اٹھا کر کار میں ڈال کر لے گیا۔ بوڑھا فقیر بوٹا

خوف کے مارے وہاں سے فرار ہو گیا اور اس نے باقی فقیروں کو بتا
دیا جس پر مجھے اطلاع ملی ۔ میں نے وہاں سے اس کار اور اس آدمی کے
بارے میں تفصیلات حاصل کیں اور آپ کو اطلاع دی ۔ اب تک
مستو نہیں مل سکا"....... فضلو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تمہاری رپورٹ ملنے کے بعد میں نے فوراً اپنے خاص آدمیوں کو
اطلاع دی اور اس کار سوار کا جو حلیہ تم نے بتایا تھا وہ جب انہیں
بتایا گیا تو پتہ چلا کہ اس آدمی کا نام ٹائیگر ہے اور وہ زیر زمین دنیا کا
بڑا مشہور بدمعاش ہے ۔ میں نے حکم دے دیا ہے کہ جہاں بھی وہ
نظر آئے اسے گولی مار دی جائے اس لئے سمجھو کہ وہ ہلاک ہو چکا ہو
یا ہلاک ہو جائے گا ۔ اور کچھ "....... سردار ہاشو نے کہا ۔ شاید اس کی
یہ عادت تھی کہ وہ اور کچھ کے الفاظ آخر میں ضرور بولتا تھا۔

" سردار ۔ وہ مستو کا پتہ چلنا چاہیئے "....... فضلو نے کہا۔

" وہ ایک آدمی سے مار کھا گیا اس لئے میں نے اسے بھی سزا
موت دے دی ہے ۔ اول تو وہ اس ٹائیگر کے ہاتھوں مارا گیا ہو
نہیں تو میرے آدمی اسے ہلاک کر دیں گے ۔ اور کچھ "....... سر
ہاشو نے کہا۔

" بس سردار ۔ میرا تو یہی معاملہ تھا "....... فضلو نے جواب دیا۔

" ہاں تو روشن علی ۔ تم اب اپنی رپورٹ دو "....... سردار ہاشو
تیسرے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

" سردار ۔ استاد کالو اور اس کے نائب بخشو نے آپ کے خلا

بہت بھیانک سازش کی ہے ۔ میں اس سازش کی اطلاع دینے آیا
ہوں "....... روشن علی نے کہا تو نہ صرف باقی تینوں بلکہ سردار ہاشو
بھی چونک پڑا۔

" کیسی سازش ۔ کھل کر بات کرو "....... سردار ہاشو نے ہونٹ
چباتے ہوئے کہا۔

" سردار ۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ میں استاد کالو کا باڈی گارڈ ہوں
اور اس کے کمرے میں خفیہ طور پر کھڑا رہتا ہوں تاکہ کسی بھی
ایمرجنسی کی صورت میں استاد کالو کا دفاع کر سکوں ۔ کل مجھے استاد
کالو نے کہا کہ میں چلا جاؤں ۔ جب میری ضرورت ہو گی تو مجھے بلا لیا
جائے گا ۔ میں اس بات پر چونک پڑا کیونکہ استاد کالو عام طور پر مجھے
نہیں بھجوایا کرتا تھا ۔ میں بظاہر اس کے سامنے باہر چلا گیا لیکن چکر
کاٹ کر اس کے کمرے کے ساتھ والے کمرے میں پہنچ گیا اور میں نے
درمیانی روشندان کو کھول دیا ۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ استاد کالو نے
مجھے اس طرح خصوصی طور پر باہر کیوں بھجوایا ہے ۔ پھر وہاں اس کا
نائب بخشو آ گیا اور پھر اس کے درمیان جو باتیں ہوئیں ان سے اصل
سازش سامنے آ گئی "....... روشن علی نے کہا۔

" وہ سازش کیا ہے ۔ یہ تم بتاؤ "....... سردار ہاشو نے غصیلے لہجے
میں کہا۔

" سردار ۔ بخشو نے استاد کالو کو بتایا کہ آپ نے چوک پر کسٹم
انسپکٹر قاسم کو گولی ماری ہے جس پر وہ ہلاک ہو گیا ہے ۔ بخشو کا کوئی

فقیر آپ کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے بخشو کو بتایا جس پر یہ سازش تیار کی گئی کہ آپ کے بارے میں اطلاع سنٹرل انٹیلی جنس والوں کو دی جائے اور جب آپ گرفتار ہو جائیں تو بڑے استاد کو اس کی عورت منظوراں کے ذریعے ہلاک کر دیا جائے اور پھر آپ کے ماتحتوں کو بھی ان کے آدمیوں کے ذریعے ہلاک کرا کر آپ کے پورے گروپوں اور اڈوں پر قبضہ کر لیا جائے اور انہوں نے میرے سامنے سنٹرل انٹیلی جنس کو فون کر کے کسٹم انسپکٹر قاسم کے بارے میں اطلاع دی اور رسیور رکھ دیا۔ اب وہ آپ کی گرفتاری کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ سازش پر مزید عمل درآمد کیا جا سکے"....... روشن علی نے کہا۔

"ہونہہ ۔ تو یہ سازش کی گئی ہے ۔ بہت خوب ۔ تم نے واقعی انعام والا کام کیا ہے ۔ یہ لو فوری انعام"....... سردار ہاشو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیکٹ کی جیب سے ایک بھاری مالیت کے نوٹوں کی گڈی نکال کر روشن علی کی طرف اچھال دی۔

"بہت شکریہ سردار"....... روشن علی نے گڈی کیچ کرتے ہوئے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم فکر مت کرو ۔ اب تم نے سازش بتا دی ہے ۔ اب یہ سازش ناکام ہو گی ۔ انٹیلی جنس میں میرے آدمی موجود ہیں ۔ وہ سب سنبھال لیں گے البتہ بخشو کا خاتمہ ضروری ہے ۔ وہ میں کرا لوں گا اور ۔ اور کچھ"....... سردار ہاشو نے کہا۔

"یہی سازش میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا تھا سردار"۔ روشن

علی نے کہا۔

"تم بتاؤ سلامت حسین ۔ تم کیا چاہتے ہو"....... سردار ہاشو نے اب چوتھے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا جو اب تک خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"سردار ۔ آپ کے دونوں گروپس کے خلاف حکومت کے آدمی کام کر رہے ہیں"....... سلامت حسین نے کہا تو سردار ہاشو کے ساتھ ساتھ باقی تینوں بھی ایک بار پھر اچھل پڑے۔

"حکومت کے آدمی ۔ کیا کہہ رہے ہو ۔ کیوں"....... سردار ہاشو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سردار ۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ میں فقیروں کی مستقل نگرانی کرتا رہتا ہوں ۔ میں دو روز سے دیکھ رہا ہوں کہ چند لمبے تڑنگے آدمی جو اپنی چال ڈھال سے ہی انٹیلی جنس کے آدمی لگتے ہیں فقیروں کے گرد منڈلاتے رہتے ہیں اور پھر کسی بھی فقیر سے پوچھ گچھ شروع کر دیتے ہیں ۔ وہ اپنے آپ کو اخبار والے کہتے ہیں ۔ وہ احاطوں اور کیمپوں کے بارے میں اور فقیروں کی تعداد کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں اور پھر کاروں میں بیٹھ کر غائب ہو جاتے ہیں ۔ کل تو ایک غیر ملکی لڑکی بھی ان کے ساتھ تھی ۔ وہ فقیر عورتوں سے باتیں کر رہی تھی اور غیر ملکی ہونے کے باوجود مقامی لہجے میں ہی روانی سے بول رہی تھی"....... سلامت حسین نے کہا۔

"عجیب بات بتائی ہے تم نے ۔ ایسا کیوں ہو رہا ہو گا"۔ سردار

ہاشو نے کہا۔

" میں نے اپنے طور پر اس بارے میں معلومات حاصل کی ہیں ۔ میں نے ایک ہوٹل کی لابی میں ان میں سے ایک آدمی کو ایک مسخرے سے نوجوان سے باتیں کرتے دیکھا تو میں ان کے قریب ہو گیا ۔ اس مسخرے آدمی کو دوسرا آدمی عمران کہہ رہا تھا ۔ وہ اسے رپورٹ دے رہا تھا کہ جلد ہی فقیروں کے تمام گروپس کے بارے میں معلومات مکمل کر لی جائیں گی ۔ اس مسخرے سے آدمی عمران نے کہا وہ جلد از جلد کام مکمل کریں ۔ پھر وہ علیحدہ ہو گئے ۔ عمران ہوٹل میں آگیا۔ میں نے معلوم کیا ہے اس آدمی کا نام علی عمران ہے اس کا باپ سر عبدالرحمن سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کا ڈائریکٹر جنرل ہے اور سنٹرل انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض اس کا گہرا دوست ہے اور اس عمران کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے اور یہ دنیا کا خطرناک ترین آدمی سمجھا جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ زیر زمین دنیا میں کام کرنے والا انتہائی خطرناک بدمعاش ٹائیگر بھی اس کا ساتھی ہے اور یہ آدمی کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر دو سو میں اپنے باورچی کے ساتھ رہتا ہے"....... سلامت حسین نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اوہ ۔ اوہ ۔ تو یہ مسئلہ ہے ۔ ٹائیگر بھی اس کا ساتھی ہے اور یقیناً وہ لمبے تڑنگے لوگ بھی اس کے ساتھی ہوں گے اور یہ یقیناً کسی کے کہنے پر ہمارے خلاف کام کر رہے ہوں گے اس لئے ان کا خاتمہ ضروری ہے اور میں کرالوں گا ۔ یہ میرا ذمہ ہے ۔ اور کچھ "....... سردار

ہاشو نے کہا۔

" یہی معاملہ تھا سردار ۔ میں نے سوچا کہ آپ کو اطلاع دے دوں "....... سلامت حسین نے کہا۔

" تم نے بھی اچھا کام کیا ہے اس لئے تمہیں بھی فوری انعام ملنا چاہئے "....... سردار ہاشو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیکٹ کی جیب سے ایک اور نوٹوں کی گڈی نکال کر سلامت حسین کی طرف اچھال دی۔

" شکریہ سردار ۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے"....... سلامت حسین نے گڈی جھپٹتے ہوئے کہا۔

" بس تم اور روشن علی دونوں جا سکتے ہو"....... سردار ہاشو نے کہا تو وہ دونوں اٹھے اور انہوں نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا اور مڑ کر کمرے سے باہر چلے گئے۔

" یہ معاملہ تو بے حد خطرناک ہے سردار"....... روشو نے کہا۔

" کون سا معاملہ "....... سردار ہاشو نے چونک کر کہا۔

" یہ عمران والا ۔ میں نے اس کے بارے میں سنا ہوا ہے ۔ یہ انتہائی خطرناک شخص ہے ۔ مجھے لگتا ہے کہ اس کے آدمی ہمارے گروپوں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے انٹیلی جنس کو دیں گے اور پھر انٹیلی جنس اچانک چھاپہ مار کر ہم سب کو گرفتار کر لے گی اور فقیروں کو کور کر لیا جائے گا ۔ آپ بڑے استاد سے بات کریں"....... روشو نے کہا۔

"یہ کام ہم نے خود کرنا ہے۔ تم ایسا کرو کہ دونوں احاطوں کو خالی کر کے فقیروں کو متبادل کیمپوں میں پہنچا دو اور ان کی نگرانی کراؤ۔ میں جلد ہی اس عمران کا خاتمہ کر دوں گا۔ تم بے فکر رہو"....... سردار ہاشو نے کہا تو روشو اور فضلو دونوں نے اثبات میں سر ہلائے اور پھر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے تو سردار ہاشو نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور پھر رسیور اٹھا لیا۔ وہ اب اس عمران کو فوری طور پر ہلاک کرنے کے لئے بالم سے بات کرنا چاہتا تھا۔ وہ خود بھی قاتل تھا لیکن اس کے خیال میں بالم دارالحکومت میں سب سے خطرناک پیشہ ور قاتل تھا۔ اس کا نشانہ واقعی اس قدر درست تھا کہ اگر وہ اڑتی ہوئی مکھی کو بھی نشانہ بنانا چاہتا تو آسانی سے بنا سکتا تھا اس لئے آج تک اسے ایک گولی سے زیادہ کبھی نہ چلانا پڑی تھا اور وہ دلیر بھی تھا اس لئے اس کا ریکارڈ اس معاملے میں بہترین تھا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"مارتھین بول رہی ہوں"....... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"میں سردار ہاشو بول رہا ہوں مارتھین۔ بالم کہاں ہے"۔ سردار ہاشو نے کہا۔

"موجود ہے۔ بات کر لو"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ سردار ہاشو میں بالم بول رہا ہوں۔ آج کیسے یاد کر لیا مجھے"....... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجے میں بے

تکلفی نمایاں تھی کیونکہ بالم اس کا گہرا اور پرانا دوست تھا اور مارتھین بالم کی بیوی تھی۔

"میرے پاس تمہارے لئے ایک کام ہے"....... سردار ہاشو نے کہا۔

"اچھا۔ لیکن تم خود بھی تو یہ کام کرتے ہو"....... بالم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں سامنے نہیں آنا چاہتا"....... سردار ہاشو نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بتاؤ کیا کام ہے"....... بالم نے کہا۔

"ایک مسخرہ سا نوجوان ہے جس کا نام علی عمران ہے۔ کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر دو سو میں ایک باورچی کے ساتھ رہتا ہے۔ سنا ہے کہ انٹیلی جنس اور سیکرٹ سروس کے لئے یہ کام کرتا ہے۔ خاصا پھرتیلا آدمی ہے اور انتہائی تیز بھی۔ اس کو فنش کرنا ہے"....... سردار ہاشو نے کہا۔

"میں جانتا ہوں اسے۔ بے فکر رہو۔ کام ہو جائے گا"....... بالم نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"کیسے کرو گے کام"....... سردار ہاشو نے کہا۔

"اس کے فلیٹ کے سامنے چھت پر لیٹ کر اس کا انتظار کروں گا اور جیسے ہی وہ فلیٹ سے باہر آئے گا گولی اس کے سینے میں گھس جائے گی اور کام مکمل"....... بالم نے کہا۔

"ویری گڈ بالم۔ تم واقعی ماہر فنکار ہو۔ تم واقعی یہ کام آسانی سے

کر لو گے ۔ اب بتاؤ کتنی رقم بھجواؤں "....... سردار ہاشو نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ بالم کا نشانہ کسی صورت بھی خطا نہ ہو گا اس لئے وہ لازماً عمران کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

" تم سے صرف ایک لاکھ لوں گا ورنہ دوسروں سے دس لاکھ روپے "....... بالم نے کہا۔

" میں پانچ لاکھ بھجوا دوں گا ۔ کام بے داغ انداز میں مکمل ہونا چاہیئے "....... سردار ہاشو نے کہا۔

" ہو جائے گا ۔ بے فکر رہو "....... دوسری طرف سے کہا گیا تو سردار ہاشو نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا ۔ اب اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

عمران فلیٹ میں موجود ایک رسالہ پڑھنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

" علی عمران ایم ایس سی ۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں "۔ عمران نے رسالے سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

" عمران صاحب ۔ میں صدیقی بول رہا ہوں "....... دوسری طرف سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

" کمال ہے ۔ اس جھوٹ سے پُر معاشرے میں سچے آدمی کو بولنے کی اجازت مل گئی ہے "....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" آپ کے ہوتے ہوئے سچ کو کون روک سکتا ہے ۔ ویسے میرے پاس ایک افسوسناک خبر ہے "....... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"افسوسناک خبر۔ کیا ہوا ہے"...... عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جس لڑکے بختیار کو اس کے والدین کے پاس پہنچایا گیا تھا اس بختیار اور اس کے والدین کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے"۔ صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کب۔ اور تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ وہ تو شام نگر میں رہتے تھے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"شام نگر میں میرا ایک دوست کلب چلاتا ہے۔ میں نے اس کے ذمے لگایا تھا کہ وہ ان لوگوں کی وقتاً فوقتاً دیکھ بھال کرتا رہے اور کسی بھی ضرورت کے تحت ان کی مدد کرے۔ پھر بے شک مجھ سے رقم وصول کر لیا کرے کیونکہ ان لوگوں کے معاشی حالات بے حد خراب تھے۔ ابھی ابھی میرے اس دوست کا فون آیا ہے اس نے بتایا کہ کل رات کو ایک کار بختیار کے گھر کے سامنے آ کر رکی اور چار آدمیوں نے نیچے اتر کر زبردستی اندر گھس کر فائرنگ کی اور جب سب لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ اطمینان سے کار میں بیٹھ کر واپس چلے گئے۔ میرے دوست کو جب یہ اطلاع ملی تو وہ فوراً وہاں گیا۔ اس نے جو انکوائری کی اس سے پتہ چلا کہ کار کا رجسٹریشن نمبر دارالحکومت کا تھا اور ان میں سے ایک آدمی کو پہچان لیا گیا ہے۔ وہ ماسٹر ٹونی کا آدمی ہے اور وہ دارالحکومت کے ایک مضافاتی علاقے دریا آباد میں ہوٹل چلاتا ہے۔ اس کا نام کاشو ہے اور یہ ہوٹل بھی کاشو کے نام سے

مشہور ہے"...... صدیقی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ویری بیڈ۔ بہت بری خبر سنائی ہے تم نے۔ میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ یہ لوگ اس قسم کا ردعمل ظاہر کریں گے۔ تم نے اس کاشو کے بارے میں معلومات کی ہیں"...... عمران نے کہا۔

"کاشو کافرستان گیا ہوا ہے اور اس کی واپسی ایک ہفتے بعد ہو گی اور یہ صرف سنی سنائی بات نہیں ہے تصدیق شدہ ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہم جسے عام سا معاملہ سمجھ رہے تھے وہ عام سا معاملہ نہیں ہے بلکہ ایک خطرناک نیٹ ورک ہے اس لئے اب تم فور سٹارز کو حرکت میں لے آؤ اور اس پورے نیٹ ورک کا خاتمہ تمہارا مشن ہونا چاہئے"...... عمران نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔ اسے واقعی بختیار اور اس کے گھر والوں کے اس طرح ہلاک کئے جانے پر بے حد رنج پہنچا تھا۔

"ہم نے پہلے ہی اس پر کام شروع کر دیا ہے عمران صاحب۔ اب چونکہ آپ نے بھی کہہ دیا ہے اس لئے اب ہم پوری قوت سے ان لوگوں کے خلاف کام کریں گے لیکن مسئلہ صرف اتنا ہے کہ آپ نے ان فقیروں کے سلسلے میں جو کام ہمارے ذمے لگایا تھا وہ اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ شاید ہم ایک سال تک بھی اسے پورا نہ کر سکیں"۔ صدیقی نے کہا۔

"تمہاری بات درست ہے صدیقی۔ مجھ سے واقعی اندازے کی

غلطی ہوئی ہے ۔ میں سمجھا تھا کہ یہ معاملہ چند سو فقیروں تک محدود ہو گا لیکن اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ پورے ملک میں یہ نیٹ ورک بہت وسعت میں پھیلا ہوا ہے ۔ ٹھیک ہے ۔ تم اس کام کو چھوڑو ۔ اس کا میں اور کوئی بندوبست کر لوں گا ۔ تم اس نیٹ ورک کے خلاف کام کرو"....... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے ۔ میں جلد ہی آپ کو رپورٹ دوں گا"....... صدیقی نے کہا۔

" مجھے نہیں چیف کو رپورٹ دینا ورنہ اس نے مجھے بھی نیٹ ورک کا حصہ قرار دے دینا ہے کہ اب میں رپورٹیں لینے لگ گیا ہوں"....... عمران نے کہا۔

" چیف کو تو شاید اس معاملے کا علم تک نہ ہو گا"....... صدیقی نے کہا۔

" ارے ۔ یہ کیا کہہ رہے ہو ۔ کہا جاتا ہے کہ چیف کے ہزار کان ہوتے ہیں اور تم تو خود چیف بھی ہو ۔ سیکرٹ سروس کے نہ سہی فورسٹارز کے سہی ۔ پورے ہزار نہ سہی پانچ سو کان تو تمہارے بھی ہوں گے"....... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

" میں کیا اور میری حیثیت کیا عمران صاحب ۔ البتہ آپ چیف نہ بھی ہوں تب بھی آپ کے کان دس ہزار سے کم نہیں ہو سکتے"۔ صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

" ارے ۔ ارے ۔ تم نے تو میرے اتنے کان لگا دیئے ہیں کہ چہرہ تو چہرہ سارے جسم پر بھی کان پورے نہ آ سکیں گے ۔ تم واقعی میرے خلاف سازش کر رہے ہو"....... عمران نے کہا۔

" عمران صاحب ۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ اس سارے بیگرز مافیا کی اصل ڈور سماجی طور پر کسی بہت بڑی شخصیت کے ہاتھ میں ہے ورنہ یہ عام سے ان پڑھ بدمعاش اتنا بڑا ملک گیر نیٹ ورک چلانے کی اہلیت نہیں رکھتے"....... صدیقی نے اس بار سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

" تمہاری چھٹی حس واقعی اب چھٹی جماعت پاس کرنے والی ہے بہرحال جب کام ہو گا تو پھر یہ شخصیت بھی سامنے آ جائے گی اور پھر اس سے بھی نمٹ لیں گے"....... عمران نے جواب دیا۔

" او کے عمران صاحب ۔ اللہ حافظ"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے بھی اللہ حافظ کہہ کر رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر رسالہ پڑھنے کے لئے اٹھایا ہی تھا کہ اسے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ سلیمان جو شاپنگ کرنے گیا تھا واپس آ گیا ہے۔

" سلیمان ۔ جناب آغا سلیمان پاشا صاحب ماہر شاپنگ"۔ عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

" یوں کہیں کہ بغیر رقم کے ماہر شاپنگ"....... سلیمان نے سٹنگ روم کے دروازے کے سامنے رکتے ہوئے کہا اور پھر آگے بڑھ گیا ۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں کئی کئی شاپنگ بیگز تھے اور عمران

اس کے اس خوبصورت جواب پر بے اختیار ہنس پڑا۔

" واہ ۔ تم نے تو آج میرا بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے ۔ اب مجھے یہ فکر نہیں ہو گی کہ رقم نہیں ہے اس لئے شاپنگ کیسے ہو گی"۔ عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

" پھر آج فیصلہ کر لیں"....... چند لمحوں بعد سلیمان نے چائے کی پیالی اٹھائے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا ۔ ظاہر ہے وہ جانتا تھا کہ عمران نے اس کی واپسی پر چائے مانگنی ہے اس لئے وہ پہلے ہی چائے تیار کر کے فلاسک میں رکھ گیا تھا۔

" فیصلہ تو ہو گیا ۔ تم جیسے ماہر کو شاپنگ کرنے کے لئے رقم کی ضرورت نہیں ہوتی"....... عمران نے چائے کی پیالی اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

" اس مہارت کے دو شعبے ہیں ۔ ایک شعبہ خیرات و صدقات کا ہے کہ خیرات میں شاپنگ کی جائے اور دکاندار خیرات یا صدقے کی نیت سے اپنا مال دے دیں اور دوسرا شعبہ قرض کا ہے کہ شاپنگ ادھار کی جائے لیکن اتنا تو آپ بھی جانتے ہوں گے کہ قرض اتارنا ضروری ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مقروض کی مرنے کی صورت میں اس وقت تک بخشش نہیں ہو سکتی جب تک کہ مقروض کا قرض نہ اتارا جائے یا قرض خواہ اسے معاف نہ کر دے اور خیرات و صدقات شعبے کے لئے اس کا مستحق ہونا ضروری ہے ۔ اب فیصلہ آپ کر لیں"....... سلیمان نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور واپس مڑنے لگا۔

" ارے ۔ ارے ۔ کہاں جا رہے ہو ۔ فیصلہ تو سن لو"۔ عمران نے کہا۔

" اطمینان سے سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں ۔ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے"....... سلیمان نے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

" جس شخصیت کا ذکر صدیقی کر رہا تھا کہیں وہ یہ سلیمان تو نہیں"....... عمران نے اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا تاکہ سلیمان تک اس کی آواز پہنچ جائے لیکن سلیمان شاید آگے بڑھ گیا تھا اس لئے اس کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو عمران مسکراتے ہوئے چائے سپ کرنے میں مصروف ہو گیا ۔ چائے پی کر اس نے پیالی رکھی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

" حقیر فقیر پر تقصیر ہیچ مدان بندہ نادان علی عمران ایم ایس سی ۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بلکہ بدہان خود بول رہا ہوں"۔ عمران نے رسیور اٹھا کر بڑے زور شور سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

" میں جنرل ہسپتال کے شعبہ ایمرجنسی سے ڈاکٹر اشرف بول رہا ہوں ۔ ایک آدمی یہاں پہنچایا گیا ہے جسے بھرے بازار میں گولیاں ماری گئی ہیں ۔ اس کا آپریشن جاری ہے اور اس کے بچنے کے امکانات بے حد کم ہیں ۔ اس کی جیب سے ایک چھوٹا سا کارڈ ملا ہے جس پر یہ فون نمبر درج تھے"....... دوسری طرف سے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا گیا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

" اوہ ۔ اوہ ۔ ویری بیڈ ۔ اس آدمی کا قدوقامت اور حلیہ کیا

ہے"....... عمران نے اچھلتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور دوسری طرف سے جو کچھ بتایا گیا اس سے عمران سمجھ گیا کہ یہ ٹائیگر ہے۔

"میں خود آ رہا ہوں"....... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں"....... رابطہ قائم ہوتے ہی سپیشل ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر صدیقی کی آواز سنائی دی۔ یہ ان کا خاص نمبر تھا۔

"علی عمران بول رہا ہوں ڈاکٹر صاحب۔ ٹائیگر کو سڑک پر گولیاں ماری گئی ہیں اور اسے جنرل ہسپتال پہنچایا گیا ہے جہاں اس کا آپریشن ہو رہا ہے۔ وہاں کے ایمرجنسی وارڈ کے ڈاکٹر محمد اشرف نے مجھے فون کر کے بتایا ہے۔ آپ پلیز فوراً اپنے ڈاکٹروں کی ٹیم اور ایمبولینس لے کر وہاں پہنچیں۔ اگر کوئی مسئلہ ہو تو آپ بے شک وہیں ٹائیگر کا آپریشن کریں ورنہ اسے سپیشل ہسپتال منتقل کر کے اس کا علاج کریں"....... عمران نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا۔ اللہ حافظ"....... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھا اور اٹھ کر دوڑتا ہوا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا ہوا ہے صاحب"....... سلیمان نے کمرے میں آتے ہوئے کہا عمران لباس تبدیل کر کے واپس آیا تھا۔

"ٹائیگر کو گولیاں ماری گئی ہیں"....... عمران نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کرے گا"....... سلیمان نے عمران کے پیچھے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر بھی ٹائیگر کے بارے میں سن کر بے پناہ سنجیدگی ابھر آئی تھی۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ساتھ چلوں"۔ دروازے پر پہنچ کر سلیمان نے کہا۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم بس دعا کرتے رہنا"۔ عمران نے مڑے بغیر کہا اور پھر کئی کئی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے پہنچا اور مڑ کر گیراج کا دروازہ کھولنے ہی لگا تھا کہ ایک زور دار دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی سلیمان کے کانوں میں عمران کے حلق سے نکلنے والی چیخ سنائی دی تو دروازہ بند کر کے واپس مڑتا ہوا سلیمان بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور دروازہ کھول کر وہ جیسے ہی دوڑتا ہوا نیچے پہنچا اس نے گیراج کے دروازے کے سامنے زمین پر پڑے تڑپتے ہوئے عمران کو دیکھا تو اس کی آنکھوں کے سامنے جیسے اندھیرا سا چھا گیا۔

روشو گروپ کا لنگڑا راکھو فٹ پاتھ پر ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔ اس کے منہ سے انتہائی دردناک قسم کے الفاظ نکل رہے تھے اور فٹ پاتھ پر سے گزرنے والے افراد کے ساتھ ساتھ کاریں اور موٹر سائیکل روک کر بھی لوگ اسے حسب استطاعت خیرات دے رہے تھے۔ راکھو آنکھیں بند کئے ہوئے تھا اور ہاتھ مستقل پھیلا ہوا تھا۔ اس کی بغل سے ایک تھیلا سا لٹک رہا تھا اور جو خیرات اسے مل رہی تھی وہ اس تھیلے میں ڈالے جا رہا تھا۔ اس کی آواز پرسوز تھی اور اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ اس قدر درد سے بھرے ہوتے تھے کہ اچھے خاصے پتھر آدمی کا دل بھی درد سے بھر جاتا تھا اور یہی اس کا خاص طریقہ تھا جس کی وجہ سے اس عام سے فٹ پاتھ پر کھڑا ہوا راکھو اپنے گروپ کے تقریباً تمام فقیروں سے زیادہ کمائی کر لیتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ نہ صرف گروپ بلکہ گروپ انچارج روشو بھی اس کو اہمیت

دیتا تھا۔ راکھو کی کمائی جاری تھی اور اس کا تھیلا تیزی سے نوٹوں اور سکوں سے بھرتا جا رہا تھا کہ پھر خیرات دینے والوں کی تعداد میں نہ صرف کمی ہونا شروع ہو گئی بلکہ ان کے درمیان وقفہ بھی بڑھتا چلا گیا تو راکھو جو ایک طویل مدت سے یہاں کھڑے ہو کر بھیک مانگ رہا تھا سمجھ گیا تھا کہ قریب کے دفتروں میں دوپہر کا وقفہ ختم ہو گیا ہے تو آہستہ آہستہ وہ بھی خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے آنکھیں کھولیں اور ادھر ادھر دیکھ کر وہ پیچھے کو مڑا اور فٹ پاتھ کے پیچھے گھاس اور اس کے عقب میں موجود دیوار کے ساتھ وہ بیٹھ گیا۔ اس کا رخ دیوار کی طرف تھا جبکہ اس کی پشت سڑک کی طرف تھی۔ اس نے اپنا تھیلا کھول کر اس میں سے نوٹ نکال کر انہیں سیدھا کرنا شروع کر دیا کیونکہ وہ سب تڑے مڑے سے تھے۔ پھر نوٹوں کو ان کی مالیت کے مطابق علیحدہ علیحدہ کر کے اس نے انہیں تہہ کر کے ان کے بنڈل بنائے۔ انہیں گنا اور پھر ان سب نوٹوں کو اس نے تھیلے کے ایک اور محفوظ خانے میں منتقل کر دیا۔ سکوں کو اس نے گنے بغیر ہی ایک مخصوص خانے میں ڈال دیا تھا۔ اس کے چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ تھی کیونکہ اب تک ہونے والی کمائی عام دنوں سے کچھ زیادہ ہی تھی۔ پھر اس نے تھیلے کے ایک خانے سے ایک چکن برگر نکالا اور اسے کھانا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی ایک چھوٹی سی منرل واٹر کی بوتل بھی اس نے تھیلے سے نکالی اور چکن برگر کھانے کے بعد اس نے منرل واٹر پیا اور خالی بوتل کو ایک طرف پھینک کر اس نے

اطمینان بھرا سانس لیا اور اس کے ساتھ ہی وہ پلٹا اور اس نے دیوار سے پشت لگا کر اپنی ایک ٹانگ سیدھی کی ۔اب وہ ایک گھنٹے تک آرام کرنا چاہتا تھا کہ اچانک ایک سیاہ رنگ کی کار فٹ پاتھ کے قریب آکر رکی تو راکھو بے اختیار چونک پڑا کیونکہ وہ اس کار کو بہت اچھی طرح پہچانتا تھا ۔یہ کار استاد کالو کے نائب بخشو کی تھی اور بخشو سے اس کی خاصی دوستی تھی اور کئی بار اس نے بخشو سے کہا بھی تھا کہ وہ استاد ہاشو کے گروپ کو چھوڑ کر اس کے گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہے لیکن بخشو نے ہمیشہ اسے یہی سمجھایا تھا کہ اس طرح گروپوں میں جھگڑا ہو جائے گا ۔ البتہ وہ اس گروپ میں رہ کر بھی بخشو اور استاد کالو کی مدد کر سکتا ہے ۔ ضروری معاملات میں وہ ان کے لئے مخبری کے فرائض سرانجام دے سکتا ہے جس کے لئے اسے بھاری رقم بھی دی جائے گی اور پھر ایسا ہونا شروع ہو گیا اور راکھو نے یہ رقم اپنے احاطے کے ایک خفیہ خانے میں چھپا کر رکھی ہوئی تھی ۔اب بھی بخشو کی کار دیکھ کر وہ چونک پڑا تھا ۔ کار رکتے ہی اس میں سے بخشو باہر آیا ۔اس نے جینز کی پینٹ اور سیاہ رنگ کی جیکٹ پہن رکھی تھی ۔ کانوں میں چھوٹے چھوٹے بالے تھے ۔ ہاتھوں میں رنگ برنگ نگوں کی انگوٹھیاں بھی موجود تھیں ۔ راکھو اسے دیکھ کر بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

" آؤ راکھو ۔ تمہیں بڑے اڈے کی سیر کرا لاؤں "...... بخشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اچھا چلو ۔ لیکن پھر واپس یہاں چھوڑ جانا "....... راکھو نے خوش ہو کر کہا کیونکہ بڑے اڈے کے بارے میں وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا ۔ یہ ایک رہائشی کالونی میں کوٹھی تھی جہاں بڑے بڑے سرکاری افسروں اور اعلیٰ حکام کے لئے شراب پینے اور عیاشی کرنے کے تمام لوازمات موجود تھے اور اکثر بڑے بڑے سرکاری افسر یہاں خفیہ طور پر راتیں گزارتے تھے ۔ استاد کالو جن لڑکیوں کو دیہاتوں سے گداگری کے لئے اغوا کراتا تھا انہیں پہلے اس بڑے اڈے میں ہی رکھا جاتا تھا اور انہیں زبردستی بڑے افسروں کے ساتھ داد عیش دینے کے لئے تیار کیا جاتا تھا اور جب لڑکیاں اس ماحول میں ڈھل جاتی تھیں تب انہیں احاطے میں لے جایا جاتا تھا اور پھر ان سے بھیک منگوائی جاتی تھی کیونکہ پھر وہ لڑکیاں اس ماحول کی عادی ہو جاتی تھیں اور ان کے فرار ہونے کے خدشات کم ہو جاتے تھے ۔اس بڑے اڈے میں دن کے وقت جو لوگ جاتے تھے انہیں شراب پلائی جاتی تھی ۔ رات کا علیحدہ اور خصوصی انتظام تھا اور ظاہر ہے اس وقت بخشو کی دعوت کا مطلب تھا کہ وہ راکھو کو شراب پلانے کے لئے لے جا رہا ہے اور شراب بھی غیر ملکی ۔اسی وجہ سے راکھو خوش ہو گیا تھا۔

" تمہارے ذمے ایک بڑا کام لگانا چاہتا ہوں ۔ کرو گے "....... کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے بخشو نے سائیڈ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے راکھو سے مخاطب ہو کر کہا تو راکھو بے اختیار چونک پڑا۔

"کون سا کام"....... راکھو نے پوچھا۔

"ہے ایک بڑا کام۔ دس ہزار روپے ملیں گے"....... بخشو نے کہا تو راکھو کا چہرہ فرط مسرت سے چمک اٹھا۔ دس ہزار روپے اس کے لئے خاصی بڑی رقم تھی۔

"بتاؤ تو سہی۔ کیا کام ہے"....... راکھو نے کہا۔

"بڑے استاد نے کہا ہے کہ راکھو دوست آدمی ہے۔ اسے یہ کام دیا جائے ورنہ تو یہ کام کسی کو بھی پانچ ہزار روپے دے کر کرایا جا سکتا ہے"....... بخشو نے کہا۔

"بڑے استاد کی مہربانی ہے۔ تم کام تو بتاؤ"....... راکھو نے بے چین ہوتے ہوئے کہا۔

"روشو کا خاتمہ کرنا ہے تمہیں۔ ریوالور بھی ملے گا اور اتنی بھاری رقم بھی"....... بخشو نے کہا تو راکھو چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گیا۔

"نہیں کرنا چاہتے تو صاف انکار کر دو۔ ہماری کوئی ناراضگی نہیں ہو گی"....... بخشو نے کہا۔

"کام تو میں کروں گا کیونکہ روشو کے لئے میرے دل میں ویسے ہی کوئی ہمدردی نہیں ہے اور خاص طور پر جب سے اس نے بوڑھے روشن پر ظلم کر کے اسے ہلاک کیا ہے میرا دل اس سے بے حد کھٹا ہو گیا ہے لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ یہ کام ہو گا کیسے۔ میں پکڑا بھی نہ جاؤں اور کام بھی ہو جائے"....... راکھو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بڑا آسان طریقہ ہے"....... بخشو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس

نے کار ایک رہائشی کالونی کی طرف جانے والی سڑک پر موڑ دی۔

"وہ کیسے"....... راکھو نے چونک کر پوچھا۔

"بڑے اڈے پر پہنچ کر کھل کر بات ہو گی"....... بخشو نے کہا تو راکھو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں اس بڑے اڈے کے ایک خوبصورت انداز میں سجائے گئے کمرے میں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک لڑکی نے انہیں دو بوتلیں اور دو گلاس لا کر دیئے تھے اور وہ دونوں گلاسوں میں شراب انڈیل کر اب اس کی چسکیاں لے رہے تھے۔

"دیکھو راکھو۔ بظاہر یہ کام خاصا مشکل نظر آتا ہے لیکن تمہارے لئے بے حد آسان ہے۔ روشو تم پر اعتماد کرتا ہے۔ تم اس کے خاص کمرے میں آسانی سے جا سکتے ہو۔ پچھلی رات وہ جب شراب کے نشے میں دھت بے خبر سویا پڑا ہو تو تم اس کے کمرے میں جاؤ اور اس کے سینے پر ریوالور کی نال رکھو اور صرف دو بار ٹریگر دبا دو۔ اس کے بعد خاموشی سے واپس آ جانا اور ریوالور کو اڈے کے اندر اندھے گڑھ میں پھینک دینا اور پھر اطمینان سے سو جانا۔ بس کام ہو گیا"۔ بخشو نے کہا۔

"یہ صرف تمہارا خیال ہے بخشو کہ روشو کو ہلاک کرنا اتنا آسان ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ روشو چاہے جس قدر شراب پی لے اس کم بخت کو سرے سے نشہ ہی نہیں ہوتا۔ پھر وہ انتہائی ہوشیار نیند سوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہاں احاطے میں پہریداری کا انتہائی

سخت نظام ہے ۔ ہر طرف مسلح افراد موجود رہتے ہیں اور معمولی سی حرکت بھی ان کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتی"...... راکھو نے کہا۔

" اس کا مطلب ہے کہ تم یہ کام نہیں کر سکتے"...... بخشو نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

" کیوں نہیں کر سکتا ۔ لیکن ایک کی بجائے دو قتل کرنے پڑیں گے "...... راکھو نے کہا تو بخشو بے اختیار اچھل پڑا۔

" دوسرا کون "...... بخشو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" روشو کی خاص عورت ۔ اس کا نام مونی ہے ۔ وہ کسی دفتر میں کام کرتی ہے ۔ روشو نے اسے شان پلازہ میں ایک اعلیٰ قسم کا فلیٹ لے کر دیا ہوا ہے جس میں باہر سے اندر آواز نہیں آتی اور نہ اندر سے باہر جاتی ہے"...... راکھو نے کہا۔

" ساؤنڈ پروف فلیٹ ۔ ہاں ۔ تمہاری بات درست ہے ۔ شان پلازہ کے تمام فلیٹ لگژری اور ساؤنڈ پروف ہیں"...... بخشو نے کہا۔

" آج سنیچر کا دن ہے ناں"...... راکھو نے شراب کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

" ہاں ۔ آج سنیچر ہے ۔ کیوں "...... بخشو نے چونک کر پوچھا۔

" بس کام بن گیا ۔ روشو سنیچر کی رات مونی کے فلیٹ میں گزارتا ہے ۔ وہ رات گیارہ بجے اس فلیٹ میں جاتا ہے اور دوسرے روز دوپہر کو واپس آتا ہے ۔ آج جب وہ مجھ سے کمائی لینے آئے گا تو میں اس سے

رات کا آخری شو دیکھنے کی اجازت لے لوں گا ۔ اس طرح اڈے پر لے جانے والی ویگن آخری پھیرے کے آخر میں مجھے سینما سے اٹھا لے گی ۔ شان پلازہ کے ساتھ ہی شان سینما ہے ۔ میں وہاں سے ٹکٹ لے کر جیب میں ڈالوں گا اور خود شان پلازہ میں اس فلیٹ میں پہنچ جاؤں گا مونی مجھے جانتی ہے اس لئے وہ دروازہ کھول دے گی ۔ میں اسے ہلاک کر دوں گا اور پھر جیسے ہی روشو آئے گا میں اس کے لئے دروازہ کھول کر سائیڈ میں ہو جاؤں گا اور جیسے ہی وہ اندر داخل ہو گا میں دروازہ بند کر کے اس کی پشت میں گولیاں مار دوں گا ۔ اس کے ہلاک ہوتے ہی میں دروازہ کھول کر اسے باہر سے لاک کر کے خاموشی سے واپس سینما میں پہنچ کر فلم دیکھنے لگ جاؤں گا اور فلم ختم ہونے پر باہر موجود ویگن میں بیٹھ کر احاطے میں چلا جاؤں گا ۔ روشو کی لاش کا پتہ دوسرے روز ہی چلے گا اور مجھ پر کوئی شک نہ کر سکے گا ۔ بولو ۔ کیسی ترکیب ہے لیکن اس میں دو قتل کرنے ہوں گے اس لئے تمہیں بھی ڈبل رقم دینا ہو گی"...... راکھو نے کہا۔

" رقم کا کوئی مسئلہ نہیں ہے ۔ وہ لے لینا ۔ البتہ تمہاری ایک ٹانگ لکڑی کی ہے ۔ تم جب ٹک ٹک کرتے اس عورت کے فلیٹ میں جاؤ گے تو سارے پلازہ کو اس کا علم ہو جائے گا اور پھر استقبالیہ والوں کو بھی تمہارے وہاں جانے کا علم ہو گا ۔ پھر"...... بخشو نے کہا تو راکھو بے اختیار ہنس پڑا۔

" تم راکھو کو کیا سمجھتے ہو ۔ میرے تھیلے میں بیساکھی کا جوتا موجود

ہے ۔ میں اسے جوتا پہنا دوں گا"....... راکھو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" بیساکھی کا جوتا ۔ کہیں شراب تو تمہارے دماغ پر اثر نہیں کر رہی"....... بخشو نے کہا تو راکھو بے اختیار ہنس پڑا۔

" میرے تھیلے میں نرم چمڑے کا ایک ایسا چھلہ موجود ہے جو میں بیساکھی کے سرے پر چڑھا دوں تو پھر سرے سے آواز ہی نہیں آتی اور جہاں تک شان پلازہ کی استقبالیہ کا تعلق ہے تو میں نے عام راستے سے نہیں جانا ورنہ استقبالیہ کے سامنے سے گزرے بغیر اندر جایا ہی نہیں جا سکتا ۔ وہاں کئی خفیہ راستے ہیں جہاں سے لوگ آتے جاتے رہتے ہیں ۔ میں کئی بار اس مونی کے فلیٹ میں گیا ہوں ۔ روشو کا پیغام اور چیزیں پہنچانے کے لئے اس لئے تم بے فکر رہو ۔ کام ہو جائے گا اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا"....... راکھو نے کہا۔

" ٹھیک ہے ۔ تو پھر آج رات یہ کام کر دو ۔ یہ لو پندرہ ہزار روپے کی رقم اور یہ ریوالور"....... بخشو نے ایک طرف پڑا ہوا وہ بیگ اٹھا کر راکھو کی طرف بڑھا دیا جو وہ یہاں آتے ہوئے کار سے اٹھا کر ساتھ لے آیا تھا۔

" شکریہ ۔ اب تم مجھے واپس وہیں پہنچا دو"....... راکھو نے خوش ہوتے ہوئے کہا تو بخشو سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

" فضلو کا بھی بندوبست کر رہے ہو یا نہیں"....... کار چلتے ہی راکھو نے پوچھا۔

" اس کا کانٹا بھی آج رات نکل جائے گا"....... بخشو نے جواب

یا۔

" اور سردار ہاشو ۔ اس کا کیا ہو گا"....... راکھو نے پوچھا۔

" اس کے لئے سرکاری جیل کا انتظام کیا گیا ہے ۔ اس طرح کہ
قی زندگی وہ باہر نہ آسکے"....... بخشو نے جواب دیا۔

" اس کا مطلب ہے کہ تم سردار ہاشو کے پورے گروپ پر قبضہ
نا چاہتے ہو"....... راکھو نے کہا۔

" ہاں ۔ لیکن اس انداز میں کہ ہم پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے ورنہ
وپوں میں خوفناک جنگ شروع ہو جائے گی اور تمہارے بارے
ں فیصلہ کیا گیا ہے کہ جب روشو کا گروپ ہمارے قبضے میں آئے گا
تمہیں روشو کی جگہ دی جائے گی"....... بخشو نے کہا تو راکھو کا چہرہ
سرت سے کھل اٹھا۔

" بے فکر رہو ۔ میں ہمیشہ تمہارا اور استاد کالو کا غلام رہوں
"....... راکھو نے مسرت سے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا تو بخشو نے
سکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

سردار ہاشو آفس کے انداز میں سجے ہوئے کمرے میں میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے اطلاع مل چکی تھی کہ اس کے حکم پر ٹائیگر کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ البتہ اسے بالم کی طرف سے رپورٹ کا انتظار تھا اور اس کے لئے وہ خاصا بے چین تھا کیونکہ اس کے نقطہ نظر سے ٹائیگر سے زیادہ اہمیت اس عمران کی تھی کیونکہ اس نے زیر زمین دنیا کے چند بڑوں سے جب عمران کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو اسے بتایا گیا تھا کہ وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے اس لئے اسے خطرہ تھا کہ کہیں بالم ناکام ہو کر پکڑا نہ جائے اور ایسی صورت میں وہ اس کا نام بتا دے گا۔ اس طرح وہ حکومت کی نظروں میں آ جائے گا۔ اس نے حفاظتی اقدام کے طور پر بالم کے خاتمے کا بھی بندوبست کر دیا تھا تاکہ اگر عمران کی موت کی صورت میں انٹیلی جنس حرکت میں آ بھی جائے تو وہ بالم کی موت کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکے گی۔ پھر اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سردار ہاشو

بے اختیار اچھل پڑا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"سردار ہاشو بول رہا ہوں"....... سردار ہاشو نے تیز لہجے میں کہا۔

"بالم بول رہا ہوں سردار ہاشو"....... دوسری طرف سے بالم کی بڑی اطمینان بھری آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ بالم اپنے مشن میں کامیاب رہا ہے۔

"کیا رپورٹ ہے بالم"....... سردار ہاشو نے پوچھا۔

"وکٹری۔ مشن مکمل ہو گیا ہے"....... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"کیسے۔ تفصیل بتاؤ"....... سردار ہاشو نے کہا۔

"میں نے عمران کے فلیٹ کو تاڑ لیا تھا۔ اس کے سامنے سڑک پار کر کے ایک بلڈنگ ہے جس کی چھت پر بڑا سا پبلسٹی بورڈ موجود ہے۔ میں کسی کی نظروں میں آئے بغیر سیڑھیوں سے چھت پر پہنچ گیا اور بورڈ کی آڑ لے کر بیٹھ گیا۔ دور مار رائفل میرے پاس تھی۔ میں نے عمران کے بارے میں معلومات حاصل کر لی تھیں کہ عمران اپنے باورچی کے ساتھ اس فلیٹ میں رہتا ہے۔ میں انتظار کرنے لگا۔ عمران کا باورچی صبح کو باہر چلا گیا۔ پھر تقریباً دو تین گھنٹوں بعد وہ آیا عمران کو ایک نظر میں نے پہلے بھی دیکھا ہوا تھا اس لئے میں اسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ پھر اچانک عمران کو میں نے سیڑھیاں پھلانگ کر نیچے آتے دیکھا۔ وہ جلدی میں لگتا تھا۔ میں نے نشانہ باندھ لیا۔ وہ گیراج کا دروازہ کھول رہا تھا۔ اس کی پشت میرے سامنے تھی۔ میں

نے فائر کر دیا۔ دو گولیاں اس کی پشت میں گھس کر دل میں اتر گئیں
وہ گر کر تڑپنے لگا تو سیڑھیوں سے اس کا باورچی نیچے اترتا نظر آیا۔ میں
فوری طور پر رائفل چھپا کر سیڑھیوں سے اتر کر واپس آگیا اور اس
طرح مشن مکمل ہو گیا"...... بالم نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" لیکن تمہیں تسلی تو کرنا چاہئے تھی کہ وہ ہلاک ہوا بھی ہے یا
نہیں"...... سردار ہاشو نے کہا۔

" تم میرے نشانے کے بارے میں جانتے ہو ہاشو۔ پھر ایسی بات
کر رہے ہو۔ گولیاں اس کے دل میں گھس گئی تھیں۔ پھر وہ کیسے بچ
سکتا ہے۔ اب باقی رہی اس کی لاش۔ اس کو اٹھا کر وہ لوگ
ہسپتال تو لے جائیں گے۔ لے جائیں۔ بہرحال وہ ختم ہو گیا ہے اور
تمہیں تو معلوم ہے کہ آج تک میرے نشانے سے کوئی نہیں بچ سکا
پھر یہ کیسے بچ سکتا ہے"...... بالم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اب تم کہاں سے بول رہے ہو"...... سردار ہاشو نے کہا۔

" مارتھین کے فلیٹ سے۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ مشن مکمل
کرنے کے بعد میں ایک ہفتہ یہیں آرام کرتا ہوں"...... بالم نے
جواب دیا۔

" اوکے۔ تھینک یو۔ رقم تو پہنچ گئی تھی ناں"...... سردار ہاشو
نے کہا۔

" ہاں۔ ظاہر ہے ورنہ میں حرکت میں کیسے آسکتا تھا"...... بالم
نے ہنستے ہوئے کہا تو سردار ہاشو نے بھی ہنستے ہوئے کریڈل دبا دیا

اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" راجو بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز
سنائی دی۔

" سردار ہاشو بول رہا ہوں۔ بالم مارتھین کے فلیٹ پر پہنچ چکا
ہے"...... سردار ہاشو نے کہا۔

" اچھا ٹھیک ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سردار ہاشو
نے رسیور رکھ دیا۔ اسے معلوم تھا کہ اب راجو اس فلیٹ کو ہی
میزائلوں سے اڑا دے گا اور پھر پولیس خود ہی تفتیش کرتی پھرے گی
لیکن چند لمحوں بعد ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سردار ہاشو نے ہاتھ بڑھا
کر رسیور اٹھا لیا۔

" سردار ہاشو بول رہا ہوں"...... سردار ہاشو نے کہا۔

" برکت بول رہا ہوں سردار"...... دوسری طرف سے اس کے
خاص آدمی برکت کی انتہائی متوحش سی آواز سنائی دی۔

" کیا ہوا"...... سردار ہاشو نے اس کے انداز پر چونک کر کہا۔

" روشو کو ہلاک کر دیا گیا ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو
سردار ہاشو بے اختیار اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

" کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کب۔ کہاں۔ کس نے کیا ہے"۔ سردار
ہاشو نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسے تھا جیسے
اسے اس بات پر یقین نہ آرہا ہو۔

" شان پلازہ میں وہ اپنی خاص عورت مونی کے فلیٹ میں تھا۔

وہاں سے پولیس کو مونی اور روشو دونوں کی لاشیں ملی ہیں ۔ مونی اور روشو دونوں کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے اور سردار ایک اور بھی بری خبر ہے ۔ فضلو کو بھی اب سے آدھا گھنٹہ پہلے کراس چوک میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے ۔ قاتل کا پتہ نہیں چلا ۔ فضلو کار میں سوار جا رہا تھا کہ ٹریفک رکتے ہی اس نے کار روکی تو اچانک گولی چلی اور فضلو کی کھوپڑی اڑ گئی"...... برکت نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" ہونہہ ۔ اس کا مطلب ہے کہ میرے گروپ کے خلاف استاد کالو نے کارروائی شروع کر دی ہے ۔ ٹھیک ہے ۔ میں دیکھ لیتا ہوں انہیں"...... سردار ہاشو نے غراتے ہوئے انداز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے ۔

" کارسو بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

" کارسو ۔ میں سردار ہاشو بول رہا ہوں"...... سردار ہاشو نے کہا۔

" اوہ ۔ سردار آپ ۔ حکم فرمایئے"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

" روشو اور فضلو دونوں کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور یہ کام سردا کالو کے بخشو کا ہے ۔ پہلے بھی مجھے اطلاع ملی تھی کہ ایسی سازش کی ج رہی ہے لیکن مجھے یقین نہ آیا تھا ۔ تم فوراً معلوم کراؤ اور مجھے بتاؤ ک

کیا چکر ہے ۔ کون قاتل ہیں"...... سردار ہاشو نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

" اوہ اچھا سردار ۔ میں ابھی معلوم کراتا ہوں ۔ آپ کہاں سے کال کر رہے ہیں"...... کارسو نے کہا۔

" میں اپنے سپیشل آفس میں ہوں"...... سردار ہاشو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا ۔ اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے ۔ تقریباً ایک گھنٹے کے شدید انتظار کے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

" سردار ہاشو بول رہا ہوں"...... سردار ہاشو نے کہا ۔ چونکہ وہ اپنے خصوصی دفتر میں تھا اور یہاں جو فون تھا اس کی کال چیک نہ کی جا سکتی تھی اس لئے وہ اطمینان سے اپنا نام لے رہا تھا۔

"کارسو بول رہا ہوں سردار"...... دوسری طرف سے کارسو کی آواز سنائی دی۔

" ہاں ۔ کیا معلوم ہوا ہے"...... سردار ہاشو نے چونک کر پوچھا۔

" سردار ۔ آپ کی بات درست ہے ۔ روشو اور فضلو دونوں کو استاد کالو کے نائب بخشو نے ہلاک کرایا ہے ۔ روشو کو اس کے خاص آدمی راکھو لنگڑے نے ہلاک کیا ہے اور فضلو کو مشہور پیشہ ور قاتل راجو نے ہلاک کیا ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سردار ہاشو بے اختیار چونک پڑا۔

" راجو نے ۔ کیا واقعی"...... سردار ہاشو نے کہا۔

" ہاں سردار ہاشو ۔ دونوں باتیں حتمی ہیں ۔ میں نے بخشو کے خاص آدمی کو بھاری دولت دے کر معلوم کیا ہے"....... کارسو نے کہا۔

" اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے"....... سردار ہاشو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی ۔ اس نے کریڈل سے ہاتھ اٹھالیا۔

" سردار ہاشو بول رہا ہوں"....... سردار ہاشو نے کہا۔

" راجو بول رہا ہوں سردار ۔ آپ کا کام ہو گیا ہے ۔ میں نے مارتھین کے فلیٹ کو میزائلوں سے اڑا دیا ہے اور پولیس کو وہاں سے بالم اور مارتھین دونوں کی لاشیں ملی ہیں"....... راجو نے کہا۔

" بہت اچھے ۔ تم واقعی بہت بڑے انعام کے مستحق ہو راجو"۔ سردار ہاشو نے کہا۔

" یہ آپ کی قدر دانی ہے سردار"....... راجو نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

" میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں تمہارے معاوضے پچاس ہزار سے ہٹ کر پچاس ہزار مزید انعام بھی دیا جائے ۔ تم میرا مخصوص آفس تو جانتے ہو"....... سردار ہاشو نے کہا۔

" جی ہاں سردار"....... دوسری طرف سے مسرت بھرے لہجے میں جواب دیا گیا۔

" تم میرے آفس میں آجاؤ۔ اور سنو۔ ایک لاکھ تو ہو گیا ۔ مزید

پچاس ہزار روپے بھی کما لو اور یہاں آکر ڈیڑھ لاکھ روپے نقد مجھ سے لے جاؤ"....... سردار ہاشو نے کہا۔

" وہ کیسے سردار"....... راجو نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

" مارٹی چوک سے ہٹ کر سڑک پر لنگڑا راکھو بھیک مانگتا ہے ۔ کیا تم جانتے ہو اسے"....... سردار ہاشو نے کہا۔

" ہاں سردار ۔ بہت اچھی طرح جانتا ہوں ۔ وہ روشو کا خاص آدمی ہے"....... راجو نے جواب دیا۔

" اس نے غداری کی ہے اس لئے میں نے اسے موت کی سزا دے دی ہے ۔ تم میرے آفس آتے ہوئے مارٹی چوک سے گزرو گے ۔ وہاں وہ موجود ہو گا ۔ اسے گولی مار کر ہلاک کر دو اور اس کا معاوضہ پچاس ہزار روپے لے لو"....... سردار ہاشو نے کہا۔

" اوہ ۔ یہ تو بہت آسان کام ہے ۔ ٹھیک ہے ۔ میں آرہا ہوں ۔ آپ ڈیڑھ لاکھ روپے تیار رکھیں"....... راجو نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

" تیار ہیں"....... سردار ہاشو نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے میز کی دراز کھولی اور اس میں موجود پسٹل نکالا ۔ اس کا میگزین چیک کر کے اس نے اس کا سیفٹی لاک ہٹایا اور پھر پسٹل کو واپس میز کی دراز میں رکھ کر اس نے دراز بند کر دی ۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" مارگو بول رہا ہوں"....... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف

سے بڑے استاد مار گو کی آواز سنائی دی۔

" سردار ہاشو بول رہا ہوں بڑے استاد"....... سردار ہاشو نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" ہاں ۔ کیا بات ہے ۔ کیوں کال کی ہے"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو سردار ہاشو نے اسے روشو اور فضلو کی موت کے بارے میں بتا دیا۔

" اوہ ۔ یہ کس نے کیا ہے"....... بڑے استاد نے چونک کر پوچھا۔

" استاد کالو کے نائب بخشو نے اور یہ بات حتمی ہے"....... سردار ہاشو نے کہا۔

" اوہ ۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ تمہارے گروپوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے"....... بڑے استاد نے کہا۔

" ہاں بڑے استاد اور میں آپ کی وجہ سے خاموش ہو گیا ہوں ورنہ اب تک استاد کالو اور بخشو دونوں کی لاشیں کسی چوک پر پڑی نظر آتیں ۔ سردار ہاشو کے آدمیوں پر ہاتھ ڈال کر انہوں نے ناقابل معافی جرم کیا ہے"....... سردار ہاشو نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں ۔ میں سیٹھ صاحب سے بات کرتا ہوں ۔ میرا خیال ہے کہ اب سب گروپوں کو اکٹھا کر دیا جائے اور تمہیں سب کا انچارج بنا دیا جائے"....... بڑے استاد نے کہا۔

" پھر استاد کالو اور بخشو کا کیا ہو گا"....... سردار ہاشو نے پوچھا۔

" مجھے جو اطلاعات ملی ہیں ان کے مطابق بخشو ضرورت سے زیادہ سازشی ذہن کا آدمی ہے اور اگر اس کا ہاتھ روشو اور فضلو کی موت میں ہوا تو تمہیں اس کی موت کی خبر مل جائے گی جبکہ استاد کالو کو ہم کسی دوسرے شعبے میں بھجوا دیں گے"....... بڑے استاد نے کہا۔

" اگر ایسا ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر دونوں گروپوں کے درمیان خوفناک لڑائی بھی چھڑ سکتی ہے بڑے استاد ۔ اور پہل میں نے نہیں کی استاد کالو کی طرف سے ہوئی ہے"....... سردار ہاشو نے کہا۔

" تم فکر مت کرو ۔ سب ٹھیک ہو جائے گا"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو سردار ہاشو نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا ۔ اس کے چہرے پر اب قدرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد انٹرکام کا بزر بج اٹھا تو سردار ہاشو نے رسیور اٹھا لیا۔

" کیا ہے"....... سردار ہاشو نے سخت لہجے میں پوچھا۔

" راجو آیا ہے سردار ۔ اس کا کہنا ہے کہ آپ نے اسے بلایا ہے"....... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

" ہاں ۔ بھیج دو اسے"....... سردار ہاشو نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تو درمیانے قد کا اور دبلا پتلا راجو اندر داخل ہوا ۔ اس کی آنکھوں میں تیز شیطانی چمک تھی اور وہ خاصا پھرتیلا اور تیز دکھائی دے رہا تھا ۔ اس نے اندر داخل ہو کر بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

" آؤ بیٹھو راجو ۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا"....... سردار ہاشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" شکریہ سردار ۔ آپ کا دوسرا کام بھی ہو گیا ہے"....... راجو نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

" اچھا ۔ کیسے ۔ تفصیل بتاؤ"....... سردار ہاشو نے پوچھا۔

" راکھو آنکھیں بند کئے ہاتھ پھیلائے کھڑا بھیک مانگ رہا تھا ۔ میں نے اس کے سامنے سے گزرتے ہوئے کار ایک لمحے کے لئے روکی اور دوسرے لمحے خنجر اس کے سینے میں گھستا چلا گیا ۔ وہ چیخ مار کر الٹ کر پیچھے گرا اور میں نے کار آگے بڑھا دی ۔ پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر میں واپس آیا تو وہاں لوگ اکٹھے تھے اور پولیس بھی وہاں پہنچ گئی تھی میں نے کار سے اتر کر پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ لنگڑا فقیر کھڑا بھیک مانگ رہا تھا کہ کسی نے اس کے سینے میں خنجر مار کر اسے ہلاک کر دیا چنانچہ اس کی ہلاکت کی تصدیق ہوتے ہی میں واپس کار میں بیٹھا اور یہاں آ گیا"....... راجو نے اس انداز میں تفصیل بتائی جیسے وہ کسی انسان کی بجائے کسی ضرر رساں کیڑے کو ہلاک کر کے آیا ہو۔

" تمہارا خنجر تو نہیں پہچانا جائے گا"....... سردار ہاشو نے دراز کھولتے ہوئے کہا۔

" اوہ نہیں سردار ۔ یہ عام سا خنجر تھا ۔ وہاں میں گولی نہ چلا سکتا تھا ورنہ میں بھی پکڑا جا سکتا تھا اس لئے خنجر استعمال کیا ہے" ۔ راجو نے کہا۔

" بہت خوب ۔ تمہاری یہی ذہانت اور کارکردگی مجھے بے حد پسند ہے ۔ یہ لو اپنا انعام"....... سردار ہاشو نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دراز میں موجود پسٹل نکالا جس کا سیفٹی کیچ وہ پہلے ہی ہٹا چکا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ راجو کچھ سمجھتا یکلخت گولیاں سامنے بیٹھے راجو کے سینے پر تواتر سے پڑیں اور وہ چیخ مار کر کرسی سمیت پیچھے فرش پر گرا ۔ اس نے شاید اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن پھر ایک جھٹکا کھا کر سیدھا ہو گیا ۔ سردار ہاشو نے اٹھ کر دیکھا تو راجو کی آنکھیں بے نور ہو چکی تھیں ۔ اس نے پسٹل واپس دراز میں رکھا اور انٹرکام کا رسیور اٹھا کر یکے بعد دیگرے دو بٹن پریس کر دیئے ۔

" حکم سردار"....... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے مردانہ آواز سنائی دی ۔

" شیرے ۔ میرے آفس میں دو آدمی بھیج دو ۔ راجو نے ہمارے آدمی کو ہلاک کیا ہے اس لئے میں نے اسے موت کی سزا دے دی ہے اس کی لاش اٹھوا کر دور کسی ویران علاقے میں پھینکوا دو"....... سردار ہاشو نے سخت لہجے میں کہا۔

" اوہ اچھا سردار ۔ حکم کی تعمیل ہو گی"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو سردار ہاشو نے طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا ۔ اس نے روشو اور فضلو کا انتقام فوری لے لیا تھا اور اب اسے بڑے استاد کے فیصلے کا انتظار تھا۔

بلیک زیرو آپریشن روم میں بیٹھا ایک کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ چونکہ ان دنوں سیکرٹ سروس کے پاس کوئی کیس نہ تھا اس لئے عمران بھی اپنے مشاغل میں مصروف تھا اور وہ بھی بہت کم دانش منزل کا رخ کرتا تھا۔ بلیک زیرو ظاہر ہے سوائے مطالعہ کرنے کے اور کیا کر سکتا تھا کہ اچانک پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو بلیک زیرو نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو"...... بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"سلیمان بول رہا ہوں۔ سپیشل ہسپتال سے۔ عمران صاحب کو گولیاں ماری گئی ہیں۔ میں انہیں انتہائی شدید زخمی حالت میں اٹھا کر یہاں لے آیا ہوں لیکن یہاں ڈاکٹر صدیقی اور ان کے ساتھی ڈاکٹرز موجود نہ تھے۔ وہ عمران صاحب کی کال پر جنرل ہسپتال گئے ہوئے

تھے کیونکہ عمران صاحب نے انہیں بتایا تھا کہ ٹائیگر کو سڑک پر گولیاں ماری گئی تھیں اور وہ جنرل ہسپتال میں ہے اور اس کے آپریشن ہو رہے ہیں۔ اس اطلاع پر ڈاکٹر صدیقی اپنے دو نائب ڈاکٹرز کو ساتھ لے کر جنرل ہسپتال چلے گئے۔ عمران صاحب وہاں جانے کے لئے جیسے ہی فلیٹ کی سڑھیاں اترے انہیں سامنے والی بلڈنگ کی چھت سے گولیاں مار دی گئیں جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ میں ایک ٹیکسی میں انہیں ڈال کر سپیشل ہسپتال لے آیا۔ ان کی حالت بے حد خراب تھی۔ یہاں چونکہ ڈاکٹر صدیقی موجود نہ تھے اس لئے فوری طور پر ڈاکٹر رحمت علی صاحب کو ان کی رہائش گاہ سے کال کیا گیا۔ ڈاکٹر رحمت علی صاحب نے آ کر عمران صاحب کو سنبھالا لیکن گولیاں دل کے اس قدر قریب لگی تھیں کہ وہ آپریشن کرنے کی ہمت نہ کر رہے تھے۔ البتہ انہوں نے عمران صاحب کو سنبھالے رکھا۔ پھر ڈاکٹر صدیقی صاحب ٹائیگر سمیت واپس آگئے۔ انہیں جب عمران صاحب کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ اسی وقت آپریشن روم میں چلے گئے اور ابھی تک وہ باہر نہیں آئے۔ میں نے سوچا آپ کو اطلاع کر دوں تاکہ آپ بھی عمران صاحب کے لئے دعا کریں"۔ سلیمان نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کرے گا۔ لیکن یہ سب ہوا کیوں ہے مجھے تو کسی بات کا علم ہی نہیں ہے"...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے خود تفصیل کا علم نہیں ہے"....... سلیمان نے کہا۔

"اچھا۔ جیسے ہی ڈاکٹر صدیقی صاحب باہر آئیں انہیں کہنا کہ وہ مجھے فون کریں"....... بلیک زیرو نے کہا۔

"اچھا"....... سلیمان نے جواب دیا تو بلیک زیرو نے رسیور رکھا کتاب اٹھا کر ایک طرف رکھی اور اٹھ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس کا چہرہ بری طرح سے لٹکا ہوا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سلیمان کی بات سن کر اس کا دل گھٹ سا گیا ہے۔ اس نے وضو کیا اور پھر ایک کمرے سے جائے نماز اٹھا کر اس نے اسے آپریشن روم میں میز کے قریب بچھایا اور پھر اس کے ساتھ ہی اس نے دو نفل نماز کی نیت باندھ لی۔ نماز پڑھ کر وہ دوزانو بیٹھ گیا اور اس نے انتہائی درد بھرے انداز میں اللہ تعالیٰ سے عمران اور ٹائیگر دونوں کی صحت یابی کی دعا مانگنا شروع کر دی۔ چند لمحوں بعد وہ یکلخت سجدے میں گر گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلنے شروع ہو گئے۔ اس کا دل یکلخت خود بخود بھر آیا تھا لیکن رونے اور گڑگڑانے کے دوران اچانک اسے محسوس ہوا جیسے اس کے دل میں موجود بوجھ یکلخت ہلکا ہو گیا ہے۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے سجدے سے سر اٹھایا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک آنسوؤں کی آبشار موجود تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو"....... اس نے زبردست جدوجہد کے بعد اپنے آپ کو نارمل کرتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں سر۔ مبارک ہو سر۔ عمران صاحب پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی رحمت کر دی ہے۔ ان کی حالت اب خطرے سے باہر ہے ورنہ ان کی جو حالت تھی اس سے میں بھی دل چھوڑ بیٹھا تھا اور ڈاکٹر رحمت علی کی بھی ہمت نہ پڑ رہی تھی لیکن اچانک اللہ تعالیٰ نے خصوصی رحمت کر دی اور عمران صاحب ہمارے ہاتھوں سے نکلتے نکلتے واپس لوٹ آئے"....... ڈاکٹر صدیقی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا عمران ہوش میں ہے"....... بلیک زیرو نے اپنے مخصوص لہجے اور سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"جی نہیں۔ ابھی دو روز تک ہم انہیں بے ہوش رکھیں گے۔ یہ ضروری ہے ورنہ دوبارہ معاملہ خراب ہو سکتا ہے"....... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

"ٹائیگر کی کیا پوزیشن ہے"....... بلیک زیرو نے پوچھا۔

"اس کو آٹھ گولیاں لگی تھیں۔ گو ان میں سے کوئی بھی دل تک نہ پہنچتی تھی لیکن جنرل ہسپتال میں جس انداز میں اس کا آپریشن ہو رہا تھا اگر عمران صاحب مجھے اطلاع نہ دیتے اور میں وہاں نہ پہنچتا تو اس کا بچنا محال ہو جاتا کیونکہ وہاں آپریشن کرنے والے سینئرز موجود ہی نہیں تھے اور جونیئرز ڈاکٹر آپریشن کر رہے تھے اس لئے مجھے خود وہاں اس کا آپریشن کرنا پڑا۔ وہ بھی دو روز تک بے ہوش رہے گا"....... ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیا۔

"آپ عمران اور ٹائیگر دونوں کو سپیشل ہسپتال میں رکھیں اور ان کی باقاعدہ اور سختی سے نگرانی کرائیں کیونکہ ان پر حملہ کرنے والوں تک ان کے بچ جانے کی اطلاع پہنچ گئی تو وہ دوبارہ بھی حملہ کر سکتے ہیں"....... بلیک زیرو نے کہا۔

"یس سر۔ ٹھیک ہے سر"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو بلیک زیرو نے رسیور رکھا اور ایک بار پھر اس نے دو نفل شکرانہ کی نیت کر لی۔ نفل ادا کر کے اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی اور پھر اٹھ کر اس نے جائے نماز لپیٹ کر اسے واپس اس کمرے میں رکھا جہاں سے وہ اٹھا کر لایا تھا اور واپس آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب وہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ کس سے اس بارے میں معلومات حاصل کرے کہ اچانک اسے خیال آیا کہ ٹائیگر اور عمران پر حملہ کرنے والوں کا سراغ لگایا جانا ضروری ہے اور اس کے لئے اس نے فور سٹارز کا انتخاب کیا۔ چنانچہ اس نے رسیور اٹھایا اور صدیقی کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"صدیقی بول رہا ہوں"....... رابطہ قائم ہوتے ہی صدیقی کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو"....... بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر"....... دوسری طرف سے صدیقی کا لہجہ یکلخت مؤدبانہ ہو گیا۔

"ٹائیگر اور عمران دونوں کو گولیاں ماری گئی ہیں اور وہ دونوں

اس وقت سپیشل ہسپتال میں ہیں۔ ان کی حالت اس قدر خراب تھی کہ ڈاکٹر صدیقی بھی ہاتھ پیر چھوڑ بیٹھے تھے لیکن پھر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہو گئی اور یہ دونوں بچ گئے۔ تم اپنے فور سٹارز ساتھیوں سمیت کام کرو اور ان دونوں کے حملہ آوروں کو تلاش کرو سپیشل ہسپتال جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ابھی دو روز تک ان دونوں کو بے ہوش رکھا جائے گا"....... بلیک زیرو نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"باس۔ یہ عام سے غنڈے اس سطح پر آجائیں گے اس کا نہ تو مجھے تصور تھا اور نہ ہی عمران صاحب کو"....... صدیقی نے جواب دیا تو بلیک زیرو بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو۔ کھل کر بات کرو"....... بلیک زیرو نے کہا تو صدیقی نے بختیار کے ہسپتال پہنچنے سے لے کر اس کے گھر پہنچانے اور پھر اس کے بعد ہونے والے سارے واقعات تفصیل سے بتا دیئے تو بلیک زیرو کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ اسے تو اس بارے میں بالکل ہی معلوم نہ تھا۔

"یہ کیس تمہارا ہے اس لئے اس کو تم نے ہی مکمل کرنا ہے۔ فی الحال تم ان قاتلوں کا پتہ چلاؤ"....... بلیک زیرو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ کر ایک طویل سانس لیا۔

"حیرت ہے۔ بیگرز مافیا۔ یہ حالت ہو رہی ہے ہمارے ملک کی"....... بلیک زیرو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس

نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"پی اے ٹو سیکرٹری خارجہ"....... رابطہ قائم ہوتے ہی سر سلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو"....... بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر۔یس سر"....... دوسری طرف سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"سلطان بول رہا ہوں"....... چند لمحوں بعد سر سلطان کی بھاری آواز سنائی دی۔

"عمران نے بیگرز مافیا کے بارے میں آپ سے کوئی بات کی تھی"....... بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"بیگرز مافیا۔ وہ کیا ہوتا ہے جناب"....... دوسری طرف سے سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو بلیک زیرو نے صدیقی سے ملنے والی تفصیل کو مخصوص انداز میں دوہرا دیا۔

"اوہ۔اوہ۔یہ اس قدر منظم کاروبار ہے اور وہ بھی گداگروں کا۔ حیرت ہے"....... سر سلطان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"عمران اور فور سٹارز ان کے خلاف کام کر رہے تھے کہ انہوں نے عمران کے شاگرد ٹائیگر اور خود عمران کو گولیاں مار دیں۔ دونوں پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی رحمت کی ہے ورنہ اس بار سپیشل ہسپتال کے ڈاکٹرز بھی ہاتھ پیر چھوڑ گئے تھے"....... بلیک زیرو نے کہا۔

"اوہ۔اوہ۔عمران۔کیا ہوا اسے۔اب اس کا کیا حال ہے"۔

سر سلطان نے انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔

"میں نے بتایا ہے سر سلطان کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہو گئی ہے ورنہ اس بار عمران اور ٹائیگر دونوں کا بچنا محال تھا اور ابھی دو روز تک ان دونوں کو بے ہوش رکھا جائے گا۔ میں نے اس لئے کال کی ہے کہ آپ معلوم کریں کہ کون سی وزارت معاشرے میں ان گداگروں کے بارے میں کام کرتی ہے"....... بلیک زیرو نے کہا۔

"میرے خیال میں تو اس کام کے لئے کسی وزارت کے پاس کوئی ٹاسک نہیں ہے"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"آپ صدر صاحب سے کہہ کر اس سلسلے میں کام کریں لیکن ان گداگروں کی اندھا دھند گرفتاریوں کی ضرورت نہیں ہے ورنہ سب لوگ انڈر گراؤنڈ ہو جائیں گے۔ آپ پہلے کسی وزارت کے تحت ان کا تفصیلی سروے کرائیں۔ اس کے بعد انتہائی مفلوج اور معذور لوگوں کے لئے حکومتی سرپرستی میں خصوصی محتاج گھر بنائے جائیں جہاں ان لوگوں کو رکھا جا سکے۔ صحت مند مردوں اور عورتوں کے لئے روزی کمانے اور کام کرنے کے لئے علیحدہ سنٹرز بنائے جائیں اور ان بچوں کے لئے جن کے ہاں باپ نہ ہوں علیحدہ سکول بنائے جائیں جہاں ان کی رہائش اور تعلیم کا خاص خیال رکھا جائے۔ یہ سارا سیٹ اپ مکمل ہونے کے بعد پورے ملک میں ان کا آپریشن کیا جائے اور اس مافیا کے سرپرستوں کو گرفتار کر کے ان کے خلاف

مقدمات چلائے جائیں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

" ٹھیک ہے جناب ۔ ایسا ہی ہو گا جناب"...... سر سلطان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" ایک اور بات بھی آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ جنرل ہسپتال کے معاملات کو فوری طور پر درست کیا جائے ۔ ٹائیگر کو گولیاں لگیں تو اسے جنرل ہسپتال پہنچایا گیا ۔ عمران نے ڈاکٹر صدیقی کو وہاں بھیجا اور ڈاکٹر صدیقی نے ابھی رپورٹ دی ہے کہ وہاں سینئرز ڈاکٹر موجود نہ تھے اور ٹائیگر کا انتہائی خطرناک آپریشن جونیئرز ڈاکٹر کر رہے تھے ۔ اگر ڈاکٹر صدیقی اپنے ساتھی ڈاکٹروں کے ساتھ وہاں نہ پہنچتا تو نجانے کیا ہوتا ۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہاں کیا حالات ہیں ۔ آپ صدر صاحب کے نوٹس میں یہ سارے معاملات لے آئیں ورنہ مجھے خود احکامات دینے پڑیں گے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

" ایسے ہی ہو گا سر ۔ آپ کے احکامات کی تعمیل ہو گی" ۔ دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا تو بلیک زیرو نے رسیور رکھ دیا ۔ اب ظاہر ہے اس کے سوا وہ اور کیا کر سکتا تھا لیکن اس کے ذہن میں ابھی تک صدیقی کی بتائی ہوئی تفصیل کی وجہ سے کھلبلی موجود تھی کہ پورے پاکیشیا میں خیرات اور بھیک کو بھی باقاعدہ مافیا کنٹرول کر رہا تھا اور یہ ایک ایسا منظم مافیا تھا جو عمران اور ٹائیگر دونوں کو اس انداز میں ہلاک کر سکتا تھا ۔ اسی بات سے بلیک زیرو سمجھ گیا تھا

کہ یہ مافیا کس قدر وسیع نیٹ ورک رکھتا ہو گا اور کس قدر باوسائل اور منظم ہو گا ۔ آج تک ڈرگ مافیا کے بارے میں اسے معلوم تھا لیکن بیگرز مافیا کے بارے میں تو اس کے ذہن میں تصور تک نہ تھا۔

سیٹھ ارشاد اپنے آفس میں بیٹھا اپنے کاروبار سے متعلق ایک فائل کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سیٹھ ارشاد نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

"یس"....... سیٹھ ارشاد نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"مارگو بڑا استاد آپ سے بات کرنا چاہتا ہے"....... دوسری طرف سے ان کے پرسنل سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"کراؤ بات"....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

"مارگو بول رہا ہوں عالی جناب"....... دوسری طرف سے ایک منمناتی سی آواز سنائی دی۔

"کیوں کال کی ہے بڑے استاد۔ کوئی خاص بات"....... سیٹھ ارشاد نے نرم لہجے میں کہا۔

"عالی جناب۔ سرکار کی خدمت میں چند گزارشات پیش کرنی

ہیں۔ اگر عالی جناب کچھ وقت ملاقات کے لئے دے دیں تو انتہائی نوازش ہو گی"....... بڑے استاد نے اسی طرح انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے اور انداز سے یہی محسوس ہوتا تھا کہ وہ لاغر اور نحیف قسم کا کوئی آدمی ہو گا۔

"آجاؤ میرے آفس"....... سیٹھ ارشاد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ کر انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے چند بٹن پریس کر کے اس نے بڑے استاد کو آفس میں بھجوانے کا کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

"آجاؤ"....... سیٹھ ارشاد نے اونچی آواز میں کہا تو دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک دیو زاد آدمی اندر داخل ہوا۔ وہ لمبے قد اور چوڑے جسم کا مالک تھا۔ اس کا چہرہ بھی اس کی جسامت کی مناسبت سے چوڑا تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی اور مونچھیں دونوں سائیڈوں پر نیزوں کی طرح سیدھی تھیں۔ اس کی چھوٹی چھوٹی داڑھی تھی جس کی وجہ سے اس کا بھرا ہوا چہرہ اور زیادہ بھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ آنکھوں میں سرخی تھی اور سر کے بال پیچھے کی طرف تھے اور وہ اپنے چہرے اور ڈیل ڈول سے کوئی انتہائی خطرناک بدمعاش دکھائی دیتا تھا۔ اس نے شلوار قمیض اور جیکٹ پہنی ہوئی تھی اور کاندھے پر سفید رنگ کی چادر پڑی ہوئی تھی۔

"مارگو عالی جناب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے"....... اس

کے منہ سے انتہائی ممنماتی ہوئی سی آواز نکلی جو کسی طرح بھی اس
دیو ہیکل آدمی کی آواز محسوس نہ ہوتی تھی۔

" آؤ بیٹھو بڑے استاد "....... سیٹھ ارشاد نے مسکراتے ہوئے کہا
تو بڑا استاد میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر اطمینان سے بیٹھ گیا۔

" کیا بات ہے ۔ تم خاصے فکر مند نظر آرہے ہو "....... سیٹھ ارشاد
نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

" حالات بہت خراب ہو چکے ہیں اور دن بدن خراب سے خراب تر
ہوتے جا رہے ہیں جناب عالی "....... بڑے استاد نے اسی طرح
مؤدبانہ لہجے میں کہا لیکن اس بار اس کی آواز میں معمولی سی تیزی
نمایاں ہو گئی تھی۔

" کیا مطلب ۔ کیا ہوا ہے "....... سیٹھ ارشاد نے چونک کر کہا۔

" سردار ہاشو اور استاد کالو کے درمیان انتہائی خوفناک جنگ چھڑ
گئی ہے ۔ میں نے اپنے خاص مخبروں سے جو معلومات حاصل کی ہیں
ان کے مطابق استاد کالو کے نائب بخشو نے سردار ہاشو کے گروپ کو
اپنے قبضے میں لینے کے لئے سازشوں کا آغاز کیا اور نتیجے میں سردار ہاشو
کے خلاف انٹیلی جنس کو ایک کسٹم انسپکٹر قاسم کے قتل کی مخبری کی
گئی تاکہ سردار ہاشو کو قتل کیس میں پھنسا دیا جائے ۔ گو یہ کام
سردار ہاشو نے کیا تھا کیونکہ وہ پیشہ ور قاتل کا دھندہ بھی اکثر کرتا رہتا
ہے لیکن یہ کام اس نے آپ کے اور میرے کہنے پر کیا تھا ۔ انٹیلی
جنس نے تو سردار ہاشو کو نہ پکڑا البتہ بخشو نے سردار ہاشو کے ایک

گروپ کے انچارج فضلو کو ایک اور پیشہ ور قاتل راجو کے ذریعے
ہلاک کرا دیا "....... بڑے استاد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو سیٹھ
ارشاد ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا رہا۔

" پھر کیا ہوا "....... سیٹھ ارشاد نے بڑے استاد کے خاموش ہوتے
ہی کہا۔

" ایک دوسرا پہلو سامنے آیا ہے عالی جناب ۔ زیر زمین دنیا میں
کام کرنے والا ایک بدمعاش ٹائیگر بھی سردار ہاشو کے خلاف کام کر
رہا تھا ۔ پھر اطلاع ملی کہ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کا بیٹا
عمران جو سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کا گہرا دوست ہے
اور سیکرٹ سروس کے لئے بھی کام کرتا رہتا ہے اور وہ اس ٹائیگر کا
استاد بھی ہے وہ بھی سردار ہاشو اور اس کے گروپوں میں دلچسپی لے رہا
ہے ۔ یہ سارا فساد دراصل سردار ہاشو کے گروپ کے ایک لڑکے
بختیار کے بھاگ نکلنے سے شروع ہوا تھا ۔ بختیار کو اس عمران نے
ہسپتال پہنچایا اور پھر وہاں سے اسے شام نگر اس کے والدین کے گھر
پہنچا دیا ۔ اس کی اطلاع سردار ہاشو کو مل گئی اور پھر سردار ہاشو حرکت
میں آ گیا ۔ اس نے پیشہ ور قاتلوں کے ایک گروپ سے ٹائیگر کو
ہلاک کرا دیا اور ایک اور خطرناک پیشہ ور قاتل بالم کے ذریعے
عمران کو ہلاک کرا دیا اور بالم کو اس نے راجو کے ذریعے ہلاک کرا
دیا ۔ بالم اپنی عورت مارتھین کے فلیٹ میں تھا کہ راجو نے میزائل
سے وہ فلیٹ ہی اڑا دیا ۔ اس طرح بالم اور اس کی عورت دونوں کے

ٹکڑے اڑ گئے ۔ راجو کے ذریعے اس نے روشو کے قاتل فقیر راکھو لنگڑے کو ہلاک کرا دیا اور پھر راجو کو سردار ہاشو نے اپنے خاص دفتر میں بلوا کر گولی مار کر ہلاک کر دیا ۔ اس طرح اس نے اپنے راستے کے تمام کانٹے نکال پھینکے اور ہاں ۔ شام نگر میں اس کے آدمیوں نے اس لڑکے بختیار اور اس کے تمام گھر والوں کو بھی ہلاک کرا دیا اور اب سردار ہاشو صرف میری وجہ سے خاموش ہے ورنہ وہ اب تک استاد کالو، اس کے نائب بخشو اور اس کے گروپ کے تمام افراد کا خاتمہ کرا چکا ہوتا ۔ وہ ایسا ہی آدمی ہے ۔ میری اس سے بات ہوئی ہے ۔ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ استاد کالو کو کسی اور شعبے میں بھجوا دیا جائے گا ۔ بخشو کو گولی مار دی جائے گی اور استاد کالو کے تمام گروپوں کو سردار ہاشو کی نگرانی میں دے دیا جائے گا“ ۔ بڑے استاد نے کہا۔

” لیکن استاد کالو کیا اسے پسند کرے گا ۔ پھر تو ان کے درمیان اور زیادہ دشمنی پیدا ہو جائے گی“...... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

” پھر ایک ہی صورت ہے سیٹھ صاحب کہ استاد کالو اور بخشو دونوں کا خاتمہ کر دیا جائے ورنہ ہمارا پورا کاروبار تباہ ہو جائے گا“...... بڑے استاد نے کہا۔

” کیوں نہ اس سردار ہاشو کا خاتمہ کر دیا جائے“...... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

” ایسا بھی ہو سکتا ہے سیٹھ صاحب ۔ لیکن استاد کالو سے سردار

ہاشو ہمارے لئے زیادہ فائدہ مند ہے ۔ اس کے گروپس استاد کالو کے گروپس سے زیادہ کمائی کر رہے ہیں اور وہ انہیں بہت اچھے طریقے سے ڈیل کر رہا ہے جبکہ استاد کالو کے گروپس میں اکثر لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا ہے اور مجھے جا کر معاملہ نمٹانا پڑتا ہے“...... بڑے استاد نے کہا۔

” یہ تو چلو ہمارا آپس کا معاملہ ہے ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ حکومت کیوں اس معاملے میں دلچسپی لے رہی ہے“ ۔ سیٹھ ارشاد نے کہا۔

” کچھ لوگ فقیروں سے انٹرویو کرتے رہے ۔ وہ سب سردار ہاشو کے بارے میں ہی پوچھ رہے تھے لیکن انہیں کسی نے کچھ نہیں بتایا اور وہ لوگ آنا ہی بند ہو گئے“...... بڑے استاد نے کہا۔

” مجھے تو یہ معاملہ زیادہ سنگین لگتا ہے بڑے استاد“...... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

” تو پھر آپ حکومت کو ٹٹولیں اور اصل بات معلوم کریں ۔ ویسے میں نے اپنے طور پر انٹیلی جنس اور پولیس سے معلومات حاصل کی ہیں ۔ وہاں کسی قسم کی کوئی بات نہیں چل رہی“...... بڑے استاد نے کہا۔

” بڑے استاد ۔ کیوں نہ کچھ دنوں کے لئے سردار ہاشو اور استاد کالو دونوں کو ملک سے باہر بھیج دیا جائے ۔ تمام گروپوں کو تم خود سنبھال لو اور جب پوری طرح تسلی ہو جائے کہ کوئی مسئلہ باقی

نہیں رہا تو پھر انہیں واپس بلوا لیا جائے"....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

" اس سے کیا ہو گا جناب عالی"....... بڑے استاد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" حکومت کی دلچسپی کی وجہ چونکہ سمجھ نہیں آ رہی اس لئے مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ اگر سردار ہاشو یا استاد کالو میں سے کوئی حکومت کے ہاتھ لگ گیا تو لامحالہ وہ تمہارا اور میرا نام انہیں بتا دے گا۔اس طرح ہماری بے حد بدنامی ہو گی"....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

" اوہ ۔یہ بات ہے ۔آپ واقعی بہت گہرائی میں سوچتے ہیں جناب عالی ۔میری تو خیر ہے لیکن ان فقیروں کے ساتھ آپ کا نام آ گیا تو واقعی مسئلہ بن جائے گا لیکن جناب عالی آپ کا تو کسی سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے اور اگر تعلق ہے تو میرا ہے اس لئے اگر کوئی کسی بڑے آدمی پر کیچڑ اچھالتا ہے تو یہ کیچڑ پلٹ کر اس کے منہ پر ہی پڑتا ہے ۔آپ بے فکر رہیں ۔میں سب سنبھال لوں گا"۔بڑے استاد نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

" ٹھیک ہے ۔اگر تم سنبھال سکتے ہو تو سنبھال لو ۔میرا ویسے بھی ایکریمیا جانے کا موڈ بن رہا تھا۔میں ایک ماہ کے لئے وہاں چلا جاتا ہوں اور ان بیگرز کے سلسلے میں تم میری طرف سے مکمل بااختیار ہو گے ۔بس کمائی میں کمی نہیں آنی چاہئے"....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

" جناب عالی ۔آپ بے فکر ہو کر جائیں ۔آپ کی واپسی پر جب آپ کے سامنے حساب پیش کیا جائے گا تو آمدنی پہلے سے زیادہ ہی ہو گی۔بڑے استاد نے اٹھتے ہوئے کہا تو سیٹھ ارشاد نے اثبات میں سر ہلا دیا ۔اس نے واقعی ایک ماہ کے لئے ایکریمیا جانے کا پروگرام بنا لیا تھا کیونکہ نجانے کیا بات تھی کہ اس کے ذہن میں خدشات کا جال تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا ۔اسے احساس ہو رہا تھا کہ شاید اس کی عزت اور دولت دونوں کے خاتمے کا وقت قریب آ رہا ہے اس لئے ان خدشات سے پیچھا چھڑانے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ نہ یہاں موجود ہو گا اور نہ کسی طرح اس کا نام اس سلسلے میں آئے گا اور اگر آیا بھی سہی تو کوئی اس پر یقین ہی نہیں کرے گا۔

صدیقی، نعمانی اور چوہان کے ساتھ اس کوٹھی میں موجود تھا جسے فور سٹارز کے ہیڈ کوارٹر کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ یہاں مستقل طور پر کوئی بھی نہ رہتا تھا۔ صرف ایک ملازم ہاشم یہاں رہتا تھا جبکہ صدیقی اور اس کے ساتھی بھی علیحدہ علیحدہ فلیٹوں میں رہتے تھے لیکن اس کوٹھی کو فور سٹارز کے کیسز کے دوران ہیڈ کوارٹر کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اور یہاں صدیقی نے خاص انتظامات کر رکھے تھے کیونکہ پہلے تو ہر ممبر فور سٹارز کا باری باری چیف بنتا تھا لیکن اب طویل عرصے سے صدیقی کو انہوں نے مستقل چیف بنا لیا تھا۔ صدیقی نے چیف ایکسٹو کی کال کے بعد باری باری اپنے سب ساتھیوں کو ہیڈ کوارٹر میں کال کیا تھا اور پھر سب سے پہلے وہ خود وہاں پہنچا تھا۔ اس کے بعد چوہان اور نعمانی آ گئے تھے۔ اب صرف خاور رہتا تھا۔ ان تینوں کے درمیان عمران اور ٹائیگر پر ہونے والے

قاتلانہ حملوں کی باتیں ہو رہی تھیں کیونکہ صدیقی نے فون پر ہی انہیں باری باری چیف ایکسٹو سے ہونے والی بات چیت سے آگاہ کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کار کے ہارن کی آواز دور سے سنائی دی تو نعمانی اٹھ کر باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد نعمانی اور اس کے پیچھے خاور کمرے میں داخل ہوا۔

"آؤ خاور۔ بیٹھو"...... صدیقی نے کہا تو خاور سر ہلاتا ہوا بیٹھ گیا۔

"عمران اور ٹائیگر دونوں ہسپتال میں ہیں اور ڈاکٹروں نے ان کی خراب حالت کے پیش نظر انہیں مزید دو روز تک بے ہوش رکھنے کا فیصلہ کیا ہے اس لئے ہسپتال جانے اور ان سے بات چیت کرنے کا تو موقع نہیں ہے۔ اب ہمیں اپنے طور پر اس سارے معاملے کا جائزہ لینا ہو گا کیونکہ چیف ایکسٹو نے یہ کیس باقاعدہ فور سٹارز کے ذمے لگایا ہے"...... صدیقی نے باقاعدہ کسی مذاکرے کے کمپیئر کے انداز میں بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

"یہ وہی فقیروں والا معاملہ ہے ناں"...... خاور نے کہا۔

"ہاں۔ وہی ہے۔ ہم سروے کرتے رہے ہیں لیکن پھر عمران صاحب نے ہمیں سروے سے روک دیا۔ ان کے مطابق یہ اتنا بڑا کام ہے کہ ہم تین چار آدمی اسے مکمل نہیں کر سکتے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ سروے وہ کسی وزارت کے تحت یا کسی یونیورسٹی کے تحت کروائیں گے لیکن اس سے پہلے ہی وہ ہسپتال پہنچ گئے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"مسئلہ کیا ہے۔ مجھے تو یہی بات سمجھ نہیں آ رہی"...... نعمانی نے کہا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ مسئلہ ان فقیروں کا ہے۔ ہمارا پہلے خیال تھا کہ یہ گداگر غربت کی وجہ سے بھیک مانگتے ہیں لیکن اب ہمیں پہلی بار اس بات کا ادراک ہوا ہے کہ یہ فقیر اپنی ذات کے لئے نہیں مانگتے بلکہ یہ سب ایک مافیا ہے۔ ان کے بڑے بڑے سردار ہیں۔ باقاعدہ گروپس ہیں اور ویگنیں انہیں لے آتی ہیں اور لے جاتی ہیں۔ ان کی علیحدہ رہائش گاہیں ہیں اور ان کو وہاں خوراک، منشیات لباس اور سونے کی جگہ ملتی ہے اور ان کی سب کمائی اکٹھی کر کے مافیا لے جاتی ہے۔ نوجوان لڑکیوں کو دیہاتوں سے اغوا کیا جاتا ہے اور پھر ان سے بڑے بڑے شہروں میں بھیک منگوائی جاتی ہے اور ظاہر ہے ان کے ساتھ اور جو سلوک کیا جاتا ہو گا وہ اظہر من الشمس ہے۔ یہ ایسی سماجی برائی یا دوسرے لفظوں میں سماجی ناسور ہے جس کی طرف سے حکومت نے بھی آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور عوام نے بھی ہم فور سٹارز کی تو ڈیوٹی یہی ہے کہ ہم ایسے سماجی ناسوروں کے خلاف کام کریں اس لئے یہ کیس ہمیں سونپا گیا ہے"...... صدیقی نے تقریر کرنے کے انداز میں کہا۔

"تم نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے لیکن اس کے خاتمے کا لائحہ عمل کیا ہو گا"...... نعمانی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں فقیروں کی بجائے اس مافیا کے سرداروں

ان کے بھی اوپر بڑے سرداروں کو ٹریس کرنا چاہئے۔ جب تک
سے اوپر تک موجود مافیا کے گرگے قابو میں نہیں آئیں گے اس
جی برائی سے نمٹا نہیں جا سکتا"...... صدیقی نے کہا۔

"ہم نے پہلے بھی کوششیں کی تھیں ان فقیروں سے پوچھ گچھ کی
لیکن وہ کچھ بتاتے ہی نہیں۔ ایک ویگن ڈرائیور سے پوچھ گچھ کی
س نے بڑی معصومیت سے کہہ دیا کہ وہ تو ایک عام آدمی ہے۔
ی ویگن ان فقیروں نے ماہانہ بنیاد پر بک کرائی ہوئی ہے اور وہ
یں لے آتی ہے اور لے جاتی ہے۔ اس سے زیادہ اسے کچھ معلوم
ں ہے"...... خاور نے کہا۔

"یہی تو اصل مسئلہ ہے۔ فقیروں کو اس حد تک دہشت زدہ کیا
ہے کہ وہ کسی سردار یا گرگے کے بارے میں زبان کھولنے پر تیار
ں ہیں۔ میں نے ایک احاطے کا دورہ کیا جہاں یہ لوگ رہتے ہیں
ں چند بوڑھے فقیر سردار بن کر سامنے آ گئے کہ یہ سب ان کی
اری کے لوگ ہیں اور وہ سب بھیک مانگتے ہیں اور اکٹھے رہتے ہیں
ں نے کسی مافیا یا کسی سردار کی موجودگی سے صاف انکار کر
"...... صدیقی نے کہا۔

"میرے خیال میں عمران اور ٹائیگر دونوں اس معاملے میں کافی
بڑھ گئے تھے اس لئے ان دونوں کا انہوں نے اپنے طور پر خاتمہ
دیا۔ اب اگر انہیں ہوش ہوتا تو ہم ان سے حاصل کردہ معلومات
آگے بڑھتے لیکن فوری طور پر ایسا ممکن نہیں ہے اس لئے اب

ایک ہی حل رہ گیا ہے کہ ہم کسی ایک گرگے کو ٹریس کریں اور پھر اس سے پوچھ گچھ کر کے آگے بڑھیں"...... نعمانی نے کہا۔

"میرے پاس ایک اطلاع ہے"...... خاموش بیٹھے ہوئے چوہان نے کہا تو سب بے اختیار چونک پڑے۔

"کیسی اطلاع"...... صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

"جاسوڑہ علاقے میں گھٹیا ٹائپ ہوٹل ہے جس کو جاسوڑہ ہوٹل کہا جاتا ہے۔ یہ وہاں کے ایک بدنام بدمعاش راگو کا ہوٹل ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس راگو کا تعلق فقیروں کے سرداروں میں سے کسی ایک سے ہے اور مجھے یہ اطلاع ایک فقیر نے میری بڑی منت سماجت کے بعد دی تھی جب میں نے اسے بتایا تھا کہ میں صرف یونیورسٹی کی طرف سے سروے کر رہا ہوں اور میرا تعلق کسی سرکاری محکمے سے نہیں ہے۔ اگر وہ مجھے بتا دے گا تو میرا سروے مکمل ہو جائے گا اور مجھے نوکری مل جائے گی تو اس نے یہ راز اوپن کر دیا۔ میں جاسوڑہ ہوٹل خود گیا لیکن وہاں نہ ہی وہ آدمی راگو تھا اور نہ ہی کوئی بڑا غنڈہ۔ گھٹیا سے بدمعاش تھے اور ہوٹل کا مالک ایک ستر سالہ بوڑھا آدمی تھا۔ اس نے قسمیں کھا کر مجھے بتایا کہ وہ گزشتہ پچاس سالوں سے اس ہوٹل کو چلا رہا ہے اور یہاں کوئی راگو وغیرہ نہیں ہے۔ اس پر میں خاموش ہو کر واپس آگیا لیکن میرا دل کہتا ہے کہ اس فقیر نے غلط نہیں بتایا تھا لیکن وہاں کا سیٹ اپ ہی ایسا کیا گیا ہے کہ راگو سامنے ہی نہیں آتا"...... چوہان نے تفصیل سے بات

تے ہوئے کہا۔

"تم نے وہاں جا کر فقیروں کی بات کی تھی"...... صدیقی نے

"نہیں۔ میں نے کہا تھا کہ راگو کے لئے میرے پاس ایک بڑا کام
، لیکن کسی نے راگو کے نام کو ہی اوپن نہ کیا"...... چوہان نے

"تمہارا قد وقامت دیکھ کر وہ سمجھ گئے ہوں گے کہ تمہارا تعلق
ل انٹیلی جنس یا ملٹری انٹیلی جنس سے ہے اس لئے وہ سب کچھ
پا گئے۔ ٹھیک ہے۔ ہمیں اس راگو سے ہی آغاز کرنا ہو گا۔ ہمیں
غنڈوں اور بدمعاشوں جیسا میک اپ کرنا ہو گا اور ان جیسا
ں پہننا ہو گا"...... صدیقی نے کہا۔

"کیا ہم سب کو چلنا ہو گا"...... نعمانی نے کہا۔

"نہیں۔ میں اور چوہان وہاں جائیں گے جبکہ تم دونوں علیحدہ کار
ہماری نگرانی کرو گے۔ کسی بھی وقت ہمیں تمہاری مدد کی
رت پڑ سکتی ہے۔ ایسی صورت میں تمہیں ریڈ کاشن مل جائے
...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے
ے ہی باقی تینوں بھی کھڑے ہو گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد اس
ھی سے دو کاریں آگے پیچھے باہر نکلیں اور آگے بڑھتی چلی گئیں۔
والی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر چوہان تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر
یقی بیٹھا ہوا تھا۔ پچھلی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر نعمانی تھا جبکہ

سائیڈ سیٹ پر خاور بیٹھا ہوا تھا ۔ ان چاروں نے عام سے غنڈوں کا میک اپ کر رکھا تھا اور انہوں نے غنڈوں کا عام سا لباس جینز کی پینٹیں اور گہرے رنگ کی شرٹیں پہن رکھی تھیں جن کے اوپر انہوں نے لیدر کی جیکٹس پہن رکھی تھیں ۔ مشین پسٹلز ان کی جیبوں میں تھے ۔

" ہمیں اپنے نام بھی غنڈوں جیسے رکھ لینے چاہئیں "...... چوہان نے کہا ۔

" ہاں ۔ تمہارا نام بجلی اور میرا نام بادل ہے "...... صدیقی نے کہا تو چوہان بے اختیار ہنس پڑا ۔

" پھر تو خاور کا نام بارش اور نعمانی کا نام ژالہ باری رکھا چاہئے "...... چوہان نے کہا تو صدیقی بھی بے اختیار ہنس پڑا ۔ تقریباً ایک گھنٹے کی مسلسل ڈرائیونگ کے بعد وہ ایک مضافاتی علاقے میں داخل ہو گئے ۔ یہ کچی آبادی ٹائپ کا علاقہ تھا جسے جاسوڑہ کا علاقہ کہا جاتا تھا ۔ یہاں تنگ گلیاں اور تنگ بازار تھے جہاں عام طور پر غریب اور محنت کش لوگ رہتے تھے ۔ چوہان نے کار ایک خالی پلاٹ پر روک دی ۔

" آؤ ۔ یہاں سے پیدل جانا ہو گا "...... چوہان نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں کار سے نیچے اترے ۔ چوہان نے کار کو لاک کیا اور وہ دونوں عام سے غنڈوں کے انداز میں چلتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے ۔ وہاں سے گزرنے والے لوگ انہیں

دیکھتے ہی کنی کاٹ جاتے تھے جبکہ خاور اور نعمانی کی کار پیچھے کہیں رک گئی تھی ۔ ظاہر ہے پلان کے تحت وہ سامنے نہ آ سکتے تھے ۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک گلی سے نکل کر ایک تنگ سے بازار میں پہنچ گئے ۔ یہاں کافی رش تھا اور پھر چوہان ایک ہوٹل کے سامنے پہنچ کر رک گیا ۔ ہوٹل کے شیشے کے دروازے تھے لیکن دونوں دروازے کھلے ہوئے تھے اور اندر میزاور کرسیاں پڑی صاف نظر آ رہی تھیں جن پر عام سے لوگ اور عام سے غنڈے بیٹھے ہوئے تھے ۔ ان کے سامنے گلاس تھے جن میں مقامی طور پر تیار کردہ شراب بھری ہوئی تھی ۔ ہوٹل کا معیار بے حد گھٹیا اور گندہ تھا ۔ وہ دونوں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچے تو سب نے ان پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور پھر اپنی اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے ۔ ایک طرف پرانا سا لیکن خاصا بڑا کاؤنٹر تھا جس پر ایک پہلوان نما غنڈہ کھڑا گلاس میں بوتلوں سے شراب انڈیل انڈیل کر غنڈہ نما ویٹروں کو دے رہا تھا جبکہ سائیڈ پر ایک کرسی تھی جس پر ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا تھا ۔ اس کے سر کے بال برف کی طرح سفید تھے لیکن چہرے اور جسامت سے وہ جوان ہی لگ رہا تھا ۔ اس کے چہرے پر زخموں کے مندمل نشانات بھی کافی تعداد میں نظر آ رہے تھے ۔ وہ دونوں کاؤنٹر کی طرف بڑھنے لگے ۔ اس بوڑھے کی تیز نظریں ان دونوں پر لگی ہوئی تھیں ۔

" جاسوڑہ ہوٹل یہی ہے "...... صدیقی نے اس بوڑھے سے مخاطب ہو کر غنڈوں کے مخصوص جھٹکے دار لہجے میں پوچھا ۔

"ہاں ۔ مگر تم کون ہو ۔ یہاں تو پہلی بار نظر آ رہے ہو"۔ بوڑھے نے انہیں غور سے دیکھتے ہوئے قدرے منہ بنا کر جواب دیا۔

"ہمارا تعلق شام نگر سے ہے اور ہم پہلی بار یہاں آئے ہیں ۔ بڑے استاد کا پیغام دینے"....... صدیقی نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ دونوں بڑے استاد کے نام کا رد عمل دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑے ۔ صدیقی نے تو ویسے ہی بڑے استاد کے الفاظ کہہ دیئے تھے لیکن اس بوڑھے اور اس کے ساتھ کھڑے پہلوان نما غنڈے پر اس کے جو اثرات ہوئے تھے انہوں نے انہیں حیران کر دیا تھا ۔ بوڑھا بڑے استاد کا نام سنتے ہی بے اختیار چونک کر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا جبکہ پہلوان نما غنڈہ بھی اچھل پڑا تھا ۔ اس کے چہرے پر یکلخت خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"کیا ۔ کیا کہہ رہے ہو ۔ بڑے استاد کا پیغام ۔ تم کون ہو"۔ اس بوڑھے نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ظاہر ہے ہم پیغام لانے والے ہیں ۔ میرا نام بادل ہے اور یہ بجلی ہے ۔ میں نے پہلے بتایا ہے کہ ہمارا تعلق شام نگر سے ہے"۔ صدیقی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیا پیغام ہے بتاؤ ۔ جلدی بتاؤ"....... بوڑھے نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

"پیغام تمہارے لئے نہیں ہے ۔ راگو کے لئے ہے"....... صدیقی نے بھی منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"راگو یہاں نہیں ہوتا ۔ تم پیغام بتاؤ ۔ اس تک پہنچ جائے گا ۔ بولو"....... بوڑھے نے کہا۔

"کس طرح پہنچ جائے گا ۔ کیا آدمی بھیجو گے یا فون کرو گے ۔ اگر فون کرو گے تو مجھے نمبر بتا دو ۔ ہم فون کر کے اسے پیغام پہنچا دیں گے اور اگر آدمی بھیجو گے تو ہمارے ساتھ بھیج دو"....... صدیقی نے کہا۔

"نہیں ۔ نہ آدمی جائے گا اور نہ ہی ہم فون کریں گے ۔ پیغام اس تک پہنچ جائے گا ۔ بولو"....... بوڑھے نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"تمہارا کیا نام ہے"....... صدیقی نے پوچھا۔

"میرا نام ماجھو ہے ۔ یہ میرا ہوٹل ہے"....... بوڑھے نے کہا۔

"یہ ایسا پیغام نہیں ہے کہ تمہیں دیا جائے ۔ بڑے استاد کا حکم ہے کہ ہم یہ پیغام براہ راست راگو تک پہنچائیں ۔ یا تو تم بتا دو ورنہ ہم واپس چلے جاتے ہیں اور پھر بڑا استاد جانے اور تم جانو ۔ ہمیں واپس شام نگر جانا ہے"....... صدیقی نے سخت اور روکھے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"راگو تو کافرستان گیا ہوا ہے ۔ وہ تو دو دن بعد آئے گا ۔ تم جاؤ ۔ ہم خود ہی بڑے استاد کو بتا دیں گے"....... اس بار بوڑھے نے یکلخت لہجہ بدلتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔ بتا دینا ۔ آؤ بجلی ۔ ہم تو چلیں"....... صدیقی نے کہا

اور واپس مڑ گیا ۔ اس کے مڑتے ہی چوہان بھی کاندھے اچکاتا ہوا واپس مڑ گیا لیکن ابھی وہ دونوں بیرونی دروازے تک پہنچے تھے کہ انہیں عقب سے پکارا گیا ۔ پکارنے والا وہی بوڑھا تھا ۔

" اب کیا ہوا ہے "....... صدیقی نے مڑ کر غصیلے لہجے میں کہا ۔

" آؤ ۔ ادھر آؤ ۔ میں تمہیں راگو سے ملواتا ہوں "....... بوڑھے نے کہا تو صدیقی اور چوہان دونوں واپس مڑے اور کاؤنٹر کے قریب آ گئے

" آؤ میرے ساتھ ۔ راگو نیچے تہہ خانے میں ہے "....... بوڑھے نے کاؤنٹر کی سائیڈ سے باہر آتے ہوئے کہا اور پھر وہ سائیڈ پر موجود ایک راہداری میں مڑ گیا ۔ صدیقی اور چوہان بھی اس کے پیچھے اس راہداری میں داخل ہو گئے ۔ راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ تھا ۔ بوڑھے نے دروازہ کھولا تو نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں دکھائی دیں ۔ نیچے ایک بہت بڑا ہال تھا جہاں باقاعدہ میزیں بچھی ہوئی تھیں اور لوگ جوا کھیل رہے تھے ۔ وہاں مشین گنوں سے مسلح چار پانچ افراد بھی موجود تھے ۔ وہ صدیقی اور چوہان کو دیکھ کر چونکے تھے لیکن اس بوڑھے نے ہاتھ اٹھایا اور وہ سب ایزی ہو کر دوبارہ اپنے کاموں کی طرف متوجہ ہو گئے ۔ سیڑھیوں سے اتر کر وہ بوڑھا انہیں ایک راہداری میں لے آیا جہاں دو مشین گنوں سے مسلح آدمی کھڑے تھے جبکہ راہداری کے آخر میں ایک دروازہ تھا جو بند تھا ۔

" اس کے اندر چلے جائیں ۔ باس راگو اندر موجود ہے " ۔ بوڑھے نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا تو صدیقی اور چوہان دونوں سر ہلاتے

ہوئے دروازے کی طرف بڑھے اور پھر صدیقی نے آگے بڑھ کر دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا ۔ یہ واقعی ایک آفس کے انداز میں سجا ہوا کمرہ تھا ۔ وہ دونوں اندر داخل ہوئے ۔ کمرہ خالی تھا ۔ البتہ ایک طرف باتھ روم سے پانی گرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں ۔ ان کے عقب میں دروازہ خودبخود بند ہو گیا ۔ اسی لمحے باتھ روم کا دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی کمرے میں داخل ہوا اور پھر اپنے سامنے کھڑے ان دونوں کو دیکھ کر چونک پڑا ۔

" کون ہو تم ۔ کیسے یہاں آئے ہو "....... اس آدمی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا ۔ اسی لمحے میز پر موجود فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا ۔

" راگو بول رہا ہوں "....... اس آدمی نے صدیقی اور چوہان پر نظریں جمائے ہوئے رسیور اٹھا کر کہا اور پھر دوسری طرف سے بات سننے لگا ۔

" اوہ اچھا ۔ ٹھیک ہے ۔ بڑے استاد کا نام آنے کے بعد تو مسئلہ ہی دوسرا ہو گیا ہے "....... راگو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھا اور میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا ۔ صدیقی اور چوہان پہلے ہی کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے ۔

" ہاں اب بتاؤ کہ بڑے استاد کا پیغام کیا ہے "....... راگو نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا ۔

" اس نے کہا ہے کہ سردار پاشو کا خاتمہ کر دو "....... صدیقی نے کہا

تو راگو بے اختیار اچھل پڑا۔

" اوہ ۔ اوہ ۔ اچھا تو یہ بات ہے ۔ ٹھیک ہے ۔ تمہارا شکریہ"....... راگو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اس طرح سیدھا ہو گیا جیسے پیغام نے اسے لمبا چوڑا جھٹکا دیا ہو اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی یکلخت چھت سے چٹک کی آواز سنائی دی اور ان دونوں کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے ذہنوں پر کسی نے اچانک تاریک چادر ڈال دی ہو ۔ ذہن تاریک ہونے سے قبل ان کے ذہنوں میں حیرت کے تاثرات ابھرے تھے کیونکہ انہیں اس گھٹیا درجے کے بدمعاشوں سے اس قسم کے جدید انداز کے اٹیک کا تصور تک نہ تھا۔

بڑا استاد مارگو ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھا شراب پینے کے ساتھ ساتھ یہ سوچنے میں مصروف تھا کہ اسے ان فقیروں کے گروپس کے بارے میں حتمی فیصلہ کیا کرنا چاہئے ۔ وہ باس سیٹھ ارشاد سے مل چکا تھا اور سیٹھ ارشاد نے اسے گو فری ہینڈ دے دیا تھا لیکن وہ کوئی ایسی ترکیب سوچنا چاہتا تھا جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے لیکن کوئی ایسی ترکیب اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی کہ اچانک سامنے پڑے ہوئے فون کی تیز اور کرخت آواز میں گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

" ہاں ۔ کیا بات ہے"....... بڑے استاد نے بڑے سخت سے لہجے میں کہا ۔ اب اس کا لہجہ ممنناتا ہوا نہ تھا جس لہجے میں وہ سیٹھ ارشاد سے بات کر رہا تھا۔

" راگو کا فون ہے جاسوڑہ ہوٹل سے"....... دوسری طرف سے

ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

" کراؤ بات "....... بڑے استاد نے کہا۔

" بڑے استاد۔ میں راگو بول رہا ہوں "....... چند لمحوں بعد ایک اور مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

" کیوں فون کیا ہے۔ بولو "....... بڑے استاد نے بڑے کرخت سے لہجے میں کہا۔

" بڑے استاد۔ جاسوڑہ ہوٹل میں دو اجنبی غنڈے آئے ہیں اور انہوں نے بڑے بابا سے کہا کہ وہ شام نگر کے رہنے والے ہیں اور ان کو بڑے استاد نے بھیجا ہے "....... دوسری طرف سے کہا گیا تو بڑا استاد بے اختیار اچھل پڑا۔

" کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے تو کسی کو نہیں بھیجا۔ کیا مطلب۔ کون ہیں وہ لوگ "....... بڑے استاد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" بڑے بابا کو ان پر شک پڑا لیکن وہ اپنی بات پر اڑے رہے تو بڑے بابا انہیں نیچے تہہ خانے میں میرے آفس میں لے آیا تو میں بھی انہیں دیکھ کر بے حد حیران ہوا۔ بڑے بابا نے فون کر کے بتایا کہ بظاہر یہ دونوں آپ کا پیغام لے کر آئے ہیں لیکن یہ دونوں مشکوک ہیں۔ میں انہیں چیک کروں۔ اگر یہ واقعی مشکوک ہیں تو میں اپنے آفس میں ریڈ ریز کا فائر کر کے انہیں بے ہوش کر دوں۔ میں نے انہیں چیک کیا تو میرا شک پختہ ہو گیا اور میں نے ریڈ ریز

ائر کر کے انہیں بے ہوش کر دیا ہے۔ اب میں آپ کو کال کر رہا وں کہ ان کا کیا کرنا ہے۔ کیا میں خود ان سے پوچھ گچھ کروں یا آپ یسے حکم دیں "....... راگو نے کہا۔

" یہ دونوں ہی ہیں یا ان کے اور ساتھی بھی ہیں "....... بڑے ستاد نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" یہ دو ہی ہیں اور ان کا کوئی ساتھی سامنے نہیں آیا "....... راگو نے جواب دیا۔

" تم انہیں کالے محلے والے اڈے میں بھیج دو۔ میں وہاں گوشی کو ہہ دیتا ہوں۔ وہ ان کی روح سے بھی اصل بات اگلوا لے گا "۔ بڑے ستاد نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

" ٹھیک ہے بڑے استاد "....... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو بڑے استاد نے کریڈل دبایا اور پھر فون پیس کے نچلے حصے میں موجود ایک بٹن پریس کر کے اس نے اسے ڈائریکٹ کیا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" گوشی بول رہا ہوں "....... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک کرخت سی مردانہ آواز سنائی دی۔

" مارگو بول رہا ہوں گوشی "....... بڑے استاد نے اس سے بھی زیادہ کرخت لہجے میں کہا۔

" بڑے استاد آپ۔ حکم کیجئے "....... گوشی کا لہجہ یکلخت نرم اور مؤدبانہ ہو گیا۔

"راگو دو بے ہوش افراد کو بھجوا رہا ہے۔ تم نے انہیں زنجیروں میں جکڑ کر ہوش میں لانا ہے اور ان سے پوچھ گچھ کرنی ہے کہ یہ دونوں کون ہیں اور ان کا کس پارٹی سے تعلق ہے اور یہ کیوں میرا نام لے کر راگو سے ملنے گئے تھے۔ان کے مقاصد کیا تھے اور پھر مجھے تفصیلی رپورٹ دینی ہے"....... بڑے استاد نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ تشریف لائیں گے اڈے پر یا نہیں"....... گوشی نے پوچھا۔

"میرے آنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم آسانی سے ان کی روحوں سے سب کچھ اگلوا سکتے ہو اور میں ویسے بھی ایک انتہائی ضروری کام کی وجہ سے کہیں جا رہا ہوں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ان فضول لوگوں پر ضائع کرتا پھروں"....... بڑے استاد نے بڑے نخوت بھرے لہجے میں کہا۔

"پوچھ گچھ مکمل ہونے کے بعد ان کا کیا کرنا ہے"....... گوشی نے کہا۔

"گولیاں مار کر ان کی لاشیں کسی ویران علاقے میں پھینکوا دینا اور کیا کرنا ہے"....... بڑے استاد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ حکم کی تعمیل ہو گی۔آپ کو رپورٹ کس نمبر پر دوں"....... گوشی نے پوچھا۔

"میں خود ایک گھنٹے بعد فون کر کے تم سے معلوم کر لوں گا"....... بڑے استاد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

"یہ لوگ کون ہو سکتے ہیں"....... بڑے استاد نے رسیور رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ حکومت کے آدمی ہوں یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا تعلق عمران یا ٹائیگر سے ہو اور ان کی ہلاکت کے بارے میں معلومات حاصل کرتے پھر رہے ہوں لیکن راگو کا تو اس سارے معاملے سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ پھر یہ راگو کے پاس کیسے پہنچ گئے اور انہیں میرے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا"....... بڑے استاد نے خود کلامی کے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ جو کچھ بھی ہو گا سامنے آ جائے گا"....... اس نے کاندھے اچکاتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر رکھا ہوا شراب کا گلاس اٹھایا اور منہ سے لگا لیا۔

خاور اور نعمانی دونوں چوہان اور صدیقی کی کار کا تعاقب کرتے
ہوئے جاسوڑہ کی کچی آبادی تک پہنچ گئے۔
" میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں کار روک کر آگے پیدل جانا
چاہئے "....... سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے خاور نے کہا۔
" ہاں ۔ تمہاری بات درست ہے ۔یہاں عام غنڈے وغیرہ
پھرتے رہتے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ وہاں ہمارے بارے میں کوئی
اطلاع دے دیں "....... نعمانی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے
کار ایک سائیڈ پر روک دی جبکہ صدیقی اور چوہان کی کار سڑک کا
ایک موڑ مڑ کر ان کی نظروں سے غائب ہو چکی تھی ۔خاور اور نعمانی
دونوں کار سے نیچے اترے اور کار کو لاک کر کے وہ پیدل اس طرف
چل پڑے جس طرف صدیقی کار لے گیا تھا ۔ پھر جاسوڑہ ہوٹل کا
راستہ پوچھتے وہ مختلف گلیوں اور سڑکوں سے گزرتے ہوئے اس جگہ

پہنچ گئے جہاں ایک خالی بلاک میں صدیقی کی کار موجود تھی ۔
" میرا خیال ہے ہم یہاں رک جائیں ۔اگر انہیں ضرورت ہو گی
و وہ ریڈ کاشن دے دیں گے ورنہ وہ دونوں ہی ان لوگوں کے لئے
فی ہیں "....... نعمانی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سرہلا دیا۔
" یہاں آنے جانے والے ہمیں اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے ہم
ی اور سیارے کی مخلوق ہوں اس لئے بہتر ہے کہ ہم کار میں بیٹھ
ئیں "....... نعمانی نے کہا۔
" لیکن کار تو لاک ہے اور چابیاں صدیقی کے پاس ہیں "۔ خاور
نے چونک کر کہا۔
" میرے پاس ایسی ماسٹر کی ہے جس سے ہر کار کا لاک آسانی سے
لا جا سکتا ہے "....... نعمانی نے جواب دیا۔
" ارے ۔ پھر تو سیکرٹ سروس چھوڑ کر کاریں اڑانے کا دھندہ
وں نہ شروع کر دیں "....... خاور نے کہا تو نعمانی بے اختیار ہنس پڑا
ھر اس نے جیکٹ کی اندرونی جیب سے ایک مخصوص انداز کی بنی
ئی چابی نکالی اور اسے کار کے لاک میں داخل کر کے اس نے چند
ں تک اسے دائیں بائیں گھمایا تو ہلکی سی کٹک کی آواز سے لاک
ل گیا اور نعمانی نے چابی باہر نکال کر اطمینان سے دروازہ کھولا اور
ر بیٹھ کر اس نے ہاتھ بڑھا کر اندر سے سائیڈ ڈور کا لاک کھول دیا
اور سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ نعمانی نے ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا اور
زک کی آواز ابھری اور وہ دونوں اطمینان سے بیٹھے میوزک سے

لطف اندوز ہونے لگے۔

" بڑی دیر ہو گئی ہے ۔ اب تک تو انہیں واپس آ جانا چاہئے
تھا"....... تقریباً آدھے گھنٹے بعد خاور نے کہا؟
بڑھا کر ٹیپ ریکارڈ آف کر دیا۔

" تم کہتے تو ٹھیک ہو ۔ اتنا وقت
ہیں ۔ اب تو بیٹھے بیٹھے بھی بور ہو گئے ہیں".......

وہ دونوں نیچے اتر آئے ۔ نعمانی نے کار کے دونوں دروازے لاک کئے
اور پھر وہ دونوں قدم بڑھاتے ہوئے آگے بڑھ گئے ۔ وہ راستے میں
جاسوڑہ ہوٹل کے بارے میں پوچھتے ہوئے گنجان آباد علاقے میں
ایک گھٹیا سے ہوٹل میں پہنچ گئے ۔ شیشے کے دروازے کھلے ہوئے
تھے اور اندر بیٹھے ہوئے غنڈے گلاسوں میں مقامی شراب ڈالے کھلے
عام پینے میں مصروف تھے ۔ وہ دونوں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچے تو
وہاں حالات نارمل تھے ۔ صدیقی اور چوہان وہاں موجود نہ تھے ۔ ایک
طرف پرانا سا لیکن خاصا وسیع کاؤنٹر تھا جس کے ایک کونے میں
کرسی پر ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا تھا ۔ اس کے سر کے بال برف کی
طرح سفید تھے جبکہ اس کا چہرہ اور جسم جوانوں جیسا ہی تھا ۔ ساتھ
ہی ایک پہلوان نما غنڈہ ویٹروں کو شراب گلاسوں میں ڈال ڈال کر
دے رہا تھا ۔ بوڑھا آدمی ان دونوں کو غور سے دیکھ رہا تھا ۔ اس کی
پیشانی پر انہیں دیکھ کر سلوٹیں سی پڑ گئی تھیں۔

" ہمارے ساتھی یہاں آئے تھے ۔ کہاں گئے ہیں وہ"....... نعمانی

نے اس بوڑھے سے مخاطب ہو کر کہا۔

" تمہارے ساتھی ۔ کیا مطلب ۔ کون ساتھی ۔ کن کی بات کر
رہے ہو"....... بوڑھے نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا
لیکن نعمانی اور خاور ایک لمحے میں پہچان گئے کہ اس کی حیرت
مصنوعی ہے۔

" ہمارے دو ساتھی یہاں آئے تھے ۔ راگو سے ملنے ۔ کہاں ہیں
وہ"....... نعمانی کا لہجہ یکلخت سخت ہو گیا۔

" اچھا ۔ وہ دونوں ۔ وہ دونوں نیچے چیف راگو کے پاس ہیں ۔ میں
نے انہیں وہاں پہنچا دیا تھا"....... بوڑھے نے یکلخت ایک طویل
سانس لیتے ہوئے کہا۔

" چلو ہمیں بھی لے چلو وہاں"....... نعمانی نے ہونٹ چباتے
ہوئے کہا کیونکہ بوڑھے کا انداز مشکوک تھا۔

" پہلے میں چیف سے پوچھ لوں ۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے
ساتھیوں کی تم سے فون پر بات کرا دے"....... بوڑھے نے کہا تو
نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا ۔ بوڑھے نے رسیور اٹھایا اور نمبر
پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دو"....... نعمانی نے کہا تو بوڑھے نے
اثبات میں سرہلاتے ہوئے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

" یس "....... دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا۔

" جاسوڑہ ہوٹل سے بڑا بابا بول رہا ہوں جناب ۔ جو دو آدمی آپ

سے ملنے آئے تھے ان کے دو ساتھی انہیں پوچھنے آئے ہیں ۔ اب آپ جیسے حکم دیں ۔ انہیں آپ کے آفس لے آؤں یا آپ ان کے ساتھیوں کو واپس بھجوائیں گے "....... بوڑھے نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" انہیں بھیج دو ۔ ہمارے ان سے گہرے مذاکرات ہو رہے ہیں "....... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

" جناب ۔ آپ چیف راگو کے آفس میں جا کر اپنے ساتھیوں سے مل لیں "....... بوڑھے نے رسیور رکھ کر نعمانی سے کہا تو نعمانی نے اثبات میں سرہلا دیا۔ بوڑھے نے ایک طرف کھڑے ایک غنڈہ نما ویٹر کو بلایا۔

" موجو ۔ اس دونوں صاحبان کو چیف راگو کے آفس چھوڑ آؤ "۔ بوڑھے نے اسے کہا۔

" اچھا بابا "....... اس غنڈے نما ویٹر نے کہا اور پھر نعمانی اور خاور کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ سائیڈ پر موجود ایک راہداری کی طرف بڑھ گیا۔

" شکریہ "....... نعمانی نے بوڑھے سے کہا تو بوڑھے نے دانت نکالتے ہوئے اثبات میں سرہلا دیا لیکن اس کی آنکھوں کی چمک مزید تیز ہو گئی تھی۔

" مجھے صورت حال مشکوک دکھائی دے رہی ہے نعمانی "۔ اس

ویٹر کے پیچھے راہداری میں چلتے ہوئے خاور نے آہستہ سے کہا۔

" ہاں ۔ یہ سب ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے ۔ میرا خیال ہے کہ صدیقی اور چوہان کے ساتھ ان لوگوں نے کوئی خاص کھیل کھیلا ہے اور اب یہ وہی کھیل ہمارے ساتھ کھیلنا چاہتے ہیں "....... نعمانی نے کارمن زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔

" اس راگو کے آفس میں کوئی چکر ہو گا اس لئے اس نے ہمیں بھی آفس بلوا لیا ہے "....... خاور نے بھی کارمن زبان میں کہا۔

" ہاں ۔ اس بوڑھے شیطان کی آنکھوں میں ابھر آنے والی چمک بھی یہی بتا رہی تھی اس لئے تم نے ہوشیار رہنا ہے "....... نعمانی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سرہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں اس ویٹر کی رہنمائی میں سیڑھیاں اتر کر نیچے ہال میں پہنچ گئے جہاں انتہائی زور شور سے جوا ہو رہا تھا اور مسلح افراد ان کی نگرانی کر رہے تھے ۔ ایک سائیڈ پر راہداری تھی جس میں دو مسلح افراد موجود تھے لیکن اس ویٹر کی وجہ سے کسی نے کوئی مداخلت نہ کی تھی۔

" یہ چیف کا آفس ہے ۔ جاؤ اندر "....... ویٹر نے راہداری کے آخر میں موجود دروازے کے قریب رک کر کہا۔

" ٹھیک ہے ۔ تم جا سکتے ہو "....... نعمانی نے کہا اور اس نے ایک ہاتھ جیب میں ڈالا اور دوسرے ہاتھ سے دروازے کو دبایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ خاور کا بھی ایک ہاتھ اس کی جیب میں داخل ہو چکا تھا ۔ نعمانی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو میز کی دوسری طرف

ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ خاور نعمانی کے پیچھے تھا۔

"آؤ۔ آؤ بیٹھو"....... اس آدمی نے اپنی طرف سے مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس کی مسکراہٹ میں طنز نمایاں تھا۔

"ہمارے ساتھی کہاں ہیں"....... نعمانی نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"تم ان کرسیوں پر بیٹھو۔ وہ ساتھ والے کمرے میں آرام کر رہے ہیں۔ تم بیٹھو۔ ان کرسیوں پر بیٹھو۔ میں انہیں بلاتا ہوں"۔ اس آدمی نے تیز لہجے میں کہا تو نعمانی یکلخت اچھل کر آگے بڑھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ آدمی سنبھلتا نعمانی نے اسے پلک جھپکنے میں گردن سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے میز کی دوسری طرف پھینک دیا۔ اس آدمی کے حلق سے یکلخت تیز چیخ نکلی تھی۔ کمرے کے باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"سب کو اڑا دو خاور۔ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف نہیں ہے"....... نعمانی نے نیچے گر کر اٹھتے ہوئے راگو کی کنپٹی پر ضرب لگاتے ہوئے کہا تو خاور جیب سے مشین پسٹل نکال کر بجلی کی سی تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور باہر راہداری میں موجود دونوں مشین گنوں سے مسلح افراد تیزی سے اندر داخل ہوئے ہی تھے کہ خاور نے فائر کھول دیا اور وہ دونوں دروازے کی چوکھٹ پر ہی گر گئے۔ مشین گنیں ان کے

ہاتھوں سے نکل کر فرش پر گر گئیں۔ خاور نے ایک مشین گن اٹھائی اور اچھل کر آگے بڑھا تو اسی لمحے اسے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں راہداری کی طرف آتی سنائی دیں۔ وہ سمجھ گیا کہ ہال میں موجود مسلح افراد ان کی طرف آ رہے ہیں اور پھر اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی سامنے آتا خاور تیزی سے دوڑتا ہوا راہداری کی دیوار کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مشین گن کا فائر کھول دیا۔ چند لمحوں بعد ہی اس نچلے ہال میں نہ صرف مسلح افراد بلکہ جوا کھیلنے والے تمام افراد بھی فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے۔ خاور فائرنگ کر کے دوڑتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا اور اس نے دروازے کو اندر سے لاک کر دیا تاکہ اوپر والے ہال سے کوئی اچانک اندر نہ آ جائے۔ اس کے بعد وہ دوڑتا ہوا واپس سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچا تو ہال میں موجود تمام افراد ختم ہو چکے تھے۔ وہ خالی راہداری میں دوڑتا ہوا راگو کے آفس میں پہنچا تو وہاں نعمانی راگو کو بے ہوش کر کے ایک صوفے پر ڈال چکا تھا۔

"کیا ہوا"....... نعمانی نے مڑ کر پوچھا۔

"یہاں کے تمام افراد کا خاتمہ کر دیا ہے۔ صدیقی اور چوہان کا معلوم کرو۔ جلدی۔ میں باہر پہرہ دیتا ہوں"....... خاور نے تیز لہجے میں کہا تو نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ راگو کی بیلٹ کھول کر اور اس کے دونوں ہاتھ اس کے عقب میں کر کے وہ اس بیلٹ سے باندھ چکا تھا جبکہ خاور باہر جا چکا تھا۔ پھر نعمانی نے پوری قوت سے

اس کے چہرے پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے اور چوتھے تھپڑ پر راگو چیختا ہوا ہوش میں آ گیا۔ ہوش میں آتے ہی اس نے چیختے ہوئے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن نعمانی کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور زور دار تھپڑ کھا کر راگو چیختا ہوا دوبارہ صوفے پر گر گیا اور نعمانی نے جیکٹ کی اندرونی جیب سے ایک خنجر نکال لیا۔

"بولو۔ کہاں ہیں ہمارے ساتھی۔ بولو"....... نعمانی نے خنجر کی نوک اس کی آنکھوں کے سامنے لے جاتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مم۔ مجھے نہیں معلوم"....... راگو نے ایک بار پھر تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن اس کے ساتھ ہی کمرہ اس کے حلق سے نکلنے والی انتہائی کربناک چیخ سے گونج اٹھا۔ نعمانی نے خنجر سے اس کی ایک آنکھ کاٹ کر باہر اچھال دی تھی۔

"اب اگر جھوٹ بولا تو دوسری آنکھ بھی نکال دوں گا۔ بولو۔ کہاں ہیں ہمارے ساتھی۔ بولو"....... نعمانی نے چیخ کر کہا۔

"وہ۔ وہ کالے محلے والے اڈے پر۔ کالے محلے والے اڈے پر"....... راگو نے یکلخت کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ تکلیف کی شدت سے مسلسل دائیں بائیں سر مار رہا تھا۔

"کہاں ہے یہ اڈا۔ بولو۔ جلدی تفصیل بتاؤ"....... نعمانی نے چیختے ہوئے کہا۔

"کالے بازار کے عقب میں بڑا محلہ ہے۔ اسے کالا محلہ کہا جاتا ہے اس میں ایک بڑا مکان ہے جسے کالی کوٹھی کہا جاتا ہے۔ اس پر کالے

رنگ کے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ اس کوٹھی کو کالے محلے والا اڈا کہا جاتا ہے"....... راگو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کس کے کہنے پر بھجوایا ہے اور کیسے"....... نعمانی نے پوچھا۔

"بڑے استاد کے کہنے پر۔ بڑے استاد نے کہا تھا کہ انہیں کالے محلے والے اڈے پر بھجوا دیا جائے۔ وہاں گوشی ہے۔ وہ بڑے استاد کا خاص آدمی ہے۔ بہت بڑا بدمعاش ہے۔ وہ اس اڈے کا انچارج ہے میں نے انہیں یہاں کرسیوں پر بٹھا کر چھت سے سرخ شعاعیں ان پر فائر کر دی تھیں جس سے وہ بے ہوش ہو گئے۔ میں نے بڑے استاد کو بتایا تو بڑے استاد نے کہا کہ انہیں کالے محلے والے اڈے میں بھجوا دوں تو میں نے انہیں وہاں بھجوا دیا اور ابھی انہیں لے جانے والے واپس آئے نہیں کہ تم یہاں پہنچ گئے۔ بڑے بابا نے بتایا کہ تم ان کے ساتھی ہو تو میں نے سوچا کہ تمہیں بھی یہاں کرسیوں پر بٹھا کر سرخ شعاعیں فائر کر کے بے ہوش کر دیا جائے اور پھر تمہیں بھی اس اڈے پر پہنچا دیا جائے لیکن تم نے چکر ہی اور چلا دیا"....... راگو نے رک رک کر تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کون ہے یہ بڑا استاد۔ کہاں رہتا ہے اور اس کا ہمارے ساتھیوں سے کیا تعلق ہے"....... نعمانی نے پوچھا۔

"مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ بڑے استاد کا نام مارگو ہے۔ وہ تمام گروپوں کا انچارج ہے۔ یہ ہوٹل بھی اس کی ملکیت ہے اور اس جیسے بے شمار ہوٹل اس کی ملکیت ہیں۔ وہ واقعی بڑا استاد ہے۔ سب

اس سے ڈرتے ہیں ۔ وہ جسے چاہتا ہے مروا دیتا ہے ۔ وہ بڑا استاد ہے"....... راگو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون نمبر بتا دیا۔

"یہ فون نمبر کہاں نصب ہے"....... نعمانی نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم ۔ یہ خاص فون نمبر ہے ۔ خاص رپورٹ دینے کے لئے ۔ بڑے استاد نے کہا تھا کہ جو مشکوک لوگ آئیں انہیں بے ہوش کر کے مجھے اطلاع دینا ۔ تمہارے ساتھی مشکوک تھے اس لئے میں نے انہیں بے ہوش کر کے بھجوا دیا"....... راگو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا شک تھا ان پر"....... نعمانی نے پوچھا۔

"تمہارے ساتھیوں کے قدوقامت اور انداز بتا رہا تھا کہ ان کا تعلق انٹیلی جنس سے ہے یا حکومت کی کسی ایجنسی سے ہے ۔ ٹائیگر اور اس کے استاد عمران پر سردار پاشو نے حملے کرائے اور انہیں ہلاک کرا دیا ۔ اس پر بڑے استاد کو یقین تھا کہ حکومت کے آدمی ہی ہیں اور وہ پڑتال کریں گے ۔ بڑا استاد چاہتا تھا کہ ان لوگوں کو پکڑ کر ان سے معلوم کیا جائے کہ وہ کس کے کہنے پر فقیروں اور ان کے گروپوں کے خلاف کام کر رہے ہیں"....... راگو جب بولنے پر آیا تو بولتا ہی چلا گیا۔

"جلدی کرو نعمانی ۔ اوپر والا دروازہ زبردستی کھولا جا رہا ہے"۔ دروازے سے یکلخت خاور کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی تو نعمانی نے بجلی کی سی تیزی سے دوسرے ہاتھ میں موجود مشین پسٹل کا ٹریگر دبا

دیا اور راگو کے جسم میں گولیاں تواتر سے گھستی چلی گئیں ۔ نعمانی نے مشین پسٹل اور خنجر جیبوں میں ڈالے اور پھر دروازے کے پاس پڑی ہوئی مشین گن اٹھا کر وہ دوڑتا ہوا ہال میں پہنچ گیا۔

"یہاں کوئی خفیہ راستہ ہے"....... نعمانی نے چیخ کر پوچھا۔

"نہیں ۔ میں نے تلاش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن نہیں ملا"....... خاور نے جواب دیا۔

"تو پھر چلو ان سب کا خاتمہ کر دیں"....... نعمانی نے کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے ۔ دروازے پر اس قدر دباؤ ڈالا جا رہا تھا کہ وہ کسی بھی لمحے ٹوٹ کر کھل سکتا تھا اور پھر جیسے ہی وہ دونوں دروازے کے قریب پہنچے دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور اس کے ساتھ ہی دو آدمی اچھل کر اندر آئے ہی تھے کہ نعمانی کی مشین گن چل پڑی اور وہ دونوں چیختے ہوئے اچھل کر سیڑھیوں سے نیچے ہال میں جا گرے جبکہ خاور نے اچھل کر سائیڈ پر مشین گن کا رخ کر کے فائر کھول دیا اور پھر راہداری میں گرنے اور چیخنے کی آوازیں سنائی دیں لیکن دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی خاور چیختا ہوا اچھل کر نیچے گرا اور قلابازیاں کھاتا ہوا سیڑھیوں سے نیچے ایک دھماکے سے جا گرا لیکن نعمانی اس کی طرف دیکھے بغیر اچھل کر آگے بڑھا اور پھر مشین گن کی ریٹ ریٹ کے ساتھ ہی راہداری کی سائیڈ میں موجود دو آدمی چیختے ہوئے نیچے گرے ۔ خاور پر ہونے والی فائرنگ ان دو آدمیوں کی طرف سے کی گئی تھی ۔ نعمانی

انہیں پھلانگتا ہوا آگے بڑھا تو ہوٹل کا ہال خالی پڑا ہوا تھا۔ وہاں ایک آدمی بھی موجود نہ تھا۔ نعمانی تیزی سے مڑا اور کسی عقاب کی طرح اڑنے کے انداز میں اس نے راہداری پار کی اور پھر بیک وقت کئی کئی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے پہنچا تو اسی لمحے خاور نے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی۔ اس کے دائیں پہلو پر گولیاں لگی تھیں اور وہاں سے خون تیزی سے نکل رہا تھا۔ خاور کا چہرہ اتنی دیر میں زرد پڑ گیا تھا۔ نعمانی نے مشین گن ایک طرف پھینکی اور اپنی جیکٹ اتاری اور پھر اپنی شرٹ اتار کر اس نے اسے پھاڑ کر کئی پٹیاں بنا کر اس نے باقی شرٹ کا گولہ بنا کر قریب قریب موجود زخموں پر رکھ کر اس پر پٹیاں باندھ دیں۔ خاور اس دوران ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ نعمانی نے ایک جھٹکے سے اسے اٹھا کر کاندھے پر لادا اور پھر مشین گن اٹھا کر وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا ایک بار پھر راہداری سے گزرتا ہوا اوپر ہال میں پہنچا تو ابھی تک وہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ وہ تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھا لیکن ساتھ ساتھ وہ بے حد چوکنا تھا لیکن فائرنگ کی وجہ سے باہر کا علاقہ بھی سنسان پڑا ہوا تھا۔ نعمانی خاور کا وزن اٹھانے کے باوجود دوڑتا ہوا دو گلیوں سے گزر کر صدیقی اور چوہان کی کار کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے عقبی دروازہ کھولا اور بے ہوش خاور کو عقبی سیٹ کے درمیان لٹا کر اس نے دروازہ بند کیا اور پھر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دروازہ تو اس نے ماسٹر کی سے کھول لیا تھا لیکن اگنیشن میں یہ ماسٹر کی کام نہ دے سکتی تھی۔

اس نے بجلی کی سی تیزی سے ایک چھوٹے سے پلاسٹک بورڈ پر مکا مارا تو بورڈ ٹوٹ گیا۔ اس نے بورڈ میں موجود دو مختلف رنگوں کی تاروں کو جھٹکے سے کھینچ کر توڑا اور پھر ان دونوں کے سرے ملا دیئے۔ اس کے ساتھ ہی کار سٹارٹ ہو گئی تو اس نے دونوں سروں کو گھما کر ایک دوسرے کے ساتھ باندھ دیا۔ دوسرے لمحے کار اس قدر تیزی سے آگے بڑھی جیسے نعمانی ورلڈ ریس کے ٹریک میں اچانک داخل ہو گیا ہو۔ تنگ گلیوں اور بازاروں میں وہ انتہائی مہارت سے کار دوڑتا ہوا بڑے روڈ پر آیا اور پھر اس کی کار کا رخ سپیشل ہسپتال کی طرف ہو گیا۔ وہ اس قدر تیز رفتاری سے کار چلا رہا تھا کہ اس کی کار کے انجن کی غراہٹ ہی سامنے دوڑتی ہوئی ٹریفک کو سائیڈوں پر خود بخود ہونے پر مجبور کر رہی تھی۔ اس کے باوجود نعمانی انتہائی مہارت سے کار کو ٹریفک کے درمیان سے گزارتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اس کے ذہن میں خاور کی حالت گھوم رہی تھی۔ اس کے مطابق اگر خاور کو جلد از جلد ہسپتال نہ پہنچایا گیا تو اس کے بچنے کا ایک فیصد بھی امکان نہ تھا اس لئے وہ اس وقت ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر بس کار دوڑائے جا رہا تھا اور پھر اس کی کار جیسے ہی ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں مڑی اس نے ہارن پر ہاتھ رکھ دیا اور ہسپتال کا خاموش ماحول ہارن کی تیز اور مسلسل آواز سے گونج اٹھا اور اس مسلسل بجنے والے ہارن کی وجہ سے جیسے وہاں زندگی جاگ اٹھی۔ ایمرجنسی کے لوگ سمجھ گئے تھے کہ کوئی ٹاپ ایمرجنسی آئی ہے اس لئے جیسے ہی کار روک کر

نعمانی اچھل کر نیچے اترا اس نے کار کا عقبی دروازہ کھولا ہی تھا کہ سٹریچر اور ایمرجنسی کے ڈاکٹر دوڑتے ہوئے وہاں پہنچ گئے ۔ خاور بے ہوش پڑا تھا ۔ کار میں خون ہی خون پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا ۔ جو پٹیوں کے باوجود بہتا رہا تھا ۔ ظاہر ہے کار کی رفتار کی وجہ سے زور دار جھٹکے تو لگنے ہی تھے ۔ خاور کی حالت دیکھ کر نعمانی کا دل یکلخت بیٹھ گیا لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور دو آدمیوں کی مدد سے اس نے خاور کو کار سے نکال کر سٹریچر پر لٹایا اور اسے تیزی سے اندرونی طرف لے جایا جانے لگا۔

" اسے گولیاں لگی ہیں ۔ اس کا آپریشن ہو گا"....... ڈاکٹر صدیقی سے کہو کہ یہ سیکرٹ سروس کا رکن خاور ہے"....... نعمانی نے چیختے ہوئے کہا تو ڈاکٹر سر ہلاتے ہوئے سٹریچر کو لے کر ہسپتال میں داخل ہو گئے ۔ نعمانی بھی دوڑتا ہوا پیچھے پہنچ گیا ۔ خاور کو براہ راست آپریشن روم میں لے جایا گیا اور ڈاکٹر صدیقی بھی آپریشن روم میں پہنچ گئے ۔ نعمانی نے ایمرجنسی کی وجہ سے انہیں روکنے اور بات کرنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی ۔ خاموشی سے آپریشن تھیٹر کے باہر برآمدے میں موجود بنچ پر بیٹھ گیا ۔ اس کا دل جیسے ڈوبتا ہی چلا جا رہا تھا ۔ اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے لیکن دل ہی دل میں وہ اللہ تعالیٰ سے خاور کی زندگی کی دعائیں مانگ رہا تھا ۔ وہ بار بار نظریں اٹھا کر چھت کی طرف دیکھتا اور پھر نظریں نیچے کر لیتا ۔ تقریباً اڑھائی گھنٹے کے انتہائی جان لیوا انتظار کے بعد آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر

صدیقی باہر آ گئے تو نعمانی اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اس کے جسم میں ہڈیوں کی بجائے سپرنگ لگے ہوئے ہوں ۔

" کیا ہوا ڈاکٹر صاحب"....... نعمانی نے چونک کر کہا۔

" تمہارا دوست بچ گیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ۔ وہ زخموں کی وجہ سے خطرے میں نہیں تھا بلکہ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے خطرے میں تھا ۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا ہے ۔ آؤ میرے ساتھ مجھے معلوم ہے کہ اس دوران تمہاری کیا حالت رہی ہو گی"۔ ڈاکٹر صدیقی نے شفقت بھرے انداز میں نعمانی کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو نعمانی نے بے اختیار اطمینان کا طویل سانس لیا۔

" یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے"....... نعمانی نے کہا اور پھر وہ اطمینان بھرے انداز میں قدم بڑھاتا ڈاکٹر صدیقی کے پیچھے ان کے آفس میں پہنچ گیا ۔ ڈاکٹر صدیقی نے آفس بوائے کو بلا کر چائے لانے کا کہہ دیا۔

" ٹائیگر اور عمران صاحب کی کیا پوزیشن ہے ڈاکٹر صاحب"۔ نعمانی نے کہا۔

" وہ ٹھیک ہیں ۔ لیکن ہم نے انہیں فی الحال خود بے ہوش رکھا ہوا ہے ۔ یہ ان کے لئے ضروری ہے لیکن ایک بات تو بتاؤ"۔ ڈاکٹر صدیقی نے کہا تو نعمانی چونک پڑا۔

" یس ۔ کون سی بات"....... نعمانی نے چونک کر کہا۔

" یہ کس قسم کا کیس شروع ہو گیا ہے کہ تم سب لوگ تیزی

سے ہسپتال لائے جا رہے ہو"...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا تو نعمانی نے
انہیں مختصر طور پر فقیروں اور ان کے گروپس اور مافیا کے بارے میں
بتایا تو ڈاکٹر صدیقی کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیلتی چلی گئیں۔
"اوہ خدایا۔ تو یہ ہو رہا ہے ہمارے ملک میں۔ ویری بیڈ"۔ ڈاکٹر
صدیقی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا تو نعمانی نے اثبات میں
سر ہلا دیا۔ اسی لمحے آفس بوائے چائے کی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا
اس نے چائے کی ایک ایک پیالی ان دونوں کے سامنے رکھ دی۔

درد کی تیز لہریں صدیقی کے جسم میں دوڑتی چلی گئیں اور اس درد
کی تیز لہروں کی وجہ سے اس کے ذہن پر چھائی ہوئی سیاہ چادر تیزی
سے ہٹتی چلی گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں کھلیں تو جو منظر
سے نظر آیا اس نے اس کے ذہن کو چکرا دیا تھا۔ وہ ایک بڑے سے
مرے کی دیوار کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ اس کے سر
کے اوپر کر کے دونوں طرف دیوار میں نصب کنڈوں میں جکڑے
وئے تھے اور اسی طرح اس کی دونوں پنڈلیاں بھی دیوار میں نصب
نڈوں کے اندر جکڑی گئی تھیں۔ چونکہ اس کا جسم بے ہوشی کی وجہ
سے نیچے کی طرف ڈھلکا ہوا تھا اس لئے اس کے بازوؤں میں شدید درد
و رہا تھا۔ یہ درد جسم میں تیز لہروں کی طرح دوڑتے ہوئے درد سے
ٹ کر تھا۔ ہوش میں آتے ہی صدیقی نے اپنا وزن پیروں پر ڈالا اور
ں کے ساتھ ہی اس کے بازوؤں میں ہونے والے درد میں تیزی سے

کی آتی چلی گئی ۔اس نے نظریں گھمائیں تو اس کے ساتھ ہی اس کی
طرح دیوار کے ساتھ چوہان جکڑا ہوا موجود تھا اور ایک لمبے قد اور
بھاری جسم کا پہلوان نما آدمی ہاتھ اوپر اٹھا کر چوہان کے بازو میں
انجکشن لگا رہا تھا۔ پھر اس نے انجکشن کی سوئی نکالی اور پیچھے ہٹ کر وہ
ایک طرف رکھی ہوئی لوہے کی الماری کی طرف بڑھ گیا ۔ اس نے
الماری کے ساتھ پڑی ہوئی ٹوکری میں سرنج کو پھینکا اور الماری کھول
کر اس نے اس میں سے ایک خاردار کوڑا نکالا اور پھر الماری بند کر
کے وہ مڑا اور صدیقی اور چوہان کے سامنے آکر پیر پھیلا کر اس طرح
کھڑا ہو گیا جیسے کوئی فاتح اپنے مفتوحہ علاقے میں پہنچ کر کھڑا ہوتا ہے
چہرے مہرے سے وہ جاہل اور عام سا غنڈہ دکھائی دے رہا تھا۔

" سنو ۔ میرا نام گوشی ہے اور میرے سامنے پتھر بھی چیخیں مارنے
لگتے ہیں ۔ پورے ملک میں میرا نام دہشت کا نشان ہے اس لئے اگر
تم دونوں اپنے جسموں کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچانا چاہتے ہو تو
پھر جو کچھ میں پوچھوں اس کا سچ سچ جواب دے دو"....... اس آدمی نے
بڑے دبنگ سے لہجے میں کہا۔

"پہلے تم ہمارے سوالوں کے جواب دے دو ۔ پھر ہم تمہیں سب
کچھ سچ سچ بتا دیں گے"....... صدیقی نے اپنی انگلیاں کنڈوں پر پھیرتے
ہوئے کہا۔ ظاہر ہے وہ ان کنڈوں کے مخصوص بٹن تلاش کر رہا تھا۔
اسی لمحے چوہان کی کراہ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی چوہان سیدھا
کھڑا ہو گیا ۔اس کے چہرے پر بھی حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

" میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں اور
نو ۔ میں تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں کہ تمہارے سوالوں کے
اب دیتا پھروں"....... گوشی نے حقارت بھرے لہجے میں کہا اور
ں کے ساتھ ہی اس نے کوڑے کو ہوا میں خوفناک انداز میں
ٹھایا۔

" تم کیا پوچھنا چاہتے ہو"....... صدیقی نے کہا ۔ وہ اس گوشی کی
ہنی سطح کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا ۔ وہ واقعی انتہائی گھٹیا ذہن کا آدمی
ا۔

" تم لوگ کون ہو ۔ تمہارا کس دھڑے سے تعلق ہے اور تم
یوں استاد راگو کے پاس آئے تھے اور کس نے تمہیں اس کی ٹپ
ی تھی"....... گوشی نے پوچھا۔

" کیا تم استاد راگو کے آدمی ہو"....... صدیقی نے کہا لیکن
وسرے لمحے اس کے حلق سے یکلخت کراہ سی نکل گئی کیونکہ صدیقی
کے سوال کرتے ہی گوشی کا ہاتھ یکلخت بجلی کی سی تیزی سے حرکت
یں آیا اور شڑاپ کی تیز آواز کے ساتھ ہی خاردار کوڑا صدیقی کے جسم
ر اس طرح پڑا کہ اس کی جیکٹ اور شرٹ بھی پھٹ گئی اور اس کے
سم پر نشان پڑ گئے ۔

" پھر سوال کرتا ہے ۔ اب کر کے دیکھو سوال"....... گوشی نے
لخت ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

" تم جاہل آدمی ہو ۔ نانسنس ۔ جب ایک دوسرے سے تعارف

نہیں ہو گا تو میں تمہارے سوالوں کا جواب کیسے دوں گا"...... اس بار صدیقی نے بھی چیختے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے شڑاپ شڑاپ کی آوازوں کے ساتھ ہی کمرہ گونج اٹھا۔ گوشی نے مسلسل خار دار کوڑا برسانا شروع کر دیا تھا۔

"رک جاؤ۔ بند کرو"...... چوہان نے چیخ کر کہا۔

"تمہیں بھی خواہش ہو رہی ہے۔ چلو تم بتا دو کہ کون ہو تم"...... گوشی نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ چوہان کی طرف بڑھ گیا کیونکہ صدیقی کا جسم ایک بار پھر لٹک گیا تھا اس کی حالت واقعی خراب دکھائی دے رہی تھی۔ چہرہ اور جسم شدید زخمی نظر آ رہا تھا۔ گوشی نے انتہائی بے رحمی سے مسلسل خاردار کوڑے برسائے تھے۔

"ہاں۔ اب بتاؤ ورنہ"...... گوشی نے چوہان کے سامنے رکتے ہوئے بڑے نخوت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہمارا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے"...... چوہان نے کہا تو گوشی اس طرح جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹا جیسے چوہان نے بات کرنے کی بجائے اسے کوڑا مار دیا ہو۔

"ملٹری انٹیلی جنس۔ اوہ۔ مگر کیوں۔ ملٹری انٹیلی جنس کیوں یہ سب کر رہی ہے"...... گوشی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تم جانتے ہو ملٹری انٹیلی جنس کے بارے میں"...... چوہان نے کہا۔

"پھر وہی سوال"...... گوشی نے یکلخت بھڑک کر کہا اور اس کے ساتھ ہی شڑاپ کی آواز کے ساتھ ہی کوڑا چوہان کے جسم کو ادھیڑتا چلا گیا۔

"اب سوال کیا تو ساتھی کی طرح کتے کی طرح مرجاؤ گے"۔ گوشی نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور بات کرتا اچانک دور سے گھنٹی کی آواز سنائی دی تو گوشی بے اختیار اچھل پڑا۔ اس نے کوڑا ہاتھ پر لپیٹا اور مڑ کر دوڑتا ہوا دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی چوہان ایک جھٹکے سے سیدھا ہو گیا۔

"ہوش میں آؤ صدیقی۔ ہم کسی وحشی کے ہاتھ لگ گئے ہیں اور یہ کنڈے بھی نہیں کھل رہے"...... چوہان نے اونچی آواز میں کہا۔ اسی لمحے کٹاک کٹاک کی آوازیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی صدیقی کے دونوں ہاتھ کنڈوں سے آزاد ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے اپنے پیروں پر جھک گیا۔ چند لمحوں بعد اس کے دونوں پیر بھی کنڈوں سے آزاد ہو چکے تھے۔ اسی لمحے دروازے کی سائیڈ سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی تو صدیقی پنجوں کے بل دوڑتا ہوا دروازے کی سائیڈ میں جا کھڑا ہوا۔ چند لمحوں بعد ہی دروازہ کھلا اور اس کے ساتھ ہی ہاتھ پر کوڑا لپیٹے گوشی دوڑتے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوا ہی تھا کہ یکلخت وہ چیختا ہوا فضا میں اچھل کر قلابازی کھاتا ہوا ایک دھماکے سے سامنے فرش پر جا گرا۔ صدیقی

نے واقعی اس قدر زخمی ہونے کے باوجود انتہائی ہمت سے کام لیا تھا کہ اس بھاری بھرکم گوشی کو اس طرح گردن سے پکڑ کر فضا میں اچھال دیا تھا۔ نیچے گر کر گوشی ذرا سا بھی نہ ہلا تھا۔ صدیقی تیزی سے آگے بڑھا۔ اس نے جھک کر ایک ہاتھ اس کے سر پر اور دوسرا اس کے کاندھے پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا تو گوشی کا تیزی سے مسخ ہوتا ہوا چہرہ دوبارہ نارمل ہونا شروع ہو گیا تو صدیقی چوہان کی طرف بڑھا۔

" کنڈوں کے بٹن اندرونی طرف ہیں اس لئے تو مل نہیں رہے تھے۔ میں نے بے ہوشی کا بہانہ بنا کر انہیں تلاش کیا ہے"۔ صدیقی نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے باری باری چوہان کے دونوں ہاتھ کنڈوں سے آزاد کر دیئے۔

" تم خاصے زخمی ہو۔ یہاں لازماً میڈیکل باکس موجود ہو گا"۔ چوہان نے جھک کر اپنے پیروں میں موجود کنڈوں کے بٹن تلاش کرتے ہوئے کہا۔

" تم اسے اٹھا کر کنڈوں میں جکڑو۔ میں باہر چیک کرتا ہوں"...... صدیقی نے کہا اور تیزی سے مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چوہان کے دونوں پیر کنڈوں سے آزاد ہوئے تو وہ آگے بڑھ کر فرش پر پڑے ہوئے بھاری بھرکم گوشی کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا صدیقی والے کنڈوں کے قریب لے گیا۔ پھر اس نے اس کو دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اٹھایا اور اسے کاندھے پر لاد لیا۔ اس کے بعد

اس نے اس کا ایک بازو پکڑ کر اوپر اٹھایا اور کنڈے میں ڈال کر بٹن پریس کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پہلو بدلا اور پھر گوشی کا دوسرا ہاتھ بھی اس نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور اسے بھی تھوڑی سی جدوجہد کے بعد کنڈے میں جکڑ دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے جسم پر سے گوشی کا بوجھ ختم ہو گیا اور چوہان ایک طرف ہٹ گیا پھر اس نے جھک کر گوشی کے دونوں پیر بھی کنڈوں میں جکڑ دیئے۔

" اسے تو معلوم ہو گا کہ کنڈوں میں بٹن کہاں ہیں اس لئے اس کی انگلیاں باندھ دینی چاہئیں"...... چوہان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے الماری کھولی تو اس میں اسے رسی کا ایک بڑا بنڈل بھی پڑا نظر آ گیا۔ یہ نائیلون کی باریک سی رسی تھی۔ اس نے بنڈل اٹھایا اور پھر گوشی کے قریب آ کر اس نے گوشی کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو رسی سے اس طرح جکڑ دیا کہ اب وہ کسی صورت بھی انگلیوں کو بٹنوں تک نہ لے جا سکتا تھا۔ باقی رسی اس نے وہیں فرش پر ڈال دی۔ اس کے ساتھ ہی وہ مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا مکان تھا اور باہر سڑک پر ٹریفک چل رہی تھی۔

" ادھر آ جاؤ"...... اچانک ایک کمرے سے صدیقی کی آواز سنائی دی تو چوہان اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ صدیقی اس کمرے میں اپنے زخموں کی بینڈیج کرنے میں مصروف تھا۔ ساتھ ہی ایک بڑا سا میڈیکل باکس موجود تھا۔

"یہاں اس گوشی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ میں نے چیک کر لیا ہے"....... صدیقی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں نے گوشی کو کنڈوں میں جکڑ دیا ہے"۔ چوہان نے کہا اور پھر اس نے بینڈیج کرنے میں صدیقی کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ اس کے بعد صدیقی نے اس کی بینڈیج کی۔

"یہاں لباس تو ہوں گے۔ ہمارے تو لباس بھی بری طرح سے پھٹ گئے ہیں"....... چوہان نے کہا۔

"ہاں آؤ۔ ایک کمرے میں لباس موجود ہیں"....... صدیقی نے کہا اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں لباس تبدیل کر کے دوبارہ اس کمرے میں پہنچے جہاں دیوار کے ساتھ گوشی جکڑا ہوا تھا گوشی ہوش میں آچکا تھا۔

"اوہ۔ تم نے اس کی انگلیاں بھی باندھ دی ہیں۔ گڈ شو چوہان"....... صدیقی نے کہا۔

"اسے بٹنوں کا علم تھا اس لئے میں نے ایسا کیا ہے"....... چوہان نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سرہلا دیا۔

"میں باہر پہرہ دیتا ہوں۔ تم اس سے پوچھ گچھ کرو"....... چوہان نے ایک طرف پڑی ہوئی کرسی اٹھا کر گوشی کے سامنے فرش پر رکھتے ہوئے صدیقی سے کہا۔

"شکریہ"....... صدیقی نے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا تو چوہان دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"تم۔ تم نے کنڈوں سے آزادی کیسے حاصل کر لی"....... گوشی نے کہا۔

"پہلے تم نے میرے سوال کرنے پر مجھ پر بے دردی سے کوڑے برسائے تھے اب خود ہی سوال کر رہے ہو۔ بہرحال یہ ہمارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے"....... صدیق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم واقعی ملٹری انٹیلی جنس کے لوگ ہو"....... گوشی نے کہا۔

"نہیں۔ ہمارا تعلق ایک اور ادارے سے ہے۔ اس کا نام فور سٹارز ہے"....... صدیقی نے کہا۔

"تم مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں یہاں سے خاموشی سے نکال دوں گا"....... گوشی نے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

"تمہارے ساتھ ہونا تو یہی چاہئے تھا کہ تم نے جس بے دردی سے ہمیں کوڑے مارے تھے اس سے بھی زیادہ بے دردی سے تمہیں کوڑے مارے جاتے لیکن ہم تم جیسے نہیں ہونا چاہتے۔ البتہ اب تم نے میرے سوالوں کا جواب دینا ہے ورنہ تمہارا حشر ان کوڑوں سے بھی زیادہ عبرتناک ہو گا"....... صدیقی نے کہا۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں ہے"....... گوشی نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سرہلایا اور اٹھ کر اس نے جیکٹ کی اندرونی جیب سے ایک خنجر نکال لیا۔ یہ خنجر اس نے اسی اڈے کے ایک کمرے سے اٹھایا تھا۔ پھر وہ قدم اٹھاتا ہوا گوشی کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ گوشی

ہونٹ بھینچے بڑی کینہ توز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا کہ یکلخت صدیقی کا ہاتھ گھوما اور کمرہ گوشی کی چیخ سے گونج اٹھا۔ ایک ہی وار میں اس کی ناک کا دایاں نتھنا آدھے سے زیادہ کٹ چکا تھا۔ ابھی اس کی چیخ باقی تھی کہ صدیقی کا ہاتھ دوبارہ گھوما اور کمرہ ایک بار پھر گوشی کی چیخوں سے گونج اٹھا۔ صدیقی نے اس کی ناک کا بایاں نتھنا بھی کاٹ دیا تھا۔

" تم موٹے دماغ کے آدمی ہو اس لئے تمہارا یہی علاج ہو سکتا ہے اب تم سب کچھ خود بخود بتا دو گے"....... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ کو موڑا اور خنجر کا دستہ اس نے گوشی کی تنگ سی پیشانی پر ابھر آنے والی موٹی سی رگ پر مار دیا اور گوشی کے حلق سے انتہائی کربناک چیخ نکلی۔ اس کا پورا جسم جھنجھنا اٹھا تھا۔ آنکھیں پھٹ گئی تھیں اور چہرہ یکلخت پسینے میں ڈوب گیا تھا۔

" بولو۔ کس کا اڈا ہے یہ۔ بولو"....... صدیقی نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے خنجر کا دستہ دوبارہ اس کی پیشانی پر موجود رگ پر مار دیا تو گوشی کی حالت یکلخت غیر ہونے لگ گئی۔

" بب۔ بب۔ بڑے۔ بڑے استاد کا۔ بڑے استاد کا"....... گوشی کے منہ سے ایسے الفاظ نکلنے لگے جیسے رکا ہوا پانی راستہ صاف ہونے پر یکلخت تیزی سے بہنے لگتا ہے۔

" کون ہے بڑا استاد۔ تفصیل بتاؤ"....... صدیقی نے کہا۔ اسے معلوم تھا کہ اب وہ لاشعوری طور پر اس کے سوالوں کے جواب دے

دے گا۔

" اس کا نام مارگو ہے۔ وہ بڑا استاد ہے۔ راگو اس کا آدمی ہے اور پورے شہر میں اس کے آدمی پھیلے ہوئے ہیں"....... گوشی نے جواب دیا۔

" کہاں بیٹھتا ہے وہ"....... صدیقی نے پوچھا۔

" مجھے نہیں معلوم۔ میں تو یہاں رہتا ہوں۔ وہ کبھی کبھار یہاں آتا ہے ورنہ اس کے آدمی آتے رہتے ہیں"....... گوشی نے جواب دیا۔

" تم گھنٹی کی آواز پر باہر گئے تھے۔ کیسی گھنٹی تھی یہ"۔ صدیقی نے پوچھا۔

" وہ پاس آیا تھا۔ بڑے استاد کا آدمی۔ میں نے اسے واپس بھیج دیا تھا"....... گوشی نے کہا۔

" بڑے استاد کا فون نمبر کیا ہے"....... صدیقی نے پوچھا تو گوشی نے فون نمبر بتا دیا لیکن اسی لمحے اسے باہر سے چٹک چٹک کی آوازیں سنائی دیں تو وہ بے اختیار چونک کر باہر کی طرف دیکھنے لگا تو اس نے چوہان کو ناک چٹکی سے بند کئے دروازے کے اندر آتے دیکھا۔

" بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی جا رہی ہے"....... چوہان نے رک رک کر کہا تو صدیقی نے فوراً ہی سانس روکنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے اس کا ذہن کسی تیز رفتار لٹو کی طرح گھومنے لگا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سامنے کھڑے چوہان کو لڑکھڑا کر نیچے گرتے ہوئے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن یکلخت جیسے کسی

گہری دلدل میں اترتا چلا گیا۔آخری احساس جو اس کے ذہن میں ابھرا
تھا وہ یہی تھا کہ گوشی نے کسی پراسرار ذریعے سے اپنے ساتھیوں کو
کال کر لیا ہے۔

نعمانی آہستہ آہستہ کار چلاتا ہوا کالے بازار کے عقب میں واقع
کالے محلے کی ایک سڑک پر آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔خاور کو ہسپتال
داخل کرانے اور پھر اس کے بارے میں تسلی کر لینے کے بعد اس نے
کار لی اور اب وہ صدیقی اور چوہان کو تلاش کرنے کے لئے اس کالے
محلے میں پہنچ گیا تھا۔راگو نے اسے بتایا تھا کہ صدیقی اور چوہان کو
اس نے بڑے استاد کے کہنے پر کالے محلے والے اڈے پر بھجوا دیا ہے
جہاں کا انچارج گوشی نامی بدمعاش ہے۔یہ کالا محلہ کالے بازار کے
عقب میں تھا اور یہاں ایک کالی کوٹھی تھی جس کے فرنٹ پر کالے
رنگ کے پتھر لگے ہوئے تھے اس لئے نعمانی کار چلاتا ہوا اس کالی
کوٹھی کو تلاش کر رہا تھا۔گو اس نے ایک دو آدمیوں سے کالی کوٹھی
کے بارے میں پوچھا بھی تھا لیکن کسی نے اسے اس بارے میں کچھ نہ
بتایا تھا اس لئے نعمانی اب خود ہی اسے ڈھونڈتا پھر رہا تھا لیکن باوجود

کوشش کے اسے ابھی تک کالے پتھروں والی کوٹھی نظر نہ آئی تھی اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ کیا راگو نے اس سے جھوٹ بولا تھا لیکن پھر اسے خیال آیا کہ جب کالے بازار کے عقب میں یہ کالا محلہ موجود ہے تو پھر یہ کالی کوٹھی بھی لامحالہ ہونی چاہیئے اس لئے وہ اسے مسلسل تلاش کرتا پھر رہا تھا کہ ایک موڑ مڑتے ہی اس نے بے اختیار کار کو ایک زیر تعمیر عمارت کی اوٹ میں لے جا کر کھڑا کر دیا کیونکہ اسے کچھ فاصلے پر کالی کوٹھی نظر آ گئی تھی لیکن اس کے سامنے ایک گہرے نیلے رنگ کی کار کھڑی تھی اور ایک آدمی اس سے پشت لگائے کھڑا تھا اور کالی کوٹھی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ صورت حال نعمانی کی سمجھ میں آتی اچانک ایک آدمی سائیڈ گلی سے نکلا اور اس نے مخصوص انداز میں ہاتھ ہرایا تو کار کے ساتھ کھڑا ہوا آدمی سر ہلاتا ہوا تیزی سے سڑک کراس کر کے اس کی طرف بڑھا اور پھر وہ دونوں ہی سائیڈ گلی میں غائب ہو گئے تو نعمانی سمجھ گیا کہ حالات خراب ہیں۔ چونکہ صدیقی اور چوہان کو اس کوٹھی میں بھجوایا گیا تھا اور وہ اس وقت تک بے ہوش تھے اس لئے نعمانی کے ذہن میں خدشات ابھر آئے۔ اس نے فوری طور پر کوٹھی کے اندر جانے کا فیصلہ کر لیا اور وہ کار سے اترا۔ مشین پسٹل اس کی جیب میں تھا۔ وہ سڑک کراس کر کے تیز تیز قدم اٹھاتا کوٹھی کی طرف بڑھنے لگا۔ سڑک پر ٹریفک خاصی تھی لیکن اس میں کاریں خال خال ہی تھیں۔ زیادہ تر رکشے، موٹر سائیکل اور سائیکل تھے اور ویسے بھی نعمانی فرنٹ کی طرف سے

کوٹھی میں داخل نہ ہونا چاہتا تھا کیونکہ اسے کوٹھی کے اندر کے حالات کا سرے سے علم ہی نہ تھا۔ وہ اس کی سائیڈ گلی میں داخل ہوا اور پھر اس کوٹھی کی عقبی گلی میں پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ عقبی گلی میں موجود دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا ہے نعمانی نے آہستہ سے دروازے کو دبایا اور پھر اندر سر کر کے اس نے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیا۔ کوٹھی کا عقبی لان سنسان تھا۔ وہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ نعمانی اندر داخل ہوا اور اس نے دروازہ بند کر کے اس کی چٹخنی چڑھا دی۔ پھر وہ سائیڈ راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کوٹھی پر خاموشی طاری تھی۔ اس کے ساتھ ہی نعمانی کو نامانوس سی ہلکی سی بو کا احساس ہوا تو وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ وہ فوراً سمجھ گیا تھا کہ یہاں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی گئی ہے اور یہ نامانوس سی بو اسی کی ہے لیکن یہ بو اس قدر کم تھی کہ اب اس میں بے ہوش کر دینے والے اثرات موجود نہ تھے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھتا چلا گیا۔ فرنٹ پر پہنچ کر وہ رکا اور اس نے سر آگے کر کے چیکنگ کی تو فرنٹ خالی تھا۔ وہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ اسی لمحے دروازے سے کسی آدمی کی ہلکی سی آواز سنائی دی تو اس نے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور آگے بڑھ کر وہ برآمدے میں پہنچ گیا۔ اسی لمحے آواز دوبارہ سنائی دی اور یہ آواز راہداری کے آخری کھلے دروازے سے آ رہی تھی۔ وہ تیزی سے راہداری میں چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

"گولی مار دو ان دونوں کو حامد۔ کیا سوچ رہے ہو"....... ایک

آواز سنائی دی تو نعمانی کے قدم اور تیز ہو گئے ۔

" میں سوچ رہا ہوں کاش کہ شاید بڑا استاد ان دونوں سے پوچھ گچھ کرے ۔ آخر انہوں نے انہیں یہاں پوچھ گچھ کے لئے ہی بھجوایا تھا" .... دوسری آواز سنائی دی ۔

" تو پھر بڑے استاد کو فون کر کے پوچھ لو ۔ جیسے وہ حکم دیں ویسے کر لو" .... پہلی آواز نے کہا۔

"پہلے انہیں کنڈوں میں جکڑ لیں ۔ یہ کسی بھی وقت ہوش میں آ سکتے ہیں ۔ پھر بات کروں گا" .... دوسری آواز نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے ۔ آؤ مل کر پہلے یہ کام کر لیں" .... پہلی آواز نے کہا اور پھر خاموشی طاری ہو گئی تو نعمانی نے آہستہ سے سر اندر کیا تو اس نے ان دونوں آدمیوں کو جو اس کے سامنے سائیڈ گلی میں گئے تھے فرش پر پڑے ہوئے صدیقی کو اٹھا کر دیوار کی طرف لے جاتے دیکھا فرش پر چوہان بھی بے ہوش پڑا تھا ۔ نعمانی اب سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہئے ۔ اس کے پاس بے ہوش کر دینے والی گیس کا پسٹل موجود نہ تھا اور یہ دونوں آدمی مسلح تھے ۔ ویسے وہ چاہتا تو مشین پسٹل سے ایک لمحے میں ان کا خاتمہ کر دیتا لیکن وہ ان سے پوچھ گچھ کرنا چاہتا تھا اور اب چونکہ فوری طور پر صدیقی اور چوہان کی جانوں کو کوئی خطرہ نہ تھا اس لئے نعمانی نے ایک اور فیصلہ کیا ۔ وہ تیزی سے واپس پلٹا اور پھر برآمدے میں آ کر ایک سائیڈ پر ہو کر کھڑا ہو گیا کیونکہ اسے معلوم نہ تھا کہ یہاں فون کس کمرے میں ہے ۔ تھوڑی

دیر بعد اسے راہداری سے ایک آدمی کے قدموں کی آواز سنائی دی جو برآمدے کے قریب دروازے تک آ کر رکی اور پھر دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی قدموں کی آواز اندر جاتی ہوئی محسوس ہوئی تو نعمانی نے راہداری میں جھانکا ۔ وہاں کوئی آدمی نہ تھا ۔ دوسرا آدمی اس کمرے میں تھا جہاں صدیقی اور چوہان تھے اس لئے نعمانی اندر داخل ہوا اور پھر اس کھلے دروازے کے قریب جا کر رک گیا ۔ اس نے دروازے سے سر آگے کر کے اندر جھانکا تو اس نے دروازے کی طرف پشت کئے ایک آدمی کو کرسی پر بیٹھے دیکھا۔

" اوہ ۔ تو یہ بات ہے ۔ یہاں فون کا رسیور ہی غلط رکھا گیا ہے اسی لئے تو بڑے استاد کی کال کا جواب نہ مل رہا تھا" .... نعمانی کو بڑبڑاتی ہوئی آواز سنائی دی تو نعمانی بڑے محتاط انداز میں اندر داخل ہوا ۔ مشین پسٹل اس کے ہاتھ میں تھا ۔ اس نے اسے نال سے پکڑ لیا ۔ وہ آدمی رسیور کان سے لگائے نمبر پریس کرنے میں مصروف تھا اور یقیناً اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان دونوں کے علاوہ یہاں کوئی تیسرا آدمی بھی ہو سکتا ہے اس لئے وہ پوری طرح مطمئن تھا کہ نعمانی کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور مشین پسٹل کا فولادی دستہ پوری قوت سے اس آدمی کے سر پر پڑا تو وہ آدمی چیختا ہوا کرسی سمیت اچھل کر آگے میز پر گرا اور پھر تیزی سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ نعمانی نے دوسرا وار کر دیا اور وہ آدمی میز پر ہی گر کر ڈھیلا پڑ گیا۔

" کیا ہوا حامد ۔ کیا ہوا" .... باہر سے چیختی ہوئی آواز سنائی دی تو

نعمانی تیزی سے پیچھے ہٹ کر دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا ۔ اسی
لمحے دوسرا آدمی دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا ہی تھا کہ نعمانی نے لات آگے
کر دی اور وہ آدمی چیختا ہوا اچھل کر پہلے آدمی پر جا گرا اور پھر وہ دونوں
ہی پلٹ کر نیچے گرے ۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے آدمی نے اٹھنے کی
کوشش کی لیکن نعمانی کی لات بجلی کی سی تیزی سے گھومی اور اٹھتا
ہوا دوسرا آدمی چیخ مار کر گرا اور ساکت ہو گیا ۔ کنپٹی پر پڑنے والی
بھرپور ضرب نے اسے بے ہوش کر دیا تھا ۔ نعمانی نے اطمینان بھرا
سانس لیا ۔ میز پر رسیور پڑا ہوا تھا ۔ نعمانی نے رسیور اٹھا کر کریڈل پر
رکھا اور پھر جھک کر اس نے ایک آدمی کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور
اس کمرے سے نکل کر دوڑتا ہوا اس آخری کمرے میں گیا جہاں صدیقی
اور چوہان کو دیوار کے ساتھ کنڈوں میں جکڑا گیا تھا جبکہ ایک او
پہلوان نما آدمی فرش پر بے ہوش پڑا ہوا تھا ۔ نعمانی نے کاندھے
لدے ہوئے اس آدمی کو اس پہلوان نما آدمی کے ساتھ فرش پر ڈا
اور پھر بھاگ کر اس نے فون والے کمرے میں پہنچ کر دوسرے آد
کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور اسے بھی لا کر اس نے پہلے آدمی کے سا
فرش پر ڈال دیا ۔ اسے معلوم تھا کہ صدیقی اور چوہان دونوں کو گیس
سے بے ہوش کیا گیا ہے اور پانی بھی بے ہوش کر دینے والی گیس
تریاق ہوتا ہے اس لئے وہ تیزی سے کونے میں موجود الماری
طرف بڑھ گیا ۔ اس نے الماری کھولی تو اس میں پانی کی چار پا
بوتلیں پڑی ہوئی تھیں ۔ اس نے دو بوتلیں اٹھائیں اور انہیں لا

اس نے ایک بوتل کو صدیقی کے پاس فرش پر رکھا اور دوسری بوتل
کا ڈھکن کھول کر اس نے ایک ہاتھ سے بے ہوش صدیقی کا جبڑا دبایا
اور منہ کھلنے پر اس نے بوتل کا دہانہ اس کے منہ سے لگا دیا ۔ تھوڑی
سی کوشش کے ساتھ ہی پانی کے چند گھونٹ صدیقی کے حلق سے
نیچے اتر گئے تو نعمانی نے ہاتھ ہٹائے اور پھر آگے بڑھ کر اس نے
چوہان کو بھی پانی پلایا اور پھر بوتل نیچے رکھ دی ۔ وہ جان بوجھ کر ان
دونوں کو اسی حالت میں ہوش میں لانا چاہتا تھا تاکہ کنڈوں سے آزاد
ہونے میں آسانی رہے اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد جب اس نے صدیقی
کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہوتے دیکھے تو اس نے اطمینان
بھرا سانس لیا ۔ چند لمحوں بعد صدیقی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول
دیں ۔

" تم ۔ تم نے نعمانی ۔ یہ ۔ یہ ۔ کیا مطلب "...... صدیقی کے منہ
سے انتہائی حیرت بھرے انداز میں نکلا ۔

" پوری طرح ہوش میں آجاؤ صدیقی تاکہ میں تمہیں کنڈوں سے
نجات دلا دوں ۔ پھر باتیں ہوں گی "...... نعمانی نے مسکراتے ہوئے
کہا اور صدیقی یکلخت اپنے پیروں پر تن کر کھڑا ہو گیا ۔ اس نے نظریں
گھمائیں اور پھر ساتھ ہی چوہان کو بھی کنڈوں میں جکڑے دیکھ کر وہ
چونک پڑا ۔ چوہان کے جسم میں بھی حرکت کے آثار نمایاں ہو گئے
تھے ۔ نعمانی سرہلاتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے ہاتھ اٹھا کر کنڈے کا
بٹن پریس کیا تو صدیقی کا ایک بازو کنڈے کی بندش سے آزاد ہو گیا

نعمانی نے آگے بڑھ کر اس کا دوسرا بازو بھی آزاد کر دیا اور پانی کی بوتل لے کر چوہان کی طرف بڑھ گیا جبکہ صدیقی لپنے پیروں پر جھک گیا تھا۔

" تم زخمی ہو۔ کیا ہوا ہے"....... نعمانی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

" تفصیل سے بات ہو گی"....... صدیقی نے لپنے دونوں پیر کنڈوں سے آزاد کراتے ہوئے سیدھا ہو کر کہا۔ اسی لمحے چوہان بھی ہوش میں آ گیا اور چوہان نے بھی صدیقی کی طرح نعمانی کی یہاں موجودگی پر حیرت کا اظہار کیا تو نعمانی نے اسے بھی یہی جواب دیا کہ پہلے اسے آزاد کر لیں پھر بات ہو گی اور پھر نعمانی نے آگے بڑھ کر چوہان کے دونوں بازو بھی کنڈوں سے آزاد کرا دیئے۔

" یہ دونوں کون ہیں اور تم یہاں کیسے آ گئے "....... صدیقی نے پوچھا تو نعمانی نے ان کے کافی دیر تک واپس نہ آنے پر خاور سمیت جاسوڑہ ہوٹل میں جانے سے لے کر خاور کے شدید زخمی ہونے اور پھر اسے لے جا کر ہسپتال میں داخل کرانے اور اس کی حالت خطرے سے باہر آ جانے کے بعد کار میں یہاں آنے سے لے کر ان دونوں آدمیوں کو بے ہوش کر دینے تک کی ساری تفصیل بتا دی۔ چوہان بھی اس دوران لپنے پیر کنڈوں سے آزاد کرا چکا تھا۔

" اس کا مطلب ہے کہ ان دونوں کو بڑے استاد نے بھیجا ہے"....... صدیقی نے کہا۔

" ہاں۔ کیونکہ فون کا رسیور غلط رکھا گیا تھا اس لئے یہاں کال اٹنڈ ہی نہ کی جا رہی تھی"....... نعمانی نے ایک آدمی کی بڑبڑاہٹ کے بارے میں بتایا۔

" اوہ۔ تو اس گوشی نے رسیور جلدی میں غلط رکھ دیا تھا"۔ صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی راگو کے آفس میں سرخ شعاؤں کی وجہ سے بے ہوش ہونے سے یہاں ہوش میں آنے اور پھر اچانک نامانوس سی بو کی وجہ سے بے ہوش ہونے سے اب ہوش میں آنے تک کے تمام حالات بتا دیئے۔

" میں باہر موجود تھا کہ اچانک چار کیپسول برآمدے میں آ کر پھٹے تو میں سانس روک کر اور ناک کو چٹکی میں پکڑ کر دوڑتا ہوا اندر آیا تاکہ صدیقی کو بتا دوں لیکن پھر ہم دونوں ہی بے ہوش ہو گئے "۔ چوہان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اس کا مطلب ہے کہ اصل آدمی یہی بڑا استاد ہے"....... صدیقی نے کہا۔

" ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے"....... نعمانی نے کہا۔

" لیکن راگو کے بقول ٹائیگر اور عمران صاحب پر حملہ کسی سردار ہاشو نے کرایا تھا"....... چوہان نے کہا۔

" ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا بھی باس ہو لیکن بہرحال مرکزی کردار کے طور پر سامنے یہ بڑا استاد ہے اس کا فون نمبر تو معلوم ہو گیا ہے لیکن اس کا ٹھکانہ معلوم نہیں ہے"....... صدیقی نے کہا۔ اسی لمحے

دور سے فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تو صدیقی تیزی سے مڑا اور باہر راہداری میں آگیا۔ نعمانی اور چوہان اس کے پیچھے تھے۔

" تم وہیں رہو۔ ایسا نہ ہو کہ ان دونوں کو ہوش آجائے اور پھر جو کارروائی ان کے ساتھ نعمانی نے کی ہے وہ یہ ہمارے ساتھ کر گزریں "...... صدیقی نے کہا تو نعمانی اور چوہان سر ہلاتے ہوئے واپس مڑ گئے۔ صدیقی نے کمرے میں آکر رسیور اٹھالیا۔

" یس "...... صدیقی نے کہا۔

" کون بول رہا ہے۔ کیا مطلب "...... دوسری طرف سے ایک سخت سی آواز سنائی دی۔ لہجے میں حیرت تھی۔

" کاشو بول رہا ہوں "...... صدیقی نے جواب دیا کیونکہ نعمانی نے ان بے ہوش افراد کے نام حامد اور کاشو بتائے تھے اور حامد کاشو سے سینئر تھا اس لئے صدیقی نے حامد کی بجائے کاشو کا نام لیا تھا کہ وہ جونیئر تھا اس لئے ہو سکتا ہے کہ دوسری طرف سے بولنے والا حامد کی آواز پہچانتا ہو لیکن کاشو سے واقف نہ ہو۔

" حامد کہاں ہے "...... دوسری طرف سے کرخت لہجے میں کہا گیا۔

" وہ مجھے یہاں چھوڑ کر باہر گیا ہے "...... صدیقی نے جواب دیا۔

" کہاں گیا ہے "...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ مزید سخت ہو گیا تھا۔

" مجھے نہیں معلوم۔ اس نے کہا کہ میں یہاں ٹھہروں وہ ابھی آرہا

ہے "...... صدیقی نے جواب دیا۔

" گوشی کہاں ہے۔ اسے بلاؤ "...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" گوشی ہلاک ہو چکا ہے "...... صدیقی نے کہا۔

" کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ گوشی ہلاک ہو چکا ہے۔ کیوں۔ کیسے "...... دوسری طرف سے انتہائی تیز لہجے میں کہا گیا۔

" جناب۔ ہم نے باہر سے اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی اور پھر ہم اندر آئے تو گوشی ہلاک ہو چکا تھا جبکہ دو آدمی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ حامد نے ان دونوں کو بھی ہلاک کر دیا اور مجھے یہاں ٹھہرا کر خود باہر چلا گیا "...... صدیقی نے جواب دیا۔

" سنو۔ جیسے ہی حامد آئے اسے کہنا کہ بڑے استاد کا فون آیا تھا۔ وہ مجھے خود ہی فون کر لے گا "...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" جی اچھا "...... صدیقی نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صدیقی نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوائری کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" یس۔ انکوائری پلیز "...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

" اسسٹنٹ ڈائریکٹر انٹیلی جنس کرنل جلیس بول رہا ہوں "۔ صدیقی نے بارعب لہجے میں کہا۔

" یس سر۔ حکم سر "...... دوسری طرف سے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ایک نمبر بتا رہا ہوں ۔ ابھی اس نمبر پر کال کی گئی ہے ۔ چیک کر کے بتاؤ کہ جس نمبر سے کال کی گئی ہے وہ کہاں اور کس کے نام پر نصب ہے"....... صدیقی نے اسی طرح بارعب لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون پر درج نمبر بتا دیا۔

"یس سر"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اچھی طرح چیک کر کے بتاؤ ۔ یہ انتہائی اہم ملکی معاملہ ہے"....... صدیقی نے اور زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر"....... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

"ہیلو سر"....... تھوڑی دیر بعد انکوائری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"یس "....... صدیقی نے اسی طرح بارعب لہجے میں کہا۔

"سر۔ آپ کے بتائے ہوئے نمبر پر کال جس نمبر سے کی گئی ہے وہ رانی بازار کی ایک بلڈنگ جسے آریا بلڈنگ کہا جاتا ہے، سے کی گئی ہے"....... آپریٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم کنفرم ہو ۔ کسی غلطی کی گنجائش تو نہیں ہے"۔ صدیقی نے کہا۔

"نو سر۔ میں نے دوبارہ چیک کیا ہے"....... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"جس نمبر سے فون کیا گیا ہے وہ نمبر کیا ہے اور کس کے نام پر ہے"....... صدیقی نے پوچھا تو انکوائری آپریٹر نے نہ صرف نمبر بتا دیا

بلکہ نام مارگو بھی بتا دیا۔

"اوکے۔ اب کہنے کی ضرورت تو نہیں کہ یہ سٹیٹ سیکرٹ ہے"۔ صدیقی نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں سمجھتی ہوں سر"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو صدیقی نے رسیور رکھ دیا اور پھر کمرے سے نکل کر وہ اس کمرے میں آیا جہاں اس کے ساتھی موجود تھے۔

"ان کو ختم کر دو اور آؤ۔ میں نے اس بڑے استاد کا پتہ معلوم کر لیا ہے ۔ اب باقی باتیں وہ بتائے گا"....... صدیقی نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

سیاہ رنگ کی کار خاصی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی ۔ کار کی سائیڈ سیٹ پر استاد کالو موجود تھا جبکہ ڈرائیونگ سیٹ پر اس کا نائب بخشو تھا اور عقبی سیٹ پر بھاری جسم کے دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے ۔ ان دونوں کے پاس مشین گنیں تھیں جن پر انہوں نے کپڑے ڈالے ہوئے تھے ۔

" تمہیں یقین ہے بخشو کہ سردار ہاشو نورے کے پاس ہے " سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے استاد کالو نے کہا ۔

" ہاں استاد ۔ میں نے کنفرم کیا ہے اور یہ بات بھی کنفرم ہے کہ سردار ہاشو نورے کے گروپ کے ذریعے ہم دونوں کو ہلاک کر کے ہمارے گروپ پر قبضہ کرنا چاہتا ہے "....... بخشو جو کار ڈرائیو کر رہا تھا، نے جواب دیتے ہوئے کہا ۔

" لیکن بڑا استاد کیا کر رہا ہے ۔ کیا وہ اسے روک نہیں سکتا " ۔ استاد کالو نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا ۔

" آپ نے بڑے استاد کو شکایت کی تھی لیکن پھر کیا ہوا ۔ حقیقت یہی ہے استاد کہ سردار ہاشو بڑے استاد کی بات ہی نہیں مانتا اور نجانے کیوں بڑا استاد بھی سردار ہاشو سے دبتا ہے بلکہ مجھے تو یہاں تک معلوم ہوا ہے کہ بڑے استاد نے سردار ہاشو کے دباؤ پر یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ ہمارا گروپ بھی سردار ہاشو کے حوالے کر دیا جائے اور ہم دونوں کو کسی اور شعبے میں بھیج دیا جائے ۔ لیکن ابھی اس پر عمل درآمد کا فیصلہ نہیں ہوا "....... بخشو نے جواب دیا ۔

" ہونہہ ۔ پھر تو تمہاری بات ٹھیک ہے ۔ اس سردار ہاشو کا کانٹا ہمیشہ کے لئے نکال دینا چاہئے لیکن وہاں نورے کا پورا گروپ ہو گا "....... استاد کالو نے کہا ۔

" اور ہم بھی تیار ہو کر جا رہے ہیں استاد ۔ ہم پہلے نورے کے اڈے میں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کریں گے اور پھر اندر داخل ہو کر استاد ہاشو سمیت سب کا خاتمہ کر دیں گے "....... بخشو نے کہا ۔

" نہیں ۔ یہ بزدلی ہے ۔ ہم ان سے لڑ کر انہیں ختم کریں گے " ۔ استاد کالو نے ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا ۔

" استاد ۔ یہ بزدلی نہیں ۔ حکمت عملی ہے ۔ وہاں نورے کے گروپ کے تمام افراد موجود ہوں گے ۔ وہ مقابلے پر اتر آئے تو سردار ہاشو وہاں سے غائب ہو جائے گا "....... بخشو نے کہا ۔

" چلو ٹھیک ہے ۔ جیسے تم کہو "....... استاد کالو نے کہا اور بخشو

نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے اس کی بات مانے جانے پر اسے خوشی ہوئی ہو ۔ تھوڑی دیر بعد کار ایک تنگ سی سڑک پر سے گزرتی ہوئی ایک کھلی جگہ پر رک گئی۔

" استاد آپ یہیں بیٹھیں ۔ میں ان دونوں کے ساتھ جا کر وہاں پہلے انہیں بے ہوش کرتا ہوں "....... بخشو نے استاد کالو سے کہا۔

" نہیں ۔ ہم اکٹھے چلیں گے "....... استاد کالو نے کہا اور کار کا دروازہ کھول کر وہ نیچے اترا تو بخشو کے ساتھ ساتھ عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دونوں آدمی بھی نیچے اتر آئے ۔ انہوں نے مشین گنیں اب اپنی جیکٹوں کے اندر کر لی تھیں ۔ بخشو نے کار لاک کی اور پھر وہ سب پیدل چلتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے ۔ مختلف تنگ گلیوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک دو منزلہ مکان کے سامنے پہنچ گئے ۔ اس مکان کا لوہے کا دروازہ تھا جو بند تھا۔

" اوہ ۔ یہاں تو بے ہوش کر دینے والی گیس باہر سے فائر نہیں کی جا سکتی "....... بخشو نے مکان کی صورت حال دیکھ کر ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" دروازہ کھٹکھٹاؤ ۔ ہم خود نورے اور سردار ہاشو سے بات کریں گے "....... استاد کالو نے کہا تو بخشو نے آگے بڑھ کر دروازے کا کنڈا زور زور سے بجایا ۔ چند لمحوں بعد ہی دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا بدمعاش نما آدمی باہر آگیا ۔ وہ استاد کالو کو دیکھ کر چونک پڑا۔

" سردار ہاشو سے کہو کہ استاد کالو اس سے بات کرنے آیا ہے "۔

استاد کالو نے سخت لہجے میں کہا۔

" جی اچھا استاد "....... اس آدمی نے کہا اور تیزی سے اندر داخل ہو گیا ۔ دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا تھا ۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ دوبارہ کھلا اور وہی آدمی باہر آگیا۔

" آؤ استاد "....... اس آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور واپس مڑ گیا استاد کالو اس کے پیچھے اندر داخل ہوا ۔ اس کے پیچھے بخشو اور اس کے بعد اس کے دونوں مسلح ساتھی اندر داخل ہو گئے ۔ سامنے برآمدے میں ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی کھڑا تھا ۔ اس کے سر پر سیاہ رنگ کے سرنگ نما بالوں کا گچھا تھا ۔ یہ نورا تھا جس کا گروپ دارالحکومت میں خاصا مشہور تھا ۔ نورا اور اس کے ساتھی ہر قسم کے جرائم اور بدمعاشی میں ملوث رہتے تھے اور نورے کا نام دارالحکومت کے بدمعاش طبقوں میں خاصا نمایاں تھا۔

" آؤ استاد کالو ۔ خوش آمدید ۔ آج کیسے نورے کے ڈیرے پر آنا ہوا ہے "....... اس آدمی نے برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر اور آگے بڑھ کر استاد کالو کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

" میں سردار ہاشو سے ملنے آیا ہوں ۔ وہ یہاں موجود ہے "۔ استاد کالو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ہاں ۔ آؤ میرے ساتھ اور تمہارے آدمی یہیں رہیں گے "۔ نورے نے کہا۔

" بخشو ۔ تم اور تمہارے ساتھی یہاں رک جائیں "....... استاد کالو

نے مڑ کر بخشو سے مخاطب ہو کر کہا اور ساتھ ہی اس نے مخصوص انداز میں آنکھ دبادی۔

" ٹھیک ہے استاد "...... بخشو نے جواب دیا اور استاد کالو مڑ کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر برآمدے میں چلا گیا۔ نورا اس کے آگے آگے تھا۔ پھر وہ دونوں یکے بعد دیگرے ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے تو وہاں سردار ہاشو بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ان دونوں کے اندر داخل ہوتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

" آؤ استاد کالو۔ آج بڑے عرصے بعد تم سے ملاقات ہو رہی ہے"...... سردار ہاشو نے کہا۔

" میں خصوصی طور پر تم سے ملنے آیا ہوں۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم یہاں نورے کے پاس ہو تو میں یہاں چلا آیا"...... استاد کالو نے خشک لہجے میں کہا اور پھر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی نورا اور سردار ہاشو بھی بیٹھ گئے۔

" اچھا۔ کیوں۔ کوئی خاص بات"...... سردار ہاشو نے منہ بناتے ہوئے پوچھا۔

" مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم میرے قتل کے لئے نورے اور اس کے گروپ کو تعینات کر رہے ہو۔ میں اس کی وجہ پوچھنا چاہتا ہوں"...... استاد کالو نے کہا تو نورا اور سردار ہاشو دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔ ان دونوں نے حیرت بھری نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

" ہاں۔ تمہیں درست اطلاع ملی ہے۔ تم میرے راستے کی رکاوٹ بن رہے ہو۔ تمہارے آدمی بخشو نے میرے دو انتہائی قابل اعتماد ساتھیوں روشو اور فضلو کو ہلاک کرایا ہے۔ میں نے بڑے استاد سے بات کی تھی۔ اس وقت تو بڑے استاد نے کہا تھا کہ تمہیں کسی دوسرے شعبے میں بھیج دیا جائے گا اور فقیروں کے دونوں گروپ میرے تحت کر دیئے جائیں گے لیکن پھر بڑے استاد نے ارادہ بدل دیا وہ شاید تم سے ڈرتا ہے لیکن میں نہیں ڈرتا اس لئے میں نورے کے پاس آیا تھا اور نورے نے تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے قتل کی حامی بھر لی ہے۔ صاف اور کھری بات یہی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ جھوٹ بولوں"...... سردار ہاشو نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ تم اپنی حسرت پوری کر لو۔ میں یہاں خود آگیا ہوں"...... استاد کالو نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

" نہیں استاد کالو۔ تم خود چل کر ہمارے پاس آئے ہو اس لئے یہاں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو کچھ نہیں کہا جائے گا لیکن یہ درست ہے کہ میں نے حامی بھر لی ہے اس لئے اب تمہاری اور میری کھلی جنگ ہو گی۔ تم جو چاہو کر لو۔ نورا بہرحال تمہیں ہلاک کر ہی دے گا"...... نورے نے کہا تو استاد کالو بے اختیار ہنس پڑا۔

" تم دونوں کو معلوم ہی نہیں ہے کہ استاد کالو کون ہے اور کیا کر سکتا ہے۔ میرے نائب بخشو نے مجھے جب یہ سب کچھ بتایا تو مجھے یقین نہ آیا تھا لیکن اب چونکہ بات کھل گئی ہے اس لئے اب ہمارے

اور تمہارے درمیان کھلی جنگ ہو گی اور تم دیکھنا اب تمہارے گروپ کے تمام فقیر کیسے میرے گروپ میں شامل نہیں ہوتے اور نورے ۔ تم بھی سن لو کہ اب تمہاری اور تمہارے گروپ کی موت میرے ہی ہاتھوں ہو گی"...... استاد کالو نے تیز لہجے میں کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

" اگر تم خود چل کر میرے پاس نہ آئے ہوتے استاد کالو تو اب تک تمہاری لاش کسی ویرانے میں پڑی نظر آرہی ہوتی ۔ بہرحال اب تم جا سکتے ہو"...... نورے نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔استاد کالو تیزی سے مڑا اور پھر کمرے سے باہر آکر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا برآمدے میں آگیا ۔ وہاں بخشو اور اس کے دونوں آدمی کھڑے تھے ۔ استاد کالو نے دیکھا کہ وہاں نورے کے بھی چار مسلح آدمی سائیڈ پر موجود تھے۔

" آؤ بخشو ۔ تمہاری بات درست ثابت ہوئی ہے ۔ اب ہماری سردار ہاشو اور نورے اور اس کے گروپ کے درمیان کھلی جنگ ہو گی "۔ استاد کالو نے برآمدے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے تیز لہجے میں کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ بخشو اور اس کے دونوں ساتھی بھی اس کے پیچھے تھے ۔ پھر لوہے کا بھاری دروازہ کھول کر وہ باہر آگئے تو بخشو نے مڑ کر دروازے کا باہر سے کنڈا لگا دیا۔

" تم کار میں جاؤ استاد ۔ میں ان دونوں کے ساتھ ابھی پہنچ جاؤں گا"...... بخشو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں مسلح افراد

کو اشارہ کیا اور تیزی سے دوڑتا ہوا دائیں طرف آگے بڑھتا چلا گیا۔ استاد کالو نے کاندھے اچکائے اور تیزی سے بائیں طرف آگے بڑھ گیا جدھر ایک کھلی جگہ پر ان کی کار موجود تھی ۔اسی لمحے اسے اپنے عقب میں دروازے کو توڑنے کی آواز سنائی دی لیکن وہ تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا لیکن وہ ابھی کچھ فاصلے پر پہنچا تھا کہ اچانک زائیں کی آواز کے ساتھ ایک دھماکہ ہوا اور استاد کالو کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی گرم سلاخ اس کی کمر میں گھستی چلی گئی ہو ۔ وہ اچھل کر منہ کے بل نیچے گرا ہی تھا کہ اس کا ذہن یکلخت تاریک پڑ گیا اور پھر یہ تاریکی جب آہستہ آہستہ روشنی میں تبدیل ہوئی اور اس کی آنکھیں کھلیں تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ایک کمرے میں بیڈ پر پڑا ہوا تھا ۔ اس کے جسم پر سرخ رنگ کا کمبل تھا اور اس کے بیڈ کی سائیڈ میں اسٹینڈ کے ساتھ ایک خون کی بوتل لٹک رہی تھی لیکن یہ بوتل ختم ہو چکی تھی اور اسے اسٹینڈ کے ساتھ ہی باندھ دیا گیا تھا۔ وہ فوراً ہی سمجھ گیا کہ وہ کسی ہسپتال میں ہے ۔ اس نے سر گھمایا اور دوسرے لمحے وہاں دروازے کے قریب موجود اپنے ایک آدمی کو دیکھ کر چونک پڑا۔

" شکورے "...... اس نے آہستہ سے کہا۔

" اوہ استاد ۔ آپ کو ہوش آگیا ۔ مبارک ہو"...... اس آدمی نے کر بیڈ کے قریب آتے ہوئے کہا۔

" یہ کون سی جگہ ہے اور تم یہاں کیسے موجود ہو"...... استاد کالو حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ ایک پرائیوٹ ہسپتال ہے استاد۔ تم نورے کے اڈے سے باہر نکلے تو تمہاری پشت پر گولی ماری گئی اور تم سڑک پر گر گئے۔ پھر لوگوں نے اٹھا کر تمہیں جنرل ہسپتال پہنچایا۔ادھر بخشو اور ہمارے دونوں ساتھیوں نے نورے کے اڈے میں عقبی طرف سے گھس کر فائر کھول دیا تھا اور پھر وہاں ہولناک لڑائی ہو جس میں نورا، اس کے آدمی، بخشو اور ہمارا ایک آدمی ہلاک ہو گیا جبکہ ہمارا دوسرا آدمی زندہ بچ کر باہر آجانے میں کامیاب ہو گیا۔اس نے استاد رحمت کو فون کر کے بتایا تو استاد رحمت آدمی لے کر وہاں پہنچا۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ تمہیں بھی گولی ماری گئی ہے اور تم ہسپتال میں ہو تو استاد رحمت نے تمہیں وہاں سے نکالا اور اس پرائیویٹ ہسپتال میں پہنچا دیا۔ تمہارا آپریشن ہوا اور تم بچ گئے۔اب تمہیں ہوش آگیا ہے۔ اب سب ٹھیک ہے"....... شکورے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"سردار باشو کا کیا ہوا"....... استاد کالو نے پوچھا۔

"وہ بچ کر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہے اس لئے تو تمہیں استاد رحمت نے جنرل ہسپتال سے منگوا لیا تھا"....... شکورے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"استاد رحمت کو پیغام بھیج دو کہ اب سردار باشو کو ہر صورت میں ہلاک کیا جائے"....... استاد کالو نے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد"....... شکورے نے جواب دیا تو استاد کالو نے آنکھیں بند کر لیں۔

رانی بازار خاصا گنجان آباد اور قدیم بازار تھا اس لئے وہاں کار تو ی صورت نہ جا سکتی تھی۔ نعمانی نے کار رانی بازار سے کافی فاصلے روک دی اور پھر وہ تینوں کار سے اتر کر پیدل ہی آگے بڑھتے چلے ئے۔

"اس بار لگتا ہے کہ فورسٹارز پر گردش حاوی ہے"....... چلتے ئے اچانک چوہان نے کہا تو نعمانی اور صدیقی چونک پڑے۔

"گردش حاوی ہے۔ کیا مطلب"....... صدیقی نے چونک کر کہا۔

"ایک سٹار خاور ہسپتال میں پڑا ہے اور اگر نعمانی غیر معمولی ت نہ کرتا تو اس کا بچ جانا خاصا مشکل ہو جاتا۔ ہم دونوں بھی زخمی ں اور اگر نعمانی وقت پر نہ پہنچتا تو اب تک ہم دونوں بھی بجھ چکے تے"....... چوہان نے کہا۔

"خاور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی ہے۔ اس میں میرا کوئی کمال

نہیں ہے ۔ جہاں تک اس مشن کی بات ہے تو اصل میں یہ مشن غیر تربیت یافتہ بدمعاشوں اور غنڈوں کے گرد گھوم رہا ہے اس لئے ہم ان غیر تربیت یافتہ افراد کے ساتھ مقابلہ آزمائی کرنے میں چکرا گئے ہیں"....... چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" بدمعاشوں، غنڈوں اور غیر تربیت یافتہ افراد سے فورسٹارز پہلے بھی مقابلہ کرتے رہے ہیں لیکن وہاں ٹارگٹ واضح ہوتا تھا لیکن اس مشن میں ٹارگٹ واضح نہیں ہے ۔ راگو کے پاس جانے سے پہلے تو ہم مکمل اندھیرے میں تھے ۔ اب کم از کم بڑے استاد کا کلیو تو سامنے ہے اب معاملات تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں"....... صدیقی نے کہا۔

" میرا خیال ہے صدیقی کہ اس سارے مافیا کا سربراہ بھی بڑا استاد ہے"....... چوہان نے کہا۔

" لگتا تو یہی ہے ۔ بہرحال دیکھو"....... صدیقی نے کہا۔

" ہمیں چیف کو رپورٹ دینی چاہیئے"....... نعمانی نے کہا۔

" کیا رپورٹ دیں ۔ ابھی تو کوئی قابل ذکر کام ہی نہیں ہوا"....... صدیقی نے کہا اور اس کے دونوں ساتھیوں نے اثبات میں سرہلا دیئے ۔ تھوڑی دیر بعد وہ رانی بازار میں پہنچ گئے ۔ یہ انتہائی تنگ اور گنجان بازار تھا ۔ یہاں عورتوں کے استعمال کی چیزوں کی دکانیں زیادہ تھیں اس لئے یہاں مردوں سے زیادہ عورتوں کی کثرت تھی لیکن یہ تمام عورتیں متوسط طبقے سے تعلق رکھتی تھیں۔

" آریا بلڈنگ کہاں ہے"....... اچانک صدیقی نے رک کر ایک

دکاندار سے پوچھا۔

" تھوڑا آگے جا کر بائیں ہاتھ پر مڑ جائیں ۔ وہاں آریا بلڈنگ ہے ۔ اس پر لکھا ہوا ہے"....... اس دکاندار نے جواب دیا تو صدیقی نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ آگے بڑھ گئے ۔ تھوڑا سا آگے بڑھنے کے بعد وہ جیسے ہی بائیں ہاتھ مڑے سامنے ایک دو منزلہ قدیم عمارت تھی جس پر پتھر کا ایک بڑا سا کتبہ موجود تھا جس پر موٹے موٹے حروف میں آریا بلڈنگ لکھا ہوا تھا ۔ اس کے نیچے ایک ہوٹل کھلا ہوا تھا جہاں کھانا اور چائے ملتی تھی ۔ ہوٹل میں کافی رش تھا ۔ ایک طرف کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے ایک سفید ریش بزرگ بیٹھے ہوئے تھے ۔ صدیقی کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

" ہمیں بڑے استاد سے ملنا ہے ۔ ہم شام نگر سے آئے ہیں"۔ صدیقی نے کہا تو بزرگ بے اختیار چونک پڑے۔

" بڑے استاد ۔ کون بڑے استاد"....... بزرگ نے چونک کر پوچھا۔

" ان کا نام مارگو ہے"....... صدیقی نے جواب دیا۔

" مارگو ۔ یہاں تو اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہے"....... بزرگ نے جواب دیا۔

" کیا میں ایک فون کر سکتا ہوں"....... صدیقی نے اچانک کہا۔

" اوہ ہاں ۔ ضرور"....... بزرگ نے کاؤنٹر پر پڑا ہوا فون آگے بڑھاتے ہوئے کہا تو صدیقی نے فون پر موجود نمبر کی چٹ دیکھی ۔ وہ

یہ نمبر نہیں تھا جو انکوائری آپریٹر نے بتایا تھا۔ صدیقی نے رسیور اٹھایا اور وہ نمبر پریس کر دیئے جو راگو نے اور پھر انکوائری آپریٹر نے بتایا تھا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

"کون ہے"....... وہی آواز سنائی دی جو اس سے پہلے صدیقی اڈے میں سن چکا تھا۔

"کاشو بول رہا ہوں۔یہاں بڑا استاد ہے"....... صدیقی نے اسی لہجے میں کہا جس لہجے میں اس نے اڈے میں کاشو بن کر بات کی تھی۔

"تم زندہ ہو۔ کہاں سے بات کر رہے ہو"....... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

"میں زخمی ہوں بڑے استاد۔ میں آریا بلڈنگ کے ہوٹل کے فون سے کال کر رہا ہوں۔میں آپ کو خاص باتیں بتانا چاہتا ہوں"۔ صدیقی نے کہا۔

"آریا بلڈنگ۔ تم یہاں کیسے پہنچ گئے۔ کس نے بتایا ہے تمہیں یہاں کا پتہ"....... دوسری طرف سے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"حامد نے بڑے استاد"....... صدیقی نے کہا۔

"اچھا۔ تم اکیلے ہو"....... بڑے استاد نے پوچھا۔

"جی ہاں"....... صدیقی نے جواب دیا۔

"تم وہیں ہوٹل کے کاؤنٹر پر رکو میرا آدمی آکر تمہیں ساتھ لے آئے گا"....... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم

ہو گیا تو صدیقی نے رسیور رکھ دیا۔

"تم دونوں باہر بیٹھو۔ پھر میری نگرانی کرتے ہوئے اندر آجانا"....... صدیقی نے رسیور رکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے واپس مڑ گئے۔

"فون کے کتنے پیسے ہیں بزرگوار"....... صدیقی نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ کوئی ضرورت نہیں"....... بزرگ نے کہا تو صدیقی نے شکریہ ادا کر کے جیب سے ہاتھ باہر نکال لیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک لمبے قد اور قدرے ورزشی جسم کا نوجوان باہر سے ہوٹل میں آیا۔ وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف آیا تھا۔

"کاشو کون ہے"....... اس آدمی نے کہا۔

"میں ہوں"....... صدیقی نے کہا۔

"آؤ میرے ساتھ"....... اس آدمی نے کہا۔

"تمہیں کس نے بھیجا ہے"....... صدیقی نے پوچھا۔

"بڑے استاد نے۔ آؤ"....... اس آدمی نے کہا اور واپس مڑ گیا تو صدیقی بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ ہوٹل سے باہر آکر وہ آگے بڑھ گیا صدیقی اس کے پیچھے تھا۔ بلڈنگ ختم ہونے پر ایک چھوٹی سی گلی تھی جس کا اختتام عقبی گلی میں ہو رہا تھا۔ وہ اس گلی میں سے گزر کر بلڈنگ کے عقب میں پہنچ گئے۔ یہاں دیوار کے نیچے ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جو بند تھا۔ اس آدمی نے آگے بڑھ کر دروازے پر دباؤ ڈالا

تو وہ دروازہ کھل گیا۔

"آؤ"....... اس آدمی نے مڑ کر پیچھے کھڑے صدیقی سے کہا۔

"ہاں چلو"....... صدیقی نے کہا تو اس آدمی کے اندر داخل ہونے پر اس نے مخصوص انداز میں سر جھٹکا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ آدمی دروازہ بند کئے بغیر آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ صدیقی اس کے پیچھے تھا اور پھر وہ دونوں ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اس میں ایک میز اور اس کے گرد کرسیاں موجود تھیں۔

"بیٹھو۔ بڑے استاد آ رہے ہیں"....... اس آدمی نے کہا تو صدیقی کے ذہن میں چونکہ راگو کے آفس میں چھت سے سرخ شعاعوں والا واقعہ موجود تھا اس لئے اس نے کرسی پر بیٹھنے سے پہلے چھت کو دیکھا لیکن چھت صاف اور سپاٹ تھی اس لئے وہ اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا لیکن جیسے ہی وہ کرسی پر بیٹھا اچانک اس کے سر پر دھماکہ سا ہوا اور وہ بے اختیار آگے موجود میز پر جا گرا۔ اس نے سنبھلنے کی بے حد کوشش کی لیکن اس کے سر پر دوسرا دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی اس کے حواس یکلخت جواب دے گئے۔ اسے آخری احساس یہی ہوا تھا کہ اس بار اس کا ہوش میں آنا ناممکن ہے لیکن پھر جس طرح گھپ اندھیرے میں جگنو چمکتا ہے اس طرح اس کے ذہن میں بھی جگنو سے چمکنے لگے اور پھر آہستہ آہستہ روشنی پھیلتی چلی گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی جیسے ہی آنکھیں کھلیں اس کے سر میں درد کی تیز لہریں سی دوڑنے لگ گئیں۔ یہ درد اس قدر تیز تھا کہ اس کے منہ

سے بے اختیار کراہ سی نکل گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے محسوس کر لیا کہ وہ لوہے کی کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے جسم کو رسی کی مدد سے کرسی سے باندھا گیا ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ بھی عقب میں کر کے باندھ دیئے گئے تھے۔ یہ ایک بے رنگ سا کمرہ تھا جس کی دیواریں سیلن زدہ تھیں۔ چھت بھی انتہائی پرانی تھی۔ کمرے میں ایک ٹیوب لائٹ جل رہی تھی۔ اس نے نظریں گھمائیں تو بے اختیار چونک پڑا کیونکہ اس کے ساتھ ہی دوسری کرسیوں پر چوہان اور نعمانی بھی اسی طرح رسیوں سے بندھے بیٹھے تھے اور ان دونوں کی گردنیں ڈھلکی ہوئی تھیں۔

"اگر فور سٹارز اسی طرح بدمعاشوں کے قابو آتے رہے تو فور سٹارز کو ختم کرنا پڑے گا"....... صدیقی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے جسم میں یکلخت توانائی کی لہر سی دوڑ گئی۔

"نہیں۔ فور سٹارز اس قدر آسانی سے ختم نہیں ہو سکتے"۔ اس نے خود ہی اپنے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس کی انگلیاں تیزی سے حرکت میں آ گئیں۔ اس کے اندر جیسے یکلخت جذبے کی تیز لہر سی دوڑتی چلی گئی۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ اپنے عقب میں بندھے ہوئے دونوں ہاتھ آزاد کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن اسے باندھنے والوں نے اس کے جسم کے گرد رسیاں اس انداز میں باندھی تھیں کہ اس کے دونوں ہاتھ آزاد ہونے کے باوجود حرکت نہ کر سکتے تھے لیکن ظاہر ہے وہ اب خاموش رہ کر اپنے آپ کو دشمنوں

کے رحم و کرم پر تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔اس نے دونوں ہاتھوں کو پورا
زور لگا کر سائیڈوں پر کیا اور پھر ایک کوشش کے دوران اچانک اس
کا ہاتھ ایک گانٹھ سے ٹکرا گیا۔یہ گانٹھ دائیں طرف تھی۔اس نے
فوری طور پر انگلیوں کی مدد سے گانٹھ کو چیک کرنا شروع کر دیا اور
جلد ہی اسے معلوم ہو گیا کہ گانٹھ بالکل اناڑیوں کے انداز میں
باندھی گئی ہے۔چنانچہ چند لمحوں بعد گانٹھ کھل گئی اور اس کے ساتھ
ہی اس کے جسم کے گرد بندھی ہوئی رسیاں یکلخت ڈھیلی پڑ گئیں تو
اس نے اس بار آسانی سے دونوں بازو باہر نکال لئے اور ظاہر ہے اس
کے بعد رسیاں کھولنا اس کے لئے انتہائی آسان تھا۔اس کے ساتھی
ویسے ہی بے ہوش پڑے تھے جبکہ صدیقی نہ صرف خود ہی ہوش میں آ
گیا تھا بلکہ اس نے رسیاں بھی کھول لی تھیں اور اس دوران اس
کمرے میں کوئی آیا بھی نہ تھا۔وہ تیزی سے اٹھا اور اس کے ساتھ ہی
اس کے دماغ میں جیسے درد کی تیز لہریں سی دوڑتی چلی گئی۔اس نے
بے اختیار سر پر ہاتھ رکھا تو اسے ہلکی سی چپچپاہٹ سی محسوس ہوئی۔
اس نے ہاتھ اٹھا کر آنکھوں کے سامنے کیا تو ہاتھ پر خون کی سرخی
موجود تھی اور وہ سمجھ گیا کہ اس کے سر پر ضربیں لگا کر اسے بے ہوش
کیا گیا تھا اس لئے وہ خود ہی ہوش میں آ گیا جبکہ چوہان اور نعمانی
دونوں کے سروں پر اسے ایسے کوئی آثار نظر نہ آ رہے تھے اس لئے اس
نے یہی نتیجہ نکالا کہ ان دونوں کو گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے اس
لئے وہ ہوش میں نہیں آ رہے۔رسیوں سے آزاد ہوتے ہی صدیقی اٹھا

اور سب سے پہلے اس نے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے لیکن جیبیں تو
خالی تھیں حتیٰ کہ اندرونی جیب میں موجود خنجر بھی موجود نہ تھا۔
صدیقی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔اس نے دروازے کو دھکیلا تو
دروازہ کھلتا چلا گیا اور صدیقی نے بڑے محتاط انداز میں باہر جھانکا۔
باہر ایک راہداری تھی لیکن وہ خالی تھی۔وہ راہداری میں آ گیا اور پھر
تھوڑی دیر بعد وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ اس آریا بلڈنگ کی
بجائے ایک چھوٹے سے مکان میں موجود تھا۔مکان بالکل خالی تھا
اور وہاں کوئی آدمی تو ایک طرف مکان میں نہ کوئی فرنیچر تھا اور نہ ہی
کوئی ایسی چیز جس سے معلوم ہوتا کہ یہاں کوئی رہتا ہے۔

"یہ سب کیا ہے۔یہ بڑے استاد نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو
یہاں کیوں پہنچایا ہے"....... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور
واپس مڑا۔ابھی وہ ایک کمرے کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ کمرے
میں موجود فون کی گھنٹی بج اٹھی۔اس نے دروازہ کھولا اور کمرے میں
داخل ہو گیا۔گھنٹی کی آواز ایک بند الماری سے آ رہی تھی۔اس نے
الماری کھولی تو اندر ایک فون موجود تھا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور
اٹھا لیا۔

"یس"....... صدیقی نے کہا۔

"بڑا استاد بول رہا ہوں مسٹر۔جو بھی تمہارا نام ہو گا میں تمہیں
مسٹر اے کے نام سے پکاروں گا۔تم نے ہوش میں آنے کے بعد
رسیاں کھولنے کے لئے جو جدوجہد کی ہے اس کا مجھے علم ہے اور اس

وقت بھی میں ایک سکرین پر تمہیں دیکھ رہا ہوں ۔ مجھے معلوم ہے
کہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا تعلق سرکاری ادارے سے ہے ۔
میں چاہتا تو تم تینوں کو بے ہوشی کے دوران ہی ہلاک کرا دیتا لیکن
میں سرکاری آدمیوں کے خلاف کارروائی کا قائل نہیں ہوں اس لئے
میں نے تمہیں ہلاک نہیں کرایا اور تمہارے رسیاں کھولنے میں بھی
کوئی مداخلت نہیں کی ۔ تم اپنے ساتھیوں سمیت یہاں سے زندہ
سلامت واپس جا سکتے ہو ۔ آریا بلڈنگ اب ہمیشہ کے لئے خالی کر دی
گئی ہے ۔ مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ تم لوگوں نے راگو اور اڈے پر
موجود تمام افراد کو ہلاک کر دیا ہے لیکن کیا تم بتاؤ گے کہ تم
ہمارے پیچھے کیوں لگ گئے ہو“....... دوسری طرف سے بڑے استاد
نے بڑے تحمل سے لہجے میں کہا۔

” تمہارا نام مارگو ہے اس لئے میں تمہیں مارگو ہی کہوں گا ۔ تم
لوگوں نے ملک میں جو بھکاری مافیا بنا رکھا ہے اور جس طرح تم
غریبوں کے بچے اور لڑکیاں اغوا کر کے ان سے بھیک منگواتے ہو
اور جس طرح انہیں اپاہج اور معذور بنا کر ان کی بھیک کھاتے ہو
ہم اس سارے سیٹ اپ کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں ۔ تمہارے آدمی
سردار ہاشو نے ہمارے آدمیوں پر قاتلانہ حملے کرائے ۔ یہ ٹھیک ہے
کہ تم ہمیں بے ہوش کر دینے میں کامیاب ہو گئے لیکن اگر ہم ہلاک
بھی ہو جاتے تب بھی اس سے کوئی فرق نہ پڑتا ۔ ہمارے اور ساتھی
تمہارے خلاف کام شروع کر دیتے ۔ ہم نے بہرحال اس معاشرتی

ناسور کا مکمل طور پر خاتمہ کرنا ہے“....... صدیقی نے کہا۔

” ٹھیک ہے ۔ یہ تمہارے خیالات ہیں ۔ تم جو چاہو سوچو اور جو
چاہو کرو لیکن یہ موقع تمہارے لئے آخری ہو گا ۔ اس کے بعد بھی تم
نے یا تمہارے ساتھیوں نے ہمارے خلاف کوئی کارروائی کی تو پھر
پوری دنیا میں تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے لئے کوئی جائے
پناہ نہ ہو گی ۔ البتہ اس مہربانی کے عوض کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ
تمہیں آریا بلڈنگ کے بارے میں کس نے بتایا ہے کیونکہ اس
بارے میں میری ذات کے علاوہ اور کسی کو علم نہیں تھا“....... مارگو
نے کہا۔

” میں نے اڈے پر کاشو بن کر تم سے بات کی تھی ۔ پھر میں نے
فون ایکس چینج سے معلوم کر لیا کہ تم کس فون نمبر سے بات کر
رہے ہو اور یہ فون نمبر کہاں نصب ہے ۔ اس طرح آریا بلڈنگ
سامنے آ گئی تھی“....... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

” اوہ اچھا ۔ ٹھیک ہے ۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی نے غداری
نہیں کی ۔ بہرحال اب ہمیشہ کے لئے اجازت“....... بڑے استاد نے
کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صدیقی بے اختیار اچھل پڑا
اس کے ذہن میں بڑے استاد کے آخری الفاظ ہمیشہ کے لئے اجازت
گونج رہ تھے ۔ وہ اس کمرے سے نکل کر دوڑتا ہوا اس کمرے کی طرف
بڑھ گیا جہاں نعمانی اور چوہان کرسیوں میں جکڑے ہوئے موجود تھے
اور پھر جیسے ہی وہ اس کمرے میں داخل ہوا اچانک ایک خوفناک

گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہی صدیقی اچھل کر منہ کے بل فرش پر جا گرا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے لاکھوں ٹن ملبہ اس کے اوپر آگرا ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن اس کا ساتھ چھوڑ گیا۔ اس آخری لمحے اس کے ذہن میں بڑے استاد کے وہ الفاظ گھوم گئے ہمیشہ کے لئے اجازت اور اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن شاید ہمیشہ کے لئے تاریک پڑ گیا تھا۔

بڑا استاد ایک کمرے میں بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے چوڑے چہرے پر مختلف رنگ آ رہے تھے۔ اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

"کیا ہوا"....... بڑے استاد نے چونک کر پوچھا۔

"حکم کی تعمیل ہو گئی ہے بڑے استاد"....... آنے والے نے کہا۔

"کیا پوزیشن ہے ان کی"....... بڑے استاد نے چونک کر پوچھا۔

"تینوں بے ہوش ہیں اور آپ کے حکم کے مطابق انہیں رسیوں سے جکڑ دیا گیا ہے"....... آنے والے نے کہا۔

"ان کی تلاشی لی تھی"....... بڑے استاد نے پوچھا۔

"ہاں بڑے استاد۔ ان کی جیبوں سے مشین پسٹلز اور خنجر نکلے ہیں"....... آنے والے نے کہا۔

"کسی ادارے کا کارڈ"...... بڑے استاد نے پوچھا۔

"نہیں بڑے استاد۔ ایسا کوئی کارڈ نہیں نکلا"...... آنے والے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"واگا ہاؤس کی مشینری آن کر دی ہے یا نہیں"...... بڑے استاد نے پوچھا۔

"آن کر دی ہے بڑے استاد"...... آنے والے نوجوان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اب جا کر مشین کے سامنے بیٹھ جاؤ اور جب ان میں سے کوئی ہوش میں آئے تو مجھے بلوا لینا"...... بڑے استاد نے کہا۔

"حکم کی تعمیل ہو گی بڑے استاد"...... نوجوان نے کہا اور مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا تو بڑا استاد ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر اب ہلکا سا کھچاؤ موجود تھا۔

"یہ لوگ کون ہو سکتے ہیں جو آریا بلڈنگ تک بھی پہنچ گئے"۔ بڑے استاد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن ظاہر ہے وہاں کوئی موجود ہوتا تو اس کی بات کا جواب دیتا۔

"دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے"...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بڑے استاد نے ایک بار پھر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اسی لمحے سامنے موجود میز پر رکھے ہوئے فون کی کرخت گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... بڑے استاد نے کہا۔

"میں ابراہیم بول رہا ہوں بڑے استاد۔ میں نے پہلے بھی آپ کے مین آفس فون کیا تھا۔ وہاں سے مجھے بتایا گیا کہ آپ یہاں ہیں اس لئے میں نے یہاں فون کیا ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا ہوا۔ کوئی خاص بات جو تم نے فون کیا ہے"...... بڑے استاد نے کہا کیونکہ ابراہیم اس کا نمبر ٹو تھا اور بڑے استاد کے تمام قانونی اور غیر قانونی کاموں کا انچارج۔ ابراہیم اپنے تمام معاملات میں خود مختار تھا اور وہ اپنی مرضی سے فیصلے کرتا تھا۔ بڑے استاد کو فون وہ اس وقت کرتا تھا جب معاملہ اس کی گرفت سے نکل جاتا تھا یا وہ اس مسئلے کو کسی صورت بھی حل نہ کر سکتا تھا اس لئے اس کے فون آنے پر بڑے استاد نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔

"ہاں بڑے استاد۔ بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ سردار ہاشو اور استاد کالو میں براہ راست جنگ شروع ہو چکی ہے"...... ابراہیم نے کہا تو بڑا استاد بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا مطلب۔ کیسی جنگ اور کیوں"...... بڑے استاد نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ اس کے لئے واقعی یہ خبر انتہائی دھماکہ خیز تھی۔

"میرے مخبروں نے جو اطلاع دی ہے اس کے مطابق سردار ہاشو نے استاد کالو کو ہلاک کرانے کے لئے نورے قاتل کی خدمات حاصل

کیں۔وہ نورے کے اڈے میں موجود تھا کہ استاد کالو کے نائب بخشو کو اطلاع مل گئی۔اس نے استاد کالو کو بتایا تو استاد کالو بخشو اور دو مسلح افراد کو لے کر کار میں نورے قاتل کے اڈے پر پہنچ گیا۔وہاں ان دونوں کے درمیان تو تکار ہوئی اور پھر استاد کالو واپس آ گیا اور وہ اپنی کار کی طرف جا رہا تھا کہ نورے کے آدمیوں نے اپنے اڈے کی دوسری منزل سے اس کی پشت پر گولی چلا دی اور وہ سڑک پر گر گیا۔اس دوران اس کے نائب بخشو اور اس کے دو ساتھیوں نے عقبی طرف سے اڈے پر حملہ کر دیا اور راکٹ فائر کئے۔نورے کے ساتھی بھی ہوشیار تھے اس لئے خوفناک جنگ ہوئی۔اس جنگ میں نورا اور اس کے ساتھی ہلاک ہو گئے۔اس کا اڈا مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔بخشو اور اس کا ایک ساتھی مارا گیا اور دوسرا ساتھی زخمی ہونے کے باوجود بچ نکلا۔سردار ہاشو بھی صحیح سلامت نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔ادھر استاد کالو کو لوگوں نے جنرل ہسپتال پہنچایا۔استاد کالو کے دوسرے نائب استاد رحمت کو جب ساری بات کا علم ہوا تو اس نے استاد کالو کو جنرل ہسپتال سے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں منتقل کرا دیا اور خود اس نے سردار ہاشو کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔پھر دو کام ایک ہی وقت میں ہوئے۔سردار ہاشو کے آدمی استاد کالو کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔وہ ہر قیمت پر استاد کالو کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے۔ادھر استاد رحمت سردار ہاشو کو تلاش کرتا پھر رہا تھا اور دو کام یوں ہوئے کہ استاد رحمت کے آدمیوں نے سردار ہاشو کو تلاش کر لیا۔وہ

پہاڑی ماڑی والے اڈے پر موجود تھا جبکہ سردار ہاشو کے آدمیوں نے استاد کالو کو تلاش کر لیا۔اس کے بعد استاد رحمت کے آدمیوں نے پہاڑی ماڑی والے اڈے پر حملہ کر دیا۔وہاں خوفناک لڑائی ہوئی اور اس لڑائی کے نتیجے میں نہ صرف اڈا تباہ ہو گیا بلکہ سردار ہاشو، اس کے چار ساتھی، استاد رحمت اور اس کے چھ ساتھی ہلاک ہو گئے ہیں۔ادھر سردار ہاشو کے آدمیوں نے ہسپتال پر حملہ کر دیا۔وہاں بھی خوفناک لڑائی ہوئی اور اس لڑائی کے نتیجے میں استاد کالو اور اس کے پانچ ساتھی اور سردار ہاشو کے چھ ساتھی ہلاک ہو گئے ہیں"۔ابراہیم نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"یہ سب بہت برا ہوا ہے۔احمق آپس میں ہی لڑ پڑے"۔بڑے استاد نے کہا۔

"ایسا ہونا ہی تھا بڑے استاد۔اصل میں یہ ساری آگ استاد کالو کے نائب بخشو کی لگائی ہوئی تھی۔وہ انتہائی چالاک، عیار اور تیز آدمی تھا۔بہرحال اب یہ سب لوگ ختم ہو گئے ہیں اور بھکاریوں کے دونوں گروپ اب بغیر سردار اور استاد کے ہیں۔میں نے فوری طور پر دونوں گروپوں کا چارج سنبھال لیا ہے اور میرے آدمی دونوں گروپوں کو کور کر رہے ہیں لیکن اب ان کے بارے میں مستقل فیصلہ آپ نے کرنا ہے"....... ابراہیم نے کہا۔

"دونوں گروپوں میں کتنے بھکاری ہیں"....... بڑے استاد نے پوچھا۔

" صحیح تعداد کا تو مجھے علم نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ایک ہزار سے زائد لوگ ہیں "....... ابراہیم نے جواب دیا۔

" سنو ابراہیم ۔ان بھکاریوں کی وجہ سے سرکاری ادارے ہمارے پیچھے پڑ چکے ہیں ۔ شاید وہاں تک ان کی کمائی کی خبر پہنچ گئی ہے اور چونکہ سردار ہاشو اور استاد کالو انہیں حصہ نہ دیتے تھے اس لئے وہ ہمارے خلاف حرکت میں آگئے ہیں ۔اب دو صورتیں ہیں ۔ایک تو یہ کہ ان تمام بھکاریوں کو دوسرے شہروں میں بھجوا دیا جائے ۔ بعد میں جب حالات درست ہوں گے تب انہیں واپس بلایا جائے گا لیکن اس دوران انتہائی قیمتی کمائی کے اڈے خالی ہو جائیں گے اور اگر کوئی اور گروپ سامنے آگیا اور اس نے ان اڈوں پر قبضہ کر لیا تو ہمارے لئے واپسی بڑی مشکل ہو جائے گا ۔دوسری صورت یہ ہے کہ سرکاری ادارے کے سربراہ کو ان بھکاریوں کی کمائی سے حصہ دیا جائے ۔ تم کیا کہتے ہو "....... بڑے استاد نے کہا۔

" بڑے استاد ۔ سردار ہاشو نے دو آدمیوں پر حملہ کرایا تھا ۔ایک کا نام ٹائیگر ہے اور دوسرے کا نام علی عمران ۔ اور سردار ہاشو نہیں جانتا تھا لیکن میں جانتا ہوں کہ ان دونوں کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے اور ہمارے خلاف یہی ادارہ کام کر رہا ہے ۔اسے رشوت نہیں دی جا سکتی ۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس ادارے کے ارکان کا سراغ لگا کر ان کا خاتمہ کرا دیا جائے جس طرح ٹائیگر اور عمران کا خاتمہ کیا گیا ہے ۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آریا بلڈنگ میں بھی یہ لوگ پہنچ گئے تھے

اور آپ نے انہیں بے ہوش کرا کر واگا ہاؤس میں پہنچا دیا ہے ۔آپ ایسا کریں کہ ان تینوں کا فوری خاتمہ کرا دیں ۔اس کے بعد جو بھی سامنے آئے گا اس کا خاتمہ میں کرا دوں گا ۔ جلد ہی یہ لوگ ہمارا پیچھا چھوڑ جائیں گے ورنہ ہماری روزانہ کی لاکھوں کی کمائی ختم ہو جائے گی اور بھکاریوں کے گروپوں پر بھی دوسرے لوگ قبضہ کر لیں گے انکم سمیت "....... ابراہیم نے کہا۔

" ٹھیک ہے ۔ پھر دونوں گروپوں کو بھی تم ہی سنبھالو ۔ سردار ہاشو اور استاد کالو کو جو حصہ ملتا تھا وہ اب اکیلے تمہیں ملے گا ۔کیا تم انہیں سنبھال لو گے "....... بڑے استاد نے کہا۔

" ہاں بڑے استاد ۔ آپ بے فکر رہیں ۔ اس طرح آپس کی لڑائیاں ختم ہونے پر کمائی بھی بڑھ جائے گی "....... ابراہیم نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

" خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا کہ کوئی سرکاری ادارہ ان کے احاطوں پر ریڈ نہ کرے "....... بڑے استاد نے کہا۔

" میں فوری طور پر ان سب کے احاطے بدل دیتا ہوں "۔ابراہیم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" یہ سرکاری معاملات عارضی ہیں ۔جلد ہی ان کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا ۔ بے فکر رہو "....... بڑے استاد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا ۔اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

" بڑے استاد ۔ کاجو نے آپ کو بلایا ہے"....... نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" اوہ اچھا ۔ میں آ رہا ہوں"....... بڑے استاد نے کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا ۔ آنے والا نوجوان ایک طرف ہٹ گیا تو بڑا استاد تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا ۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوا تو ایک بڑی سی مشین کے سامنے بیٹھا ہوا نوجوان جس نے پہلے آکر اطلاع دی تھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔ مشین کی بڑی سی سکرین پر ایک کمرے کا منظر نظر آ رہا تھا جس میں لوہے کی کرسیوں پر تین افراد موجود تھے جن میں سے دو تو بے ہوش تھے جبکہ ایک آدمی ہوش میں تھا ۔ بڑا استاد مشین کے سامنے رکھی ہوئی دوسری کرسی پر بیٹھ گیا ۔ اس کے بیٹھنے کے بعد وہ نوجوان جس کا نام کاجو تھا کرسی پر بیٹھ گیا۔

" یہ کیا کر رہا ہے"....... بڑے استاد نے کہا۔

" جناب ۔ یہ ہاتھ کھولنے کی کوشش کر رہا ہے ۔ اس کے بازوؤں کی حرکت بتا رہی ہے کہ یہ کوشش میں لگا ہوا ہے"....... کاجو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو بڑے استاد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

" بڑے استاد ۔ یہ لوگ کون ہیں"....... کاجو نے پوچھا۔

"یہی بات معلوم کرنے کے لئے تو میں نے انہیں آریا بلڈنگ سے نکال کر واگا ہاؤس پہنچایا ہے ۔ یہ جیسے ہی ہوش میں آئیں گے ظاہر ہے آپس میں باتیں کریں گے اس طرح ہمیں ان کے بارے

میں حقیقت کا علم ہو جائے گا ورنہ یہ تربیت یافتہ لوگوں کا بے شک ریشہ ریشہ کاٹ دو یہ اصل بات نہیں بتائیں گے"....... بڑے استاد نے جواب دیا۔

" یہ آدمی جو ہوش میں ہے اس کے سر پر ضرب لگا کر اسے بے ہوش کیا گیا تھا لیکن یہ دونوں آدمی تو گیس سے بے ہوش کئے گئے ہیں انہیں تو اس وقت تک ہوش نہیں آسکتا جب تک انہیں گیس نہ سونگھائی جائے"....... کاجو نے کہا۔

" ہاں ۔ تمہاری بات درست ہے ۔ مجھے تو اس کا خیال ہی نہ آیا تھا ۔ بہر حال دیکھو کیا ہوتا ہے"....... بڑے استاد نے کہا تو کاجو نے اثبات میں سر ہلا دیا ۔ تھوڑی دیر بعد اس آدمی نے جو ہوش میں تھا اپنے دونوں بازوؤں کو حرکت دینا شروع کر دی۔

" اوہ ۔ بڑے استاد ۔ یہ واقعی بڑے تربیت یافتہ لوگ ہیں ۔ اس نے اپنے ہاتھ کھول لئے ہیں"....... کاجو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" ہاں ۔ اور دیکھو اب یہ اپنی انگلیوں کی مدد سے سائیڈ پر موجود رسی کی گانٹھ کھول رہا ہے"....... بڑے استاد نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد جب سائیڈ کی گانٹھ کھل جانے اور رسیاں ڈھیلی پڑ جانے کے بعد اس آدمی نے اپنے دونوں بازو رسیوں سے باہر نکالے تو کاجو کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگ گئیں لیکن بڑا استاد خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

" یہ کچھ بڑبڑا رہا ہے"....... بڑے استاد نے کہا۔

"ہاں بڑے استاد۔ لیکن آواز ہمیں سنائی نہیں دے سکتی"۔ کاجو نے جواب دیا۔ وہ آدمی رسیاں کھول کر اٹھا اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"اسے ساتھ ساتھ چیک کرتے رہو"....... بڑے استاد نے کاجو سے کہا تو کاجو نے ہاتھ بڑھا کر مشین کا ایک بٹن پریس کر دیا جبکہ بڑے استاد نے سامنے رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا۔ اس کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر یہ منظر اس آدمی کی حرکت کے ساتھ ساتھ بدل رہا تھا۔ یہ آدمی واگا ہاؤس میں گھومتا پھر رہا تھا اور پھر مکان کو خالی دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ جب گھومتا ہوا واپس مڑنے لگا تو بڑے استاد نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ پھر دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ اس وقت یہ آدمی ایک کمرے کے قریب سے گزر رہا تھا۔ وہ یکلخت چونکا اور اس نے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ اندر داخل ہو کر وہ ایک الماری کی طرف بڑھا اور پھر اس نے الماری کے پٹ کھول دیئے۔ الماری میں ایک فون موجود تھا۔ اس آدمی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"....... فون کے رسیور سے اس آدمی کی آواز سنائی دی۔

"بڑا استاد بول رہا ہوں مسٹر۔ جو بھی تمہارا نام ہو گا میں تمہیں مسٹر اے کے نام سے پکاروں گا۔ تم نے ہوش میں آنے کے بعد رسیاں کھولنے کے لئے جو جدوجہد کی ہے اس کا مجھے علم ہے اور اس

وقت بھی میں تمہیں ایک سکرین پر دیکھ رہا ہوں"....... بڑے استاد نے بڑے کھلے انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔ کاجو خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ پھر جیسے جیسے بات چیت آگے بڑھتی گئی کاجو کے چہرے پر حیرت کے تاثرات پھیلتے چلے گئے کیونکہ اس آدمی کو بڑے استاد کا اصل نام بھی معلوم تھا لیکن بڑے استاد کے چہرے پر حیرت کے تاثرات موجود نہ تھے۔ بڑے استاد نے اس سے پوچھا کہ اسے آریا بلڈنگ کے بارے میں کس نے بتایا ہے اور جب اس آدمی نے جواب میں بتایا کہ اس نے انکوائری سے فون نمبر کے ذریعے آریا بلڈنگ کا پتہ چلایا ہے تو بڑے استاد کا چہرہ یکلخت کھل اٹھا۔

"اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی نے غداری نہیں کی۔ بہرحال اب ہمیشہ کے لئے اجازت"....... بڑے استاد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

"واگا ہاؤس کو بلاسٹ کر دو"....... بڑے استاد نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کاجو سے کہا۔

"اچھا بڑے استاد"....... کاجو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مشین کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا جبکہ وہ آدمی فون والے کمرے سے نکل کر دوڑتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا جہاں اس کے ساتھی موجود تھے اور پھر جیسے ہی وہ آدمی اس کمرے میں داخل ہوا کاجو نے ایک بڑا سا ہنڈل کھینچا اور اس کے ساتھ ہی سکرین پر یکلخت دھند سی چھا گئی اور پھر چند ہی لمحوں میں یہ دھند ختم ہو گئی۔ اب

سکرین سپاٹ تھی۔

"واگا ہاؤس مکمل طور پر تباہ ہو گیا ہے بڑے استاد"....... کاجو نے کہا تو بڑے استاد نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

"یہ تو ختم ہوئے۔ اب جو اور آئیں گے ان سے بھی نمٹ لوں گا"....... بڑے استاد نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بڑے استاد۔ ان تینوں کو ویسے بھی تو گولیوں سے اڑایا جا سکتا تھا"....... کاجو نے اٹھ کر جھجکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ لیکن میں انہیں ہوش میں لا کر ان سے اصل حالات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ خاص طور پر یہ بات کہ انہیں آریا بلڈنگ کے بارے میں کس نے بتایا ہے۔ یہ ایسی بات تھی جس کا معلوم کرنا انتہائی ضروری تھا اور تم نے دیکھا کہ اگر ہمارا کوئی آدمی وہاں ہوتا تو یہ لامحالہ اسے مار گراتے اور جہاں تک واگا ہاؤس کا تعلق ہے تو اس کی تباہی سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ چیف ایسے کئی اور واگا ہاؤس تیار کرا چکا ہے"....... بڑے استاد نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے پہلے والے کمرے میں پہنچ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کرسی پر بیٹھنے سے پہلے الماری سے شراب کی ایک بڑی بوتل نکالی اور ساتھ پڑا ہوا گلاس اٹھا کر اس نے دونوں کو میز پر رکھا اور پھر کرسی پر بیٹھ کر اس نے شراب کو گلاس میں ڈالا اور پھر چسکیاں لے لے کر پینا شروع کر دی۔ ابھی نصف گلاس ہی اس نے پیا تھا کہ بے اختیار ایک خیال اس کے ذہن میں ابھرا اور وہ چونک پڑا۔ اس نے گلاس

میز پر رکھا اور رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"یاور بول رہا ہوں" رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"بڑا استاد بول رہا ہوں"....... بڑے استاد نے کہا۔

"اوہ جناب۔ حکم فرمائیں"....... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

"واگا ہاؤس تمہارے ہوٹل کے قریب ہے۔ دیکھا ہوا ہے تم نے اسے"....... بڑے استاد نے کہا۔

"بالکل جناب۔ دیکھا ہوا ہے"....... یاور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔

"میں نے اسے بلاسٹ کرایا ہے۔ تم وہاں جاؤ اور صورت حال دیکھ کر مجھے رپورٹ دو۔ وہاں تین آدمی موجود تھے۔ تم نے خاص طور پر یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ تینوں ہلاک ہوئے ہیں یا نہیں"۔ بڑے استاد نے کہا۔

"جی اچھا۔ آپ کس نمبر پر ہیں جناب"....... یاور نے پوچھا تو بڑے استاد نے نمبر بتا کر رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر گلاس اٹھا کر شراب کی چسکیاں لینا شروع کر دیں۔ گو اسے سو فیصد یقین تھا کہ یہ تینوں سرکاری آدمی ہلاک ہو گئے ہوں گے لیکن اس کے باوجود اسے خیال آیا تھا کہ اسے تسلی کر لینی چاہئے اس لئے اس نے یاور کو فون کر کے رپورٹ دینے کو کہا تھا اور پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد فون

کی گھنٹی بج اٹھی تو بڑے استاد نے رسیور اٹھا لیا۔

"بڑا استاد بول رہا ہوں"....... بڑے استاد نے کہا۔

"یاور بول رہا ہوں جناب"....... دوسری طرف سے یاور کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ہاں ۔ کیا رپورٹ ہے"....... بڑے استاد نے پوچھا۔

"جناب ۔ واگا ہاؤس مکمل طور پر تباہ ہو گیا ہے ۔ البتہ وہاں کے ایک کمرے سے تین آدمی انتہائی زخمی حالت میں ملے ہیں"....... یاور نے کہا تو بڑا استاد بے اختیار چونک پڑا ۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"زخمی ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے"....... بڑے استاد نے کہا۔

"جناب ۔ مجھے یہی بتایا گیا ہے کہ وہ شدید زخمی تھے ۔ مجھ سے پہلے پولیس انہیں ایمبولینس میں ڈال کر جنرل ہسپتال بھجوا چکی تھی اس لئے میں نے خود تو انہیں دیکھا نہیں البتہ بتایا یہی گیا ہے کہ وہ تینوں انتہائی زخمی حالت میں تھے اور شاید ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں ہلاک ہو جائیں"....... یاور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ ۔ ٹھیک ہے"....... بڑے استاد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

"انکوائری پلیز"....... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"جنرل ہسپتال کے شعبہ حادثات کا نمبر بتائیں"....... بڑے استاد نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا ۔ بڑے استاد نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"شعبہ حادثات جنرل ہسپتال"....... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ایک مکان کے تباہ ہونے سے تین زخمی ہسپتال لائے گئے ہیں ان کی کیا پوزیشن ہے"....... بڑے استاد نے کہا۔

"یہ مکان کہاں تباہ ہوا ہے"....... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"کناری محلے میں"....... بڑے استاد نے جواب دیا۔

"اس کے تمام زخمی وفات پا گئے ہیں"....... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"کیا تینوں"....... بڑے استاد نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں تینوں"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو بڑے استاد نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا ۔ اس کے چہرے پر کامیابی کے تاثرات نمایاں تھے ۔ اس کا تجربہ تھا کہ سرکاری لوگ موت سے بے حد ڈرتے ہیں اس لئے جب ان تینوں کی موت کا علم باقی لوگوں کو ہو گا تو پھر وہ ان کے خلاف عملی کام کرنے پر آمادہ ہی نہ ہوں گے اور کاغذی کارروائیاں تو بہرحال ہوتی ہی رہتی ہیں۔

عمران کو نہ صرف ہوش میں لایا گیا تھا بلکہ اب وہ کافی حد تک صحت مند بھی ہو چکا تھا۔ اس وقت وہ بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے ہوش میں آئے تقریباً دو گھنٹے ہو گئے تھے اور ہوش میں آتے ہی اس نے ڈاکٹر صدیقی کو بلوایا تھا لیکن اسے بتایا گیا کہ ڈاکٹر صدیقی آپریشن روم میں مصروف ہیں تو وہ خاموش ہو گیا۔ اب وہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اسے ایک ہفتے بعد ہوش میں لایا گیا تھا۔ اس نے ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹروں سے ٹائیگر کے بارے میں پوچھا تو اسے صرف اتنا بتایا گیا کہ ٹائیگر بچ گیا ہے لیکن ابھی ہسپتال میں ہے تو اس نے اطمینان کا طویل سانس لیا کیونکہ ٹائیگر کے بارے میں اطلاع پر ہی وہ فلیٹ سے نیچے اترا تھا اور گیراج سے کار نکالنے کے لئے مڑ رہا تھا کہ اس کی پشت میں گرم سلاخیں اترتی چلی گئیں اور اس کے بعد اسے اب ہوش آیا تھا۔ وہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ نجانے صدیقی اور اس کے ساتھیوں

نے اب تک اس بھکاری مافیا کے بارے میں کیا کیا ہے۔ ایک بار تو اسے خیال آیا کہ فون منگوا کر وہ بلیک زیرو سے رپورٹ لے لیکن پھر اس نے یہ خیال اس لئے بدل دیا کہ بلیک زیرو کو تو اس بھکاری مافیا کے بارے میں تفصیل کا علم ہی نہیں ہے اور لامحالہ صدیقی اور اس کے ساتھی اپنے طور پر یہ سب کام کر رہے ہوں گے اس لئے اس نے سوچا کہ پہلے ڈاکٹر صدیقی سے مل کر اپنی اور ٹائیگر کی ہسپتال سے رخصتی کی اجازت حاصل کر لے۔ پھر اس کے بعد جو کارروائی ہو گی وہ کرے گا اس لئے اب وہ بیڈ پر بیٹھا شدت سے ڈاکٹر صدیقی کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ڈاکٹر صدیقی اندر داخل ہوئے لیکن عمران ان کا ستا ہوا چہرہ دیکھ کر چونک پڑا۔

"کیا ہوا ڈاکٹر صاحب۔ آپ کی یہ حالت ہے"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ بس مسلسل کام کی وجہ سے تھک گیا ہوں۔ تمہیں اب ہوش میں اس لئے لایا گیا ہے کہ اب تم فٹ ہو۔ اگر تمہیں بے ہوش نہ رکھا جاتا تو تم نے یہاں سے جانے کی ضد کرنی تھی اور اس بار بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی ہے اس لئے تم بچ گئے ہو۔ گولیوں نے دل کو چھو ہی لیا تھا"...... ڈاکٹر صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دل کو نہیں دل کے خالی کیبن کو چھوا ہو گا گولیوں نے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خالی کیبن۔ کیا مطلب"...... ڈاکٹر صدیقی نے چونک کر کہا۔

"دل تو جس کا تھا اس کے پاس چلا گیا۔ اب تو خالی کیبن ہی رہ گیا ہوگا"....... عمران نے کہا تو ڈاکٹر صدیقی بے اختیار ہنس پڑے۔

"بہرحال اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا ہے۔ اور ہاں۔ ٹائیگر بھی اب ٹھیک ہو گیا ہے۔ اسے بھی آج ہی رخصت مل جائے گی لیکن یہ بتاؤ کہ کیا سیکرٹ سروس پر گردش کے دن آ گئے ہیں"....... ڈاکٹر صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"گردش کے دن۔ کیا مطلب"....... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"تمہاری ٹیم کے کئی ساتھی اس وقت ہسپتال میں ہیں۔ پہلے کبھی اتنی تعداد میں تمہارے ساتھی یہاں داخل نہیں ہوئے"۔ ڈاکٹر صدیقی نے کہا تو عمران اچھل پڑا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ کون ہے ہسپتال میں۔ کیا ہوا ہے"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ٹائیگر اور تمہارے بعد نعمانی، خاور کو انتہائی شدید زخمی حالت میں کار میں ڈال کر لایا۔ خاور کی حالت انتہائی تشویشناک تھی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا۔ اس کے بعد کل شام اللہ تعالیٰ نے پھر اپنی خاص رحمت کی۔ میں اپنے آفس میں موجود تھا کہ جنرل ہسپتال کے شعبہ حادثات سے میرا ایک شاگرد جو پہلے یہاں میرے ساتھ کام کرتا رہا ہے موجود تھا۔ اس نے مجھے فون کر کے بتایا کہ یہاں تین انتہائی شدید زخمی افراد لائے گئے ہیں جو ایک مکان کے ملبے سے نکلے ہیں۔ ان کی حالت انتہائی تشویشناک ہے۔ ان میں سے ایک کا نام

اس نے صدیقی بتایا۔ اس نے بتایا کہ وہ میرے آفس میں اس سے مل چکا ہے اور ہم دونوں کے درمیان ایک ہی نام پر خاصی دیر لطیفہ بازی ہوتی رہی تھی جس کی وجہ سے اسے صدیقی کے بارے میں یاد رہا تھا۔ میں یہ سن کر بے حد پریشان ہوا۔ پھر میں ایمبولینس اور ڈاکٹرز لے کر فوری جنرل ہسپتال پہنچا تو وہاں نہ صرف صدیقی بلکہ نعمانی اور چوہان بھی انتہائی تشویشناک حالت میں پڑے نظر آئے۔ میں نے فوراً انہیں یہاں سپیشل ہسپتال منتقل کرنے کے انتظامات کئے اور پھر یہاں لا کر میں نے ان کو ٹریٹ کیا۔ رات گئے ان کی حالت سنبھل گئی اور وہ خطرے سے باہر آ گئے اس لئے میں نے کہا کہ کیا سیکرٹ سروس پر گردش کے دن آ گئے ہیں کہ اس وقت پانچ آدمی یہاں زیر علاج ہیں"....... ڈاکٹر صدیقی نے کہا تو عمران کی حالت دیکھنے والی تھی۔

"کیا یہ سب ہوش میں ہیں"....... عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں"....... ڈاکٹر صدیقی نے چونک کر کہا۔

"کیا میں ان سے مل سکتا ہوں"....... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے ان سب کو سوائے ٹائیگر اور تمہارے ایک ہی ہال میں رکھا ہوا ہے"....... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

"تو ڈاکٹر صاحب پلیز میرا لباس بھجوا دیں اور ٹائیگر کو بھی وہاں بھجوا دیں"....... عمران نے کہا۔

"میں ابھی لباس بھجواتا ہوں اور ٹائیگر کو بھی لباس تبدیل کرا کر

اس ہال میں بھجواتا ہوں ۔ ویسے فکر کی کوئی بات نہیں ۔ اب سب ٹھیک ہیں"...... ڈاکٹر صدیقی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

" یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے ۔ اس کا لاکھ لاکھ شکر ہے"...... عمران نے کہا۔

" نعمانی سے میری بات ہوئی تھی ۔ وہ کسی بھکاری مافیا کی بات کر رہا تھا ۔ کیا واقعی ایسا ہے"...... ڈاکٹر صدیقی نے دروازے کی طرف مڑتے مڑتے رک کر کہا۔

" ہاں ۔ اس نے درست بتایا ہے اور یہ سب بھی اس بھکاری مافیا کے لوگوں کا کام ہے کہ ہم اتنی تعداد میں یہاں پہنچ گئے ہیں"...... عمران نے کہا تو ڈاکٹر صدیقی نے حیرت بھرے انداز میں سرہلایا اور پھر مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

" ویری سیڈ ۔ اس کا مطلب ہے کہ مکمل فورسٹارز اس وقت ہسپتال پہنچ چکی ہے ۔ ویری سیڈ"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد ایک آدمی نے ایک بڑا سا پیکٹ لا کر عمران کو دیا تو عمران پیکٹ لے کر ملحقہ باتھ روم میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر آیا تو اس کے جسم پر ہسپتال کے مخصوص لباس کی بجائے دوسرا لباس تھا۔ اسی لمحے ایک ڈاکٹر اندر آیا۔

" آئیے عمران صاحب ۔ میں آپ کو سپیشل ہال تک پہنچا دوں جہاں آپ کے ساتھی موجود ہیں"...... ڈاکٹر نے کہا اور عمران نے

اثبات میں سر ہلا دیا تو ڈاکٹر واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا ۔ عمران اس کے پیچھے تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک بڑے ہال نما کمرے میں داخل ہوا تو وہاں چار بیڈز موجود تھے جن پر خاور، صدیقی، نعمانی اور چوہان موجود تھے ۔ ٹائیگر وہاں پہلے سے موجود تھا۔

" واہ ۔ تو سٹارز ان دونوں ہسپتال میں چمک رہے ہیں"۔ عمران نے اندر داخل ہوتے ہی کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

" شکر کریں کہ سٹارز کی چمک اللہ تعالیٰ کے کرم سے باقی رہ گئی ہے ورنہ فورسٹارز اب تک تاریک ہو چکے ہوتے"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ٹائیگر مبارک ہو ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نئی زندگی دی ہے"۔ عمران نے ٹائیگر کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

" شکریہ باس ۔ آپ کو بھی مبارک ہو ۔ میری وجہ سے آپ بھی نشانہ بن گئے تھے"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے ۔ بہرحال تم اگر جانا چاہو تو جا سکتے ہو ۔ میں ان سٹارز سے چند باتیں کر کے ہی جاؤں گا اور ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں فوری کال کروں ۔ تم فی الحال اپنے ہوٹل میں ہی رہنا"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلایا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے کرسی گھسیٹی اور اس پر بیٹھ گیا۔

"ہاں ۔ اب بتاؤ کہ کیا ہوا ہے ۔ خاور کیسے زخمی ہوا ہے"۔ عمران

نے کہا تو نعمانی نے اسے خاور کے زخمی ہونے اور اسے یہاں تک پہنچانے کی تفصیل بتا دی۔

" اور خود تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا"...... عمران نے کہا تو نعمانی نے اس بارے میں بھی تفصیل بتا دی۔ پھر عمران کے کہنے پر صدیقی نے بھی بڑے استاد سے فون پر بات کرنے سے لے کر کمرے میں پہنچتے ہی خوفناک دھماکوں سے چھت گرنے اور بے ہوش ہو جانے کی تمام تفصیل بتا دی۔

" اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ انتہائی باوسائل اور منظم ہیں ۔ ہم تو انہیں عام سے بدمعاش سمجھ کر ٹریٹ کر رہے تھے لیکن ان لوگوں کا اس طرح نعمانی کو بے ہوش کرنا اور سکرین پر دوسروں کو چیک کرنا بتا رہا ہے کہ یہ لوگ بیگر ز مافیا ہی نہیں ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کے دوسرے بڑے دھندے بھی ہیں ۔ کون ہے یہ بڑا استاد"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" نام تو اس کا مارگو ہے لیکن کہلوا تا بڑا استاد ہے ۔آریا بلڈنگ کا پتہ چلا تھا لیکن اب کہاں ہے یہ معلوم نہیں ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

" تم نے ہوش میں آنے کے بعد چیف کو اطلاع دی ہے"۔ عمران نے کہا۔

" ہم سے پہلے ڈاکٹر صدیقی چیف کو اطلاع دے چکے تھے ۔ پھر چیف کی کال آئی میں تو ڈر رہا تھا کہ فورسٹارز کی ناکامی کے بعد کہیں

چیف ہمیں موت کی سزا نہ دے دے لیکن چیف نے الٹا ہمیں شاباش دی کہ ہم نے اس خوفناک اور منظم گروہ کے خلاف جان توڑ جدوجہد کی ہے اور یقین کریں عمران صاحب چیف کے ان فقروں نے ہمیں نئی زندگی عطا کر دی"...... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

" چیف کا سارا غصہ مجھ پر نکلتا ہے ۔اپنی ٹیم کے اراکین کو وہ کچھ نہیں کہتا ۔ تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو اب تک کئی زبانی اور عملی دھمکیوں کا شکار ہو چکا ہوتا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔

" عمران صاحب ۔چیف جتنی قدر آپ کی کرتا ہے اتنی اور کسی کی نہیں کرتا"...... خاور نے کہا۔

" خاک کرتا ہے ۔چیک پر رقم لکھتے ہوئے اس کے قلم میں سیاہی ختم ہو جاتی ہے"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا تو ہال بے اختیار قہقہوں سے گونج اٹھا ۔ اسی لمحے ڈاکٹر صدیقی اندر داخل ہوئے۔

" واہ ۔ خوب گپ شپ ہو رہی ہے ۔ ماشاء اللہ "...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا ۔ ان کے پیچھے ان کی پوری ٹیم تھی اور پھر ان کے چیک اپ کا سلسلہ شروع ہو گیا تو عمران اٹھ کھڑا ہوا۔

" مجھے اجازت دیجئے ڈاکٹر صاحب اور ان کا خیال رکھیئے گا ۔ہو سکتا ہے کہ ان پر دوبارہ حملہ ہو جائے"...... عمران نے کہا۔

"یہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ بے فکر رہو"....... ڈاکٹر صدیقی نے کہا تو عمران انہیں سلام کر کے ہال سے باہر آگیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ٹیکسی میں سوار دانش منزل کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا لیکن اس نے دانش منزل سے کافی پہلے ٹیکسی چھوڑ دی اور ٹیکسی آگے بڑھ جانے کے بعد وہ پیدل چلتا ہوا دانش منزل پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آپریشن روم میں داخل ہو رہا تھا۔

"اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہو گیا ہے آپ پر"....... سلام دعا کے بعد بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے۔ تم سناؤ اس بیگرز مافیا کا کیا ہوا جس نے پوری تنظیم کو ہسپتال پہنچا دیا ہے"....... عمران نے کہا۔

"صدیقی سے تفصیلات ملنے کے بعد میں نے اس بڑے استاد کی تلاش کا حکم جولیا کو دے دیا تھا لیکن ابھی تک اس کی طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ملی"....... بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم نے انہیں کیا ہدایات دی تھیں"....... عمران نے کہا۔

"آریا بلڈنگ کے بارے میں بتانے کے ساتھ ساتھ میں نے انہیں بتایا کہ وہ بڑے استاد مار گو کے بارے میں تفصیلات حاصل کریں"....... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو"....... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"سلطان بول رہا ہوں۔ عمران ہے یہاں"....... دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"نہ بھی ہوتا تب بھی حکم سلطان کی تعمیل میں حاضر کر دیا جاتا"....... عمران نے اس بار اپنے اصل لہجے میں کہا۔

"پہلے تو اپنی صحت یابی پر مبارک باد قبول کرو۔ میں تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے بارے میں روزانہ ڈاکٹر صدیقی سے پوچھتا رہتا تھا۔ اب بھی میں نے انہیں فون کیا تو انہوں نے بتایا کہ تم ہسپتال سے رخصت لے چکے ہو۔ میں نے تمہارے فلیٹ پر فون کیا تو کسی نے فون اٹنڈ نہ کیا اس لئے اب یہاں فون کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہو گیا ہے"....... سر سلطان نے کہا۔

"یہ سب آپ کی محبت ہے سر سلطان کہ ہم سب اس قدر شدید زخمی ہونے کے باوجود بچ جاتے ہیں"....... عمران نے کہا۔

"اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے سب ساتھیوں کو حفظ و امان میں رکھے۔ تم لوگ ہی تو پاکیشیا کا اصل سرمایہ ہو"....... سر سلطان نے بڑے جذباتی سے لہجے میں کہا تو عمران ان کی بے پناہ محبت پر بے اختیار کھل اٹھا۔

"آپ کی دعائیں واقعی بے لوث ہوتی ہیں"....... عمران نے جواب دیا۔

"میں نے اس لئے بھی تمہیں فون کیا ہے کہ طاہر نے مجھے اس

بیگرز مافیا کے بارے میں تفصیل بتائی تھی۔ میں نے اس سلسلے میں جب صدر صاحب سے بات کی تو وہ بھی اس پر بے حد پریشان ہوئے چنانچہ ان کے حکم پر وزارت سماجی بہبود نے پورے ملک میں فقیروں کا سروے شروع کر دیا ہے۔ یہ سروے اخباری نمائندوں کے روپ میں ہو گا تاکہ فقیروں اور ان کے گرگوں میں خوف نہ پھیل جائے۔ ایسی صورت میں انہیں غائب بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح سروے نامکمل رہ جاتا۔ چونکہ صدر صاحب کی خصوصی ہدایت پر بہت بڑے پیمانے پر سروے شروع کیا گیا تھا اس لئے صرف چار روز میں مکمل ہو گیا۔ اس سروے کے مطابق یہ معلوم ہو گیا ہے کہ پاکیشیا میں کتنے بھکاری محتاج ہیں، کتنے معذور ہیں، کتنے بچے ہیں، کتنے نوجوان، کتنے ادھیڑ عمر اور کتنے بوڑھے۔ اسی طرح اس طبقے کی عورتوں کے بارے میں تفصیلی سروے کیا گیا۔ اس سروے میں بھی یہ بات سامنے آئی ہے کہ ان بھکاریوں میں بڑی بڑی فیمیلیز بھی شامل ہیں جو آباؤ اجداد سے یہی کام کرتی ہیں اور اس پوری فیملی کے بچوں سے لے کر بوڑھوں تک سب کا پیشہ بھیک مانگنا ہے اور یہ لوگ اسے اپنی فیملی یا برادری سے نکال دیتے ہیں جو بھیک مانگنے کی بجائے محنت مزدوری یا کوئی اور کام کرنا شروع کر دیتا ہے۔ بہرحال اس سروے سے اصل حقائق جب حکومت کے سامنے آئے تو حکومت چونک پڑی۔ چنانچہ فوری طور پر صدر صاحب نے چند ایسے ماہرین کی کمیٹی بنا دی اور اسے پابند کر دیا کہ وہ دو روز کے اندر ان تمام بھکاریوں کو کارآمد

شہری بنانے کی ایسی تجاویز پیش کرے جو قابل عمل بھی ہوں اور فائدہ مند بھی۔ چنانچہ اس کمیٹی نے اس سروے کو مدنظر رکھتے ہوئے تجاویز پر مبنی جو رپورٹ دی ہے اس کے مطابق بوڑھے بے آسرا لوگوں کے لئے محتاج گھر جنہیں عافیت کدہ کا نام دیا گیا ہے، معذور اور بیمار افراد کے خصوصی علاج کے لئے سماجی ہسپتال، صحت مند عورتوں اور مردوں کو ہنرمند بنانے کے لئے خصوصی سکول، ان کی رہائش کے لئے خصوصی کالونیاں بنائی جائیں گی۔ اب صدر صاحب نے یہ رپورٹ اور سروے دونوں چیف ایکسٹو کے پاس بھیجنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ انہیں چیک کر کے اگر کہیں مناسب ہو تو ان میں ترامیم تجاویز کریں۔ پھر جو رپورٹ اور تجاویز چیف صاحب اوکے کریں گے انہیں ایک قانون کے تحت فوری طور پر لاگو کر دیا جائے گا اور اس سلسلے میں خصوصی ٹاسک فورس وزارت سماجی بہبود کے تحت قائم کی جائے گی جو ان تجاویز پر عملدرآمد کے ساتھ ساتھ رپورٹ دے گی اور ان کے عملدرآمد میں رکاوٹوں اور مشکلات کو دور کرنے کی تجاویز بھی دے گی۔ یہ رپورٹ اور سروے کا پیکٹ میں تمہارے فلیٹ پر بھیج رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ تم اسے جلد از جلد چیک کر کے واپس بھجوا دو گے"....... سرسلطان نے پوری تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود بھی لوگ بھیک مانگیں گے تو ان کا کیا ہو گا"....... عمران نے کہا۔

"ہاں ۔ میں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ ساتھ ہی انسداد گداگری کا انتہائی سخت قانون بنایا جائے گا جس کے تحت بھیک مانگنا سنگین جرم قرار دے دیا جائے گا اور اس کی سزا بھی بے حد سخت ہو گی"۔ سرسلطان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ رپورٹ اور سروے بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے سرسلطان وزارت سماجی بہبود کے حکام نے آپ کے ساتھ اور صدر صاحب کے ساتھ سنگین مذاق کیا ہے"...... عمران نے اس بار انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو سامنے بیٹھا ہوا بلیک زیرو بھی بے اختیار چونک پڑا ۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"کیا ۔ کیا کہہ رہے ہو ۔ کیا تم ہوش میں ہو"...... سرسلطان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"سرسلطان ۔ آپ اور صدر صاحب جیسے درد دل رکھنے والے اعلیٰ حکام دو چار ہی لوگ ہوں گے ۔ آپ نے بلیک زیرو کے فون پر انتہائی دردمندی سے یہ سارا کام کرایا ہے ۔ وہ اپنی جگہ درست ہے لیکن آپ کو یہ نہیں بتایا گیا کہ جو کچھ اس کمیٹی نے رپورٹ میں لکھا ہے اور جو تجاویز دی گئی ہیں وہ سب پہلے سے یہاں موجود ہیں ۔ یہاں عافیت کدوں کے نام سے محکمہ سماجی بہبود کے تحت محتاج گھر قائم ہیں ۔ یہاں پاکیشیا میں ایک عافیت کدے کا دورہ تو میں ذاتی طور پر کر چکا ہوں ۔ وہاں آٹھ بوڑھے اپنی زندگی کے دن گن رہے ہیں ۔ کاغذوں میں تو انہیں روزانہ پھل، گوشت اور اعلیٰ غذائیں دی جاتی

ہیں، ان کے لباس ڈرائی کلینز سے واش کرائے جاتے ہیں، شدید گرمیوں میں ان کے کمروں میں اے سی چلتے ہیں، سردیوں میں انہیں اعلیٰ گرم لباس مہیا کیا جاتا ہے، ان کے کمروں میں گیس اور بجلی کے ہیٹر چلتے ہیں ۔ کاغذوں میں یہ سب کچھ ہوتا ہے لیکن آپ وہاں جا کر دیکھیں تو وہ لوگ انتہائی گندی حالت اور انتہائی میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس انتہائی گندے ماحول میں پڑے زندگی گزار رہے ہیں ۔ اسی طرح محتاج گھر بھی ہیں جہاں معذور اور محتاج لوگوں کو رکھا جاتا ہے ۔ ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ بھی ہیں جہاں غریب لوگوں کو مفت ہنر سکھائے جاتے ہیں تاکہ وہ بھیک مانگنے کی بجائے محنت سے روزی کما سکیں اور معاشرے کے مفید شہری بن سکیں ۔ ہسپتالوں میں بھی علیحدہ شعبے موجود ہیں جہاں ایسے لوگوں کا علاج بھی مفت کیا جاتا ہے ۔ یہ سب کچھ پہلے سے فائلوں میں موجود ہے ۔ مزید کیا کیا جائے گا اور پھر کر بھی لیا جائے تو اس سے کیا ہو گا ۔ ایک دو ماہ تک بڑے زور شور سے کام ہو گا اس کے بعد یہ کام کرپشن اور غبن کا شکار ہو کر پھر اس دھرے پر پہنچ جائے گا جہاں اس وقت پہلے والے ادارے موجود ہیں ۔ پھر ان پر قوم کا سرمایہ ضائع کرنے کا فائدہ ۔ وزارت سماجی بہبود کو آپ اور صدر صاحب کو بتانا چاہئے تھا کہ یہ سب ادارے نہ صرف موجود ہیں بلکہ کام کر رہے ہیں اور قوم کا سرمایہ بے دریغ ان پر خرچ ہو رہا ہے اس کے باوجود پورے ملک میں لاکھوں بھکاری موجود ہیں"...... عمران نے بھی سرسلطان کی طرح

مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

" کیا تم ٹھیک کہہ رہے ہو یا یہ بھی کوئی مذاق ہے"۔ سر سلطان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" نہیں سر سلطان ۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سو فیصد درست ہے ہمارے ملک کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ یہاں کاغذوں اور فائلوں میں سب کچھ ہوتا رہتا ہے لیکن عملی طور پر کچھ نہیں ہوتا"۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" یہ تم نے عجیب بات کی ہے ۔ اگر ایسے ادارے پہلے سے موجود ہیں تو پھر دوبارہ انہیں بنانے کی تجاویز کیوں دی گئی ہیں ۔ کیا کمیٹی میں شریک افراد کو ان کا علم نہ تھا"....... سر سلطان شاید ابھی تک حیرت میں مبتلا تھے۔

" ہو سکتا ہے کہ انہیں معلوم نہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گداگروں کی ایک اور کھیپ تیار کرنے کے لئے ایسی رپورٹ دی گئی ہو"....... عمران نے کہا۔

" گداگروں کی ایک اور کھیپ ۔ کیا مطلب"....... سر سلطان نے چونک کر کہا۔

" ان اداروں کے انچارج جو غریبوں، یتیموں، معذوروں اور کمزور لوگوں کو ملنے والی امداد کھا جاتے ہیں کیا وہ گداگر نہیں ہیں ۔ کیا ضروری ہے کہ گداگر وہی ہوتا ہے جو ہاتھ پھیلائے ۔ جو کمزوروں کے منہ سے نوالہ چھین لیتے ہیں وہ گداگر نہیں ہیں"....... عمران نے

جواب دیا۔

" تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن قانون انسداد گداگری تو بننا چاہیئے"....... سر سلطان نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

" اب میں کیا کہوں ۔ آپ ناراض ہو جائیں گے"....... عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

" کیا مطلب ۔ میں کیوں ناراض ہوں گا"....... سر سلطان نے کہا۔

" سر سلطان ۔ آپ سیکرٹری وزارت خارجہ ہیں ۔ آپ کا تعلق ملک کے خارجہ معاملات سے ہے ۔ یہ قانون پندرہ سولہ سال پہلے بن چکا ہے اور کہاں پر نافذ ہے یہ آپ وزارت قانون سے معلوم کر لیں"۔ عمران نے کہا۔

" نہیں ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قانون موجود ہو اور اس کے باوجود چوکوں اور بازاروں میں لاکھوں گداگر پھرتے ہوں اور پولیس انہیں گرفتار ہی نہ کرے ۔ نہیں ۔ یہ غلط ہے ۔ تم خواہ مخواہ مجھے چکر دے رہے ہو"....... سر سلطان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" آپ کا کیا خیال ہے ۔ کیا پولیس قانون کے مجرموں کو پکڑتی ہے ۔ نہیں جناب ۔ وہ ان لوگوں کو پکڑتی ہے جن سے انہیں کوئی مفاد مل سکے ۔ آپ کو تو معلوم نہیں ہو سکتا آپ اپنے ملازموں، چوکیداروں اور چپڑاسیوں سے پوچھ سکتے ہیں کہ نشہ کرنا جرم ہے لیکن سرعام سڑکوں پر لوگ نشہ کر رہے ہوتے ہیں لیکن پولیس

انہیں دیکھنے کے باوجود کچھ نہیں کہتی بلکہ خود کان دبا کر نکل جاتی ہے اس لئے کہ ان نشہ کرنے والوں سے انہیں کوئی مفاد نہیں مل سکتا اور وہ انہیں جیلوں اور حوالاتوں میں نہیں ڈال سکتے کیونکہ انہیں نشہ مہیا کرنا پڑے گا ورنہ وہ مرجائیں گے اور پولیس کو اپنے خلاف قتل کا مقدمہ بھگتنا پڑے گا۔ اسی طرح پولیس کو ان گداگروں کو پکڑ کر کیا ملنا ہے۔ الٹا انہیں جیب سے کھانا کھلانا پڑے گا اور سرسلطان صاحب قانون کی کتابوں میں سینکڑوں ہزاروں ایسے قوانین موجود ہیں جو باقاعدہ قوانین ہیں اور نافذ ہیں لیکن ان پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ ان کے خلاف کوئی ایجنسی حرکت میں نہیں آتی"۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ میں نہیں مانتا"۔ سرسلطان نے سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ایک قانون بنایا گیا ہے کہ نابالغ افراد کو کوئی دکاندار سگریٹ فروخت نہیں کر سکتا اور ابھی حال ہی میں قانون بنا ہے اور اخبارات میں بھی مسلسل اور بڑے بڑے اشتہارات شائع کئے گئے تھے وزارت صحت کی طرف سے"۔ عمران نے کہا۔

"ہاں۔ مجھے یاد رہے اور یہ بہت اچھا قانون ہے۔ اس طرح نوجوان نسل سگریٹ کی لعنت کا شکار ہونے سے بچ جائے گی"۔ سرسلطان نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"آپ اب سروے کرائیں کہ پولیس نے اس قانون کے تحت کتنے دکانداروں کو پکڑا ہے۔ انہیں عدالتوں سے سزائیں دلوائی ہیں اور اپنے ملازم کے نابالغ لڑکے کو پیسے دے کر بھیج دیں اور اسے کہیں کہ سگریٹ کی ڈبیہ لے آئے پھر دیکھیں دکاندار اسے دیتا ہے یا نہیں"....... عمران نے کہا۔

"تو تمہارا مطلب ہے کہ یہ ساری قانون سازی غلط ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے"....... سرسلطان نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"قانون سازی تو فائدہ مند ہوتی ہے لیکن قانون بنا تو لئے جاتے ہیں مگر ان پر عمل نہیں کرایا جاتا۔ آپ اپنے اس گداگری کے قانون کے تحت پولیس کے اعلیٰ افسر کو کہہ دیں کہ اب اگر کوئی گداگر نظر آیا تو اسے چوک پر پھانسی دے دی جائے گی اور پھر واقعی ایک دو کو پھانسی دے دیں۔ پھر آپ دیکھیں کہ کیسے عمل نہیں ہوتا۔ ہمارے اعلیٰ حکام اپنے کاموں میں لگ جاتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ کوئی قانون بھی بنا تھا اور اس پر عمل بھی کرنا ہے اور عام پولیس تو ظاہر ہے وہی کام کرتی ہے جس سے اسے مفادات ملتے ہیں"۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چلو۔ یہ سب غلط سہی لیکن ان گداگروں کے لئے جو کالونیاں بنانے کی تجویز ہے اس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو"....... سرسلطان نے کہا۔

" ضرور بنائیں لیکن یہ لوگ جو خانہ بدوش ہیں یہ انہیں فروخت کر کے پھر خانہ بدوشی شروع کر دیں گے۔ ویسے آپ کو تو معلوم ہے کہ پاکیشیا میں کتنے فیصد لوگوں کے پاس اپنا ذاتی گھر نہیں ہے"....... عمران نے کہا۔

" نہیں۔ مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے"....... سر سلطان نے کہا۔

" میں کچھ عرصہ پہلے ایک سروے رپورٹ پڑھ رہا تھا۔ اس کے مطابق چھیاسی فیصد پاکیشیائیوں کے پاس ذاتی رہائش نہیں ہے۔ صرف چودہ فیصد پاکیشیائیوں کے پاس ذاتی گھر ہیں۔ اس کی وجہ سروے میں بتائی گئی تھی۔ ملک میں ہر سال پانچ لاکھ ستر ہزار مزید گھروں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن صرف تین لاکھ گھر تعمیر ہوتے ہیں اسی طرح سالانہ دو لاکھ ستر ہزار گھروں کی قلت میں اضافہ ہو جاتا ہے اس کی بڑی وجہ بھی سروے میں بتائی گئی تھی کہ پاکیشیا کی اکیاسی فیصد فیملیوں کی ماہانہ آمدنی اتنی کم ہے کہ وہ مکان بنانے یا تعمیر شدہ مکان خریدنے کے متحمل ہی نہیں ہو سکتے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ میرے پاس ذاتی گھر نہیں ہے۔ میں بھی مانگے کے فلیٹ میں رہتا ہوں"....... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔

" تم نے اتنی ہولناک باتیں کی ہیں عمران کہ شاید اب مجھے فکر سے نیند ہی نہ آئے۔ اگر ہمارے ملک کے عوام کے یہ حالات ہیں تو یہ ہمارے لئے انتہائی باعث شرم ہے۔ بہرحال اب تم بتاؤ کہ ان گداگروں کے بارے میں کیا کیا جائے"....... سر سلطان نے کہا۔

" جو تجاویز ہیں ان پر عمل کرائیں۔ پہلے سے جو کچھ موجود ہے اسے بھی درست کرائیے لیکن ان کی باقاعدہ اور مستقل نگرانی کرائیے۔ پھر تو ٹھیک ہے ورنہ سوائے وقت اور رقم کے ضیاع کے اور کوئی فائدہ نہیں ہوگا"....... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ اب ایسا ہی ہوگا"....... سر سلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

" آپ نے سر سلطان کو خوفزدہ کر دیا ہے"....... بلیک زیرو نے کہا۔

" سر سلطان کے دل میں تو پھر بھی خدا کا خوف اور قوم و ملک کا درد موجود ہے لیکن ہمارے اعلیٰ حکام کی اکثریت ہوس زر اور ہوس اقتدار کی دلدل میں سر تا پاؤں ڈوبی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم جیسے لوگوں کی انتہائی سخت محنت کے باوجود ملک ویسے کا ویسا ہی ترقی پذیر ہے۔ اب تک ترقی یافتہ نہیں بن سکا"....... عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

" ایکسٹو"....... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

" جولیا بول رہی ہوں باس"....... دوسری طرف سے جولیا کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

" یس۔ کیا رپورٹ ہے"....... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"صفدر اور تنویر دونوں کو کناری محلے میں گولیاں ماری گئی ہیں اور انہیں شدید زخمی حالت میں سپیشل ہسپتال پہنچا دیا گیا ہے۔ مجھے ابھی کیپٹن شکیل نے کال کر کے رپورٹ دی ہے۔ اس کے مطابق وہ تینوں بڑے استاد کا کھوج لگاتے ہوئے گاڑی بازار پہنچے اور پھر وہ ایک مکان میں داخل ہوئے ہی تھے کہ ان پر اچانک فائر کھول دیا گیا جس سے صفدر اور تنویر دونوں زخمی ہو کر گر گئے۔ کیپٹن شکیل نے جوابی فائرنگ کر کے فائر کرنے والے دونوں آدمیوں کو گرا دیا اور پھر صفدر اور تنویر کو لوگوں کی مدد سے گاڑی میں ڈال کر سپیشل ہسپتال پہنچایا جہاں ڈاکٹر صدیقی اور ان کے ساتھی ڈاکٹروں نے فوری طور پر ان کے آپریشن کئے اور اب ان کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ پھر صفدر نے مجھے ہسپتال سے کال کیا ہے"۔ دوسری طرف سے جولیا نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"کیپٹن شکیل اس وقت کہاں ہے"...... عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"وہ سپیشل ہسپتال میں موجود ہے"...... جولیا نے جواب دیا۔

"تم اسے ڈاکٹر صدیقی کے ذریعے کال کر کے اپنے فلیٹ پر بلاؤ۔ عمران اور ٹائیگر دونوں ٹھیک ہو کر ہسپتال سے ڈسچارج ہو چکے ہیں میں عمران کو ٹریس کر کے اسے تمہارے فلیٹ پر بھجواتا ہوں وہ تم دونوں کے ساتھ مل کر اب اس مشن پر کام کرے گا"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"یہ تو عجیب مشن ثابت ہو رہا ہے۔ ایک ایک کر کے پوری سیکرٹ سروس ہسپتال پہنچ رہی ہے"...... بلیک زیرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"اصل میں یہ مشن نچلے طبقے کے بدمعاشوں کے خلاف ہے اور یہ لوگ بغیر کسی منصوبہ بندی کے اچانک کسی بھی جگہ کسی پر بھی فائر کھول دینے کے عادی ہوتے ہیں"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ صفدر اور تنویر کے بارے میں رپورٹ ملنے پر اس کا چہرہ پتھر کی طرح سخت ہو گیا تھا۔

"آپ بحیثیت ایکسٹو ڈاکٹر صدیقی کو کال کر کے وہاں سے کیپٹن شکیل کو احکامات دے دیتے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"یہ رپورٹ ملنے کے بعد کہ اب صفدر اور تنویر دونوں کی حالت خطرے سے باہر ہے فوری طور پر وہاں فون کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور ڈاکٹر صدیقی اب خود رپورٹ دے گا"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

بڑا استاد اپنے خاص آفس نما کمرے میں صوفے پر بیٹھا شراب پینے میں مصروف تھا۔ اس نے چونکہ خود جنرل ہسپتال فون کر کے تسلی کر لی تھی کہ کناری محلے میں واگا ہاؤس کے بلاسٹ کرنے سے تینوں افراد ہسپتال پہنچنے تک ہلاک ہو چکے ہیں اس لئے اب وہ پوری طرح مطمئن نظر آ رہا تھا۔ وہ بیٹھا کچھ دیر تک شراب پیتا رہا پھر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" یس "....... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجہ غیر ملکی تھا۔

" میں پاکیشیا کے دارالحکومت سے مارگو بول رہا ہوں۔ سیٹھ صاحب سے بات کرائیں"....... بڑے استاد نے کہا۔

" ہولڈ کریں "....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" ہیلو۔ سیٹھ ارشاد بول رہا ہوں"....... تھوڑی دیر بعد سیٹھ ارشاد کی آواز سنائی دی۔

" بڑا استاد بول رہا ہوں جناب عالی "....... بڑے استاد نے انتہائی منمناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" ہاں۔ کیا ہوا ہے۔ کوئی خاص بات"....... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

" جناب عالی کے حکم پر میں نے دشمنوں کا مکمل صفایا کر دیا ہے اور جناب عالی ہمارے گروپ کے لوگ بھی مارے گئے ہیں"۔ بڑے استاد نے اسی طرح انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" کیا مطلب۔ کیا آمنے سامنے فائٹ ہوئی ہے"....... سیٹھ ارشاد نے چونک کر پوچھا۔

" اوہ۔ نہیں جناب عالی۔ ہمارے بھکاریوں والے دونوں گروپس کے بڑے سردار ہاشو اور استاد کالو آپس میں لڑ پڑے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں اپنے اپنے خاص ساتھیوں سمیت ہلاک ہو گئے ہیں اور میں نے دونوں گروپوں کو اکٹھا کر کے اپنے نائب ابراہیم کے ذمے لگا دیا ہے۔ وہ اکیلا ہی ان دونوں سے زیادہ تیز اور مستعد ہے۔ وہ ان دونوں کو آسانی سے سنبھال لے گا اور آمدنی بھی میں بھی اضافہ کرے گا۔ میں نے دونوں گروپس کے فقیروں کے ٹھکانے بھی بدل دینے کا حکم دے دیا ہے تاکہ حکومتی لوگ پیچھے ہٹ جائیں جناب عالی"....... بڑے استاد نے کہا۔

" صفایا کس کا کیا ہے تم نے"....... سیٹھ ارشاد نے پوچھا۔

" جناب عالی۔ حکومت کے لوگ آریا بلڈنگ والے بڑے اڈے

میں داخل ہو گئے تھے ۔ ان کی تعداد تین تھی ۔ میں نے انہیں وہاں بے ہوش کرا کے واگا ہاؤس پہنچوا دیا ۔ پھر ان سے ضروری پوچھ گچھ کے بعد اس واگا ہاؤس کو بھی بلاسٹ کرا دیا ۔ اس طرح یہ تینوں قدرتی موت مر گئے ۔ اس طرح ہم پر شک بھی نہیں پڑے گا اور ان کا بھی صفایا ہو گیا ۔ ان کے دو آدمیوں کو پہلے سردار ہاشو نے مروا دیا تھا ایک اور بھی زخمی ہو کر ہسپتال میں لایا گیا تھا ۔ اس طرح ان کے چھ آدمی مارے جا چکے ہیں اور اب ان کی طرف سے کوئی آدمی سامنے نہیں آ رہا"....... بڑے استاد نے کہا۔

" یہ تم نے بہت اچھا کیا ہے بڑے استاد کہ اپنے کسی آدمی کو سامنے لائے بغیر ان کا صفایا کر دیا ہے ۔ بہت خوب ۔ تمہاری یہی کارروائی مجھے پسند ہے ۔ بہرحال اب یہ معاملہ تو ختم ہو گیا ۔ اب نئے اڈے بھی تلاش کرو اور دیہاتوں سے نئی عورتیں، بچے اور مردوں کو بھی ۔ فقیروں کی تعداد میں اضافہ کرو تا کہ ہماری آمدنی میں مزید اضافہ ہو سکے "....... سیٹھ ارشاد نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

" جناب عالی کے حکم کی تعمیل ہو گی ۔ جناب عالی ایکریمیا سے کب تشریف لا رہے ہیں"....... بڑے استاد نے کہا۔

" میں سوچ رہا تھا کہ تمہیں فون کر کے تم سے رپورٹ لوں ۔ اب تم نے خود کال کر کے مجھے اطمینان دلا دیا ہے ۔ اب میں کل ہی واپس آ رہا ہوں "....... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

" آپ بے فکر ہو کر آ جائیں جناب عالی"....... بڑے استاد نے

کہا۔

" میں نے کیا فکر کرنی ہے ۔ میں تو تمہارے اور تمہارے آدمیوں کے بارے میں کہہ رہا تھا ۔ میری طرف تو کوئی ٹیڑھی آنکھ کر کے بھی نہیں دیکھ سکتا ۔ بہرحال میں کل آ رہا ہوں"....... سیٹھ ارشاد نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

" آپ نے درست فرمایا جناب عالی"....... بڑے استاد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے رسیور رکھ دیئے جانے پر اس نے بھی رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر میز پر رکھا ہوا شراب کا گلاس اٹھا کر چسکیاں لینا شروع کر دیں ۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

" بڑا استاد بول رہا ہوں"....... بڑے استاد نے کہا۔

" کناری محلے سے گامو بول رہا ہوں بڑے استاد"....... ایک مردانہ آواز سنائی دی ۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

" ہاں بولو ۔ کیا بات ہے"....... بڑے استاد نے چونک کر کہا کیونکہ کناری محلے والا اڈا اس کی خفیہ رہائش گاہ تھی اور گامو اس کا انچارج تھا۔

" بڑے استاد ۔ میں بوریا بازار ایک کام سے گیا ہوا تھا ۔ اڈے پر قاسم اور جلال تھے ۔ اچانک تین آدمی اس اڈے میں گھس آئے جس پر قاسم اور جلال نے ان پر فائر کھول دیا ۔ ان میں سے دو آدمی تو ہلاک ہو گئے البتہ تیسرے آدمی نے جوابی فائر کر کے قاسم اور جلال

کو ہلاک کر دیا اور اپنے دونوں آدمیوں کی لاشیں اٹھا کر کار میں چلا گیا ۔ مجھے اطلاع ملی تو میں واپس آیا اور میں نے قاسم اور جلال کی لاشیں فوری طور پر ٹھکانے لگا دیں ۔ لوگوں نے پولیس کو اطلاع دی جس پر تھانہ باغ کا انسپکٹر آیا لیکن میں نے اسے رقم دے کر واپس بھجوا دیا ہے"...... گامو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اوہ ۔ کناری محلے والے اڈے پر یہ لوگ کیسے پہنچ گئے ۔ اوہ ۔ یہ کون لوگ تھے"...... بڑے استاد نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

" یہ اجنبی لوگ تھے اور غنڈے اور بدمعاش نہیں لگتے تھے بڑے استاد"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" ہونہہ ۔ اس کا مطلب ہے کہ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں ۔ تم ایسا کرو کہ اس اڈے کو بند کر کے خود لاری اڈے والے پوائنٹ پر منتقل ہو جاؤ ۔ میں بھی رات کو وہیں آؤں گا ۔ پورے اڈے کو مکمل طور پر بند کر دو"...... بڑے استاد نے کہا۔

" جی اچھا بڑے استاد"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو بڑے استاد نے رسیور رکھ دیا۔

" میں خواہ مخواہ سیٹھ ارشاد کو کہہ بیٹھا کہ سرکاری لوگوں کا صفایا کر دیا گیا ہے ۔ یہ تو ابھی باقی ہیں ۔ اب کیا کیا جائے ۔ کس طرح ان سے مستقل پیچھا چھڑایا جائے"...... بڑے استاد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اسے سیٹھ ارشاد کا خیال آ گیا۔

" ہاں ۔ سیٹھ صاحب حکومت کو تہہ ڈال سکتے ہیں ۔ ٹھیک ہے

کل وہ آجائیں میں انہیں بتاؤں گا اور وہ خود ہی اعلیٰ حکام کو کہہ کر ان کو تہہ ڈلوا دیں گے"...... ایک بار پھر اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر گلاس اٹھا کر شراب کی چسکیاں لینا شروع کر دیں۔

عمران نے جولیا کے فلیٹ کی کال بیل کا بٹن پریس کیا۔

" کون ہے "....... ڈور فون سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

" علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) "....... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا تو چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا اور عمران اندر داخل ہو گیا۔

" یہ کیا ہو رہا ہے عمران۔ پوری سیکرٹ سروس ہسپتال پہنچ رہی ہے۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے "....... جولیا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" چیف نے سیکرٹ سروس کی ٹریننگ انتہائی تربیت یافتہ ایجنٹوں اور مجرموں سے مقابلہ کے لئے کی ہے اور مقابلہ میں آگئے ہیں عام سے غنڈے اور بدمعاش اور پھر مسئلہ بھی ایسا ہے کہ ابھی تک ان کے مرکزی بدمعاشوں کا ہی تعین نہیں ہو سکا اس لئے سیکرٹ سروس کے ارکان اندھیرے کے تیروں کا شکار ہو رہے

ہیں "....... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

" تمہیں اور ٹائیگر کو بھی اللہ تعالیٰ نے دوسری زندگی دی ہے۔ پھر اطلاع ملی کہ خاور ہسپتال پہنچ گیا ہے۔ اس کی حالت بھی بے حد خراب تھی اور پھر اطلاع ملی کہ صدیقی، نعمانی اور چوہان بھی شدید زخمی حالت میں ہسپتال پہنچے ہیں اور اب صفدر اور تنویر۔ یہ سلسلہ آخر کب رکے گا "....... جولیا نے انتہائی پریشان سے لہجے میں کہا۔

" جب تک چیف ہسپتال نہیں پہنچے گا "....... عمران نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں جواب دیا تو جولیا بے اختیار اچھل پڑی۔

" چیف۔ کیوں۔ کیا مطلب "....... جولیا نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

" جس طرح بدمعاشوں کا بڑا بدمعاش ابھی تک صحیح سلامت چھپا ہوا بیٹھا ہے اسی طرح سیکرٹ سروس اور فورسٹارز کا چیف باس بھی چھپ کر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے بھی بدمعاش مارے جا رہے ہیں اور یہاں بھی سیکرٹ سروس اور فورسٹارز کے ارکان زخمی ہو رہے ہیں اس لئے جب تک بدمعاشوں کا چیف ختم نہیں ہو گا اس وقت تک یہ سلسلہ نہیں رک سکتا۔ پھر سیکرٹ سروس کا چیف ہسپتال پہنچا دیا جائے تاکہ ادھر سے نہ سہی ادھر سے مشن ختم ہو جائے "۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو جولیا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

" تم نے بدمعاشوں اور چیف کو ایک ہی سمجھ لیا ہے کیوں "۔

جولیا نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" گینگ کا فرق تو ہو سکتا ہے بہرحال چیف تو دونوں ہی ہیں"....... عمران نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کال بیل کی آواز سنائی دی تو جولیا اٹھی اور دیوار میں نصب رسیور کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے دیوار سے لٹکے ہوئے رسیور کو ہک سے نکال کر ایک بٹن دبا دیا۔

" کون ہے باہر"....... جولیا نے کہا۔

" کیپٹن شکیل "....... رسیور سے آواز سنائی دی تو جولیا نے اچھا کہہ کر بٹن آف کیا اور رسیور کو دوبارہ ہک میں لٹکا کر وہ تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی ۔ تھوڑی دیر بعد کیپٹن شکیل ڈرائینگ روم میں داخل ہوا اور اس نے عمران کو سلام کیا اور کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ جولیا شاید کیپٹن شکیل کے انتظار میں تھی اس لئے وہ وہاں بیٹھنے کی بجائے سیدھی کچن کی طرف بڑھ گئی۔

" کیپٹن شکیل ۔ اب تم بتاؤ کہ تم لوگ کناری محلے کیسے پہنچے اور وہاں کے بارے میں کیا اطلاعات تمہیں ملی تھیں اور کس کے ذریعے "....... عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

" عمران صاحب ۔ مختلف علاقوں سے بڑے استاد کے بارے میں پوچھنے کے بعد ہمیں ایک آدمی نے بتایا کہ بڑے استاد نام کا ایک بڑا بدمعاش کناری محلے کے ایک مکان میں آتا جاتا رہتا ہے ۔ اس آدمی کا مکان بھی کناری محلے میں ہی تھا ۔ یہ قدیم شہر کا ایک گنجان آباد قدیمی

محلہ ہے جس میں تقریباً ہر مکان کے باہر دکانیں بنی ہوئی ہیں ۔ تنگ گلیاں ہیں ۔ ہم کناری محلے میں پہنچ گئے اور پھر اس مکان کی نشاندہی بھی ہو گئی ۔ مکان کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا ۔ تنویر نے ڈائریکٹ ایکشن کرنے کا کہا ۔ گو صفدر کا خیال تھا کہ ہمیں پہلے اس مکان کی عقبی طرف کو بھی چیک کر لینا چاہئے لیکن تنویر کی عادت آپ جانتے ہی ہیں ۔ اس نے کہا کہ جب دروازہ کھلا ہوا ہے تو پھر چیکنگ کیا کرنی ہے ۔ چنانچہ وہ زبردستی مکان میں داخل ہونے لگا تو صفدر اور مجھے بھی مجبوراً اس کی پیروی کرنا پڑی ۔ ابھی ہم راہداری سے گزر کر آگے بڑھے ہی تھے کہ اچانک سائیڈ سے فائرنگ ہوئی اور صفدر اور تنویر دونوں نیچے گر پڑے ۔ میں نے فوراً جوابی فائرنگ کی اور وہاں موجود دونوں آدمیوں کو مار گرایا ۔ اس کے بعد میں باہر بھاگا اور ادھر ادھر کے لوگوں کو اکٹھا کر کے زخمی صفدر اور تنویر کو اٹھا کر باہر اپنی کار میں لے آیا ۔ پھر میں نے ان دونوں کو کار میں ڈالا اور سیدھا ہسپتال لے گیا"....... کیپٹن شکیل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا ۔ اس دوران جولیا چائے کی تین پیالیاں ٹرے میں رکھے واپس آ گئی اور اس نے ایک ایک پیالی کیپٹن شکیل اور عمران کے سامنے رکھ کر ایک پیالی اپنے سامنے رکھی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

" شکریہ جولیا "....... عمران نے کہا تو جولیا نے جواب میں صرف سر ہلا دیا۔

" اس مکان کا حدود اربعہ اور تفصیل بتاؤ اور قریب کی دکانوں کے

بارے میں بھی"...... عمران نے کہا تو کیپٹن شکیل نے تفصیل بتانا شروع کر دی۔

"جو دو آدمی وہاں ہلاک ہوئے کیا ان میں ایک بڑا استاد تھا"۔ عمران نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم ۔ویسے وہ عام سے بدمعاش لگتے تھے"۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا تو عمران نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے ۔آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کناری محلہ دیکھا ہوا ہے تم نے"...... عمران نے پوچھا۔

"یس باس ۔دو بار میں وہاں جا چکا ہوں"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"کیوں ۔وہاں کون سا کلب ہے"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"نہیں باس ۔اس محلے میں کافرستان سے آنے والے اسمگلروں کی رہائش کے خفیہ انتظامات کئے جاتے ہیں اس سلسلے میں وہاں جانا پڑا تھا"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"میں تمہیں ایک مکان کا حدود اربعہ بتاتا ہوں ۔اسے اچھی طرح سمجھ لو"...... عمران نے کہا اور پھر کیپٹن شکیل کی بتائی ہوئی تفصیل دوہرا دی۔

"یس باس ۔میں سمجھ گیا ہوں"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اس مکان میں صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر کو معلوم ہوا کہ بیگرز مافیا کا بڑا بدمعاش جسے بڑا استاد کہا جاتا ہے اور جس کا اصل نام مارگو ہے، رہتا ہے ۔وہ تینوں اندر گئے تو ان پر فائرنگ کر دی گئی جس سے صفدر اور تنویر زخمی ہو گئے ۔فائرنگ کرنے والے دو آدمی تھے جنہیں کیپٹن شکیل نے جوابی فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا اور پھر صفدر اور تنویر کو وہاں ارد گرد کے لوگوں کی مدد سے کار میں ڈال کر ہسپتال پہنچایا جہاں اب ان دونوں کی حالت خطرے سے باہر ہے"...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے باس ورنہ اچانک فائرنگ سے کچھ بھی ہو سکتا تھا"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تم فوراً وہاں جاؤ اور تم نے اس بڑے استاد کے بارے میں حتمی سراغ لگانا ہے ۔میں تمہیں زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ دے سکتا ہوں ۔ایک گھنٹے کے اندر اندر تم نے مجھے ٹرانسمیٹر پر کال کرنی ہے اور پھر میں خود وہاں پہنچ کر مزید کارروائی کروں گا ۔میں اب اس سلسلے کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں"...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس ۔میں ایک گھنٹے سے پہلے ہی اس بڑے استاد کا سراغ

لگا لوں گا ۔ وہاں ایسے آدمی موجود ہیں جو مجھے درست بتا سکتے ہیں"...... دوسری طرف سے ٹائیگر نے کہا۔

" اوکے ۔میں تمہاری رپورٹ کا انتظار کروں گا"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

" تمہارے پاس ٹرانسمیٹر ہو گا وہ لے آؤ "...... عمران نے جولیا سے کہا تو جولیا سر ہلاتی ہوئی اٹھی اور اندرونی کمرے سے اس نے ایک مخصوص ساخت کا ٹرانسمیٹر لا کر عمران کے سامنے رکھ دیا ۔ عمران نے اس پر اپنی فریکونسی ایڈجسٹ کی اور پھر اسے آن کر کے اپنے سامنے میز پر رکھ لیا۔اس کے بعد وہ چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔

" عمران صاحب ۔کیا یہ بڑا استاد ہی اس سارے کھیل کے پیچھے ہو گا"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

" فی الحال تو یہی دکھائی دے رہا ہے ۔ یہ ہاتھ آجائے پھر شاید آگے کے بارے میں معلوم ہو سکے"...... عمران نے جواب دیا۔

" عمران ۔کیا اس بڑے استاد کی موت سے فقیروں والا پورے ملک میں پھیلا ہوا سلسلہ ختم ہو جائے گا ۔یہ فقیر کہاں جائیں گے ۔ نئے لوگ ان کے سرپرست نہیں بن جائیں گے"...... جولیا نے کہا۔

" ہاں ۔ تمہاری بات درست ہے ۔یہ پورے ملک میں پھیلا ہوا کاروبار ہے اور یہاں ملک میں بدمعاشوں اور غنڈوں کی بھی کمی نہیں ہے ۔ ہم نہ تو پورے ملک کے غنڈوں کا خاتمہ کر سکتے ہیں اور

نہ ہی پورے ملک میں پھیلے ہوئے ان گداگروں کو سنبھال سکتے ہیں"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تو پھر اس ساری کارروائی کا کیا فائدہ ہو گا"...... جولیا نے کہا۔

" اس سلسلے میں تمہارے چیف نے سر سلطان کے ذمے ساری کارروائی کرنے کی ڈیوٹی لگا دی ہے اور سر سلطان نے صدر صاحب کی خدمت میں رپورٹ پیش کر کے اس سلسلے میں وزارت سماجی بہبود کے ذریعے تمام فقیروں کا سروے کرایا اور پھر انتظامات کئے گئے ہیں کہ بیمار فقیروں کا علاج خصوصی ہسپتالوں میں کرایا جائے گا ۔ نادار اور معذور لوگوں کے لئے فلاحی مراکز اور محتاج خانے قائم کئے جائیں گے ۔اس طرح بڑا تفصیلی کام کیا گیا ہے ۔اب جیسے ہی ہم چیف کو اس مافیا کے خاتمے کی رپورٹ دیں گے وہ سر سلطان کو گرین سگنل دیں گے اور پھر حکومت کی طرف سے پورے ملک میں فوری آپریشن کیا جائے گا اور تمام فقیروں اور گداگروں کو منصوبے کے مطابق ایڈجسٹ کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی انسداد گداگری کا نیا قانون بنایا جائے گا"...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" عمران صاحب ۔ یہ سب کچھ تو پہلے موجود ہے اس کے باوجود گداگروں کی تعداد پورے ملک میں لاکھوں میں ہو چکی ہے اور روز بروز اس میں اضافہ ہو رہا ہے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

" تمہاری بات درست ہے ۔چیف نے جب یہ بات مجھے بتائی تو میں نے بھی یہی بات کی تھی جس پر چیف نے کہا کہ اب معاملات پر

عملدرآمد کے لئے خصوصی ٹاسک فورس بنائی جائے گی اور اس
ٹاسک فورس کی چیکنگ وزارت سماجی بہبود کے سیکرٹری کے ذمے
لگائی جائے گی جو ہر ماہ سرسلطان کو اس بارے میں رپورٹ دینے کا
پابند ہو گا اور سرسلطان ہر ماہ صدر صاحب کو اس کی رپورٹ کریں
گے ۔ اس طرح کم از کم چھ سات ماہ یا سال تک بھی عمل درآمد ہو
جائے تو پھر معاملات میں کافی سدھار آجائے گا"....... عمران نے کہا
اور اس بار کیپٹن شکیل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
" کیا پھر گداگر نظر نہیں آئیں گے"....... جولیا نے چونک کر کہا۔
" گداگر تو نظر نہیں آئیں گے البتہ مجنوؤں کی تعداد بڑھ جائے
گی"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
" مجنوں ۔ کیا مطلب "....... جولیا نے چونک کر کہا۔
" گداگر روپے پیسے کی بھیک مانگتے ہیں جبکہ مجنوں عشق کی
بھیک مانگیں گے اور وہ بھی صرف حسن والوں سے"....... عمران نے
بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیا تو کیپٹن شکیل کے ساتھ ساتھ
جولیا بھی بے اختیار ہنس پڑی ۔ پھر ایک گھنٹہ اسی طرح باتوں میں
گزر گیا اور ایک گھنٹہ گزرنے سے پانچ منٹ پہلے ٹرانسمیٹر سے کال
آنا شروع ہو گئی تو عمران نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔
" ہیلو ۔ ٹائیگر کالنگ ۔ اوور"....... ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔
" یس ۔ عمران اٹنڈنگ یو ۔ کیا رپورٹ ہے ۔ اوور"....... عمران
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" باس ۔ میں نے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق اس
مکان میں مار گو رات کو آکر خفیہ طور پر رہائش رکھتا ہے ۔ اس کا
انچارج ایک آدمی گامو ہے ۔ صفدر صاحب والے واقعہ کے وقت یہ
گامو یہاں موجود نہ تھا ۔ وہ واپس آیا تو اس نے اپنے ساتھیوں کی
لاشیں کہیں غائب کر دیں اور پھر مکان کو بند کر کے خود چلا گیا ۔
اب مکان بند ہے ۔ میں نے مکان کو اندر سے چیک کیا ہے ۔ وہاں
ایک خفیہ تہہ خانہ ہے جس میں باقاعدہ آفس بنایا گیا ہے ۔ یہاں
اس سارے مافیا کے بارے میں باقاعدہ ریکارڈ موجود ہے ۔ میں نے
مزید جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق یہ گامو بس اڈے میں
کسی جگہ چھپا ہوا ہے ۔ اس بارے میں بس اڈے میں ایک ٹرک
اڈے کے مینجر عالی جان کے بارے میں بتایا گیا ہے ۔ وہ گامو کے
بارے میں سب کچھ جانتا ہے ۔ اب آپ حکم دیں تو میں وہاں جا کر
معلومات حاصل کروں ۔ اوور"....... ٹائیگر نے تفصیل سے بات
کرتے ہوئے کہا۔
" اس گامو کا حلیہ وغیرہ معلوم کیا ہے ۔ اوور"....... عمران نے
کہا۔
" یس باس ۔ اوور"....... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔
" تم اس وقت کہاں موجود ہو ۔ اوور"....... عمران نے پوچھا۔
" میں کناری محلے میں ہی ہوں ۔ اوور"....... ٹائیگر نے جواب
دیا۔

" تم بس اڈے پر پہنچو میں وہاں پہنچ رہا ہوں ۔ پھر آگے کارروائی کریں گے ۔ اوور اینڈ آل "....... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

" ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے "....... جولیا نے کہا۔

" نہیں ۔ وہاں جس قسم کے لوگوں کے خلاف جس ٹائپ کی کارروائی ہونی ہے وہاں تمہارا جانا درست نہیں ہے "....... عمران نے سرد لہجے میں جواب دیا تو جولیا نے بغیر کچھ کہے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" رانا ہاؤس "....... رابطہ قائم ہوتے ہی جوزف کی آواز سنائی دی۔

" علی عمران بول رہا ہوں "....... عمران نے کہا۔

" یس باس "....... دوسری طرف سے جوزف کا لہجہ یکلخت انتہائی مؤدبانہ ہو گیا۔

" جوانا سے کہو کہ وہ کار لے کر بس اڈے کے فرسٹ ٹرمینل پر پہنچ جائے ۔ وہاں ایک ایکشن کرنا ہے "....... عمران نے کہا۔

" یس باس "....... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے مزید کچھ کہے بغیر رسیور رکھ دیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا ۔ اس کے اٹھتے ہی کیپٹن شکیل بھی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کی کاریں بس اڈے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھیں۔

ٹائیگر بس اڈے پر پہنچ گیا تو اس نے سوچا کہ جب تک عمران اور اس کے ساتھی وہاں نہیں پہنچتے اسے اس عالی جان کے بارے میں معلومات حاصل کر لینی چاہئیں اس لئے وہ پیدل ہی اس طرف بڑھ گیا جدھر ٹرکوں کے اڈے بنائے گئے تھے ۔ اس نے ایک آدمی سے جب عالی جان کے بارے میں پوچھا تو اس نے ایک بار تو سر سے پیر تک ٹائیگر کو دیکھا۔

" آپ بظاہر تو شریف آدمی لگتے ہیں "....... اس آدمی نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔

" میں بظاہر نہیں حقیقت میں شریف آدمی ہوں لیکن کیا عالی جان سے ملنے سے پہلے شرافت کا باقاعدہ سرٹیفکیٹ لینا پڑتا ہے "۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ آدمی بے اختیار ہنس پڑا۔

" یہ بات نہیں ہے جناب ۔ عالی جان اس پورے علاقے کا بہت

بڑا اور خطرناک بدمعاش اور غنڈہ ہے اور تمام غیر قانونی کام اس کے اڈے میں ہی ہوتا ہے اس لئے کہہ رہا تھا"...... اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ لیکن ہے کہاں وہ اڈا"...... ٹائیگر نے کہا۔

"عالی جان کارگو کا بہت بڑا بورڈ ہے۔ وہ دور سے ہی نظر آجائے گا اور گہرے سرخ رنگ کے بال اور گہرے سرخ رنگ کی بڑی بڑی مونچھیں جس کی بھی نظر آئیں وہ عالی جان ہوگا"...... اس آدمی نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا اور واپس مڑ گیا۔ وہ ایک بس اڈے کی طرف جا رہا تھا جب ٹائیگر نے اسے روک کر اس سے پوچھا تھا۔ وہ اپنے لباس اور انداز سے کسی بس کا ڈرائیور دکھائی دیتا تھا۔ ٹائیگر سر ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور پھر واقعی ٹرک اڈے کے ایریئے میں داخل ہوتے ہی اسے دور سے جہازی سائز کا بورڈ نظر آنے لگا جس پر عالی جان کارگو کے الفاظ موجود تھے۔ وہاں ٹرکوں کا مال بھی ادھر ادھر پڑا ہوا تھا اور ٹرک بھی مسلسل آ جا رہے تھے۔ ٹائیگر ایک سائیڈ سے ہو کر بچتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس اڈے میں پہنچ گیا۔ یہ خاصا بڑا ایریا تھا جس میں بے شمار پیکڈ مال بھرا ہوا تھا جبکہ ایک سائیڈ پر چند کرسیاں اور درمیان میں ایک بڑی سی لیکن پرانی میز تھی۔ کرسیوں پر چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے جن میں سے ایک وہی عالی جان تھا۔ ٹائیگر اس کے بالوں کے رنگ اور مونچھوں کی وجہ سے اسے فوراً پہچان گیا تھا۔ وہ بڑے فاخرانہ انداز میں سگریٹ

کے کش لے رہا تھا اور ساتھ ہی وہ ایک اور آدمی سے باتیں کرنے میں مصروف تھا جبکہ باقی دو آدمی آپس میں باتیں کرنے میں مصروف تھے اور ٹائیگر عالی جان کے ساتھ بیٹھے ہوئے دوسرے آدمی کو دیکھ کر چونک پڑا۔ یہ گامو تھا کیونکہ وہ اس کا حلیہ معلوم کر چکا تھا اس لئے وہ اسے پہچان گیا تھا۔ ویسے وہ اپنے لباس، انداز اور قد و قامت سے بڑا غنڈہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی بھی بڑی بڑی مونچھیں تھیں ٹائیگر انہیں دیکھ کر رکنے کی بجائے آگے بڑھتا چلا گیا کیونکہ اسے علم تھا کہ عمران نے یہاں خود کارروائی کرنی ہے اگر عمران نے اسے کارروائی کرنے کا کہا ہوتا تو وہ خود ہی کارروائی کر گزرتا لیکن اب وہ ایسا نہ کر سکتا تھا اس لئے آگے بڑھ کر وہ ایک لمبا چکر کاٹ کر جب واپس فرسٹ ٹرمینل پر پہنچا تو اس نے وہاں عمران اور کیپٹن شکیل کو کھڑے دیکھا۔ اسی لمحے جوانا بھی ایک طرف سے لمبے لمبے قدم اٹھاتا آتا دکھائی دیا۔ کاریں بھی ظاہر ہے وہ ایک طرف بنی ہوئی پارکنگ میں کھڑی کر کے آئے تھے۔ ٹائیگر کی اپنی کار بھی وہیں پارک تھی۔ ٹائیگر بھی ان کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے عمران اور کیپٹن شکیل کو سلام کیا۔ ادھر جوانا بھی پہنچ گیا اور اس نے بھی عمران کو سلام کیا۔

"تم پہلے آئے تھے۔ کیا اس عالی جان کا پتہ لگایا ہے تم نے"...... عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس۔ وہ اپنے اڈے پر موجود ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ گامو بھی موجود ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے آؤ"....... عمران نے کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ ٹائیگر کے پیچھے عمران، کیپٹن شکیل اور جوانا بھی چل رہے تھے۔

"اوہ۔ بہت بڑا اڈا بنایا ہوا ہے اس نے"....... عمران نے دور سے جہازی سائز کا بورڈ دیکھ کر کہا۔

"سنا ہے کہ اسمگلنگ کا سارا دھندہ اسی اڈے سے ہوتا ہے"۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور ان لوگوں نے کیا کرنا ہے"....... عمران نے کہا۔

"ماسٹر۔ مسئلہ کیا ہے"....... جوانا نے پوچھا تو عمران نے اسے مختصر طور پر بات بتا دی۔

"اوہ ماسٹر۔ یہ تو سنیک کلر کا کیس تھا۔ آپ نے خواہ مخواہ فور سٹارز کے حوالے کر دیا"....... جوانا نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"میں نہیں چاہتا تھا کہ دو سنیک کلرز ہیں وہ بھی ہسپتال پہنچ جائیں"....... عمران نے کہا تو کیپٹن شکیل بے اختیار مسکرا دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس اڈے کے قریب پہنچ گئے۔

"وہ سرخ مونچھوں والا عالی جان اور بھوری مونچھوں والا گامو ہے"....... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ سب ان کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ وہ چاروں آدمی انہیں آتا دیکھ کر بے اختیار چونک پڑے۔ ان کی نظریں جوانا پر جمی ہوئی تھیں۔

"تمہارا نام گامو ہے"....... عمران نے قریب پہنچ کر گامو سے کہا۔

"جی ہاں۔ آپ کون ہیں اور مجھے کیسے جانتے ہیں"....... گامو نے چونک کر کہا۔

"بڑا استاد کہاں ہے"....... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو گامو کے ساتھ ساتھ عالی جان بھی بے اختیار اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا۔ کیا۔ کون ہو تم۔ کیوں پوچھ رہے ہو"....... گامو نے جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور عالی جان نے بھی جیب میں ہاتھ ڈال لیا تھا۔ اس کی مونچھیں آہستہ آہستہ پھڑپھڑانے لگی تھیں۔

"جو پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ"....... عمران نے پہلے سے زیادہ سرد لہجے میں کہا۔

"تم ہو کون۔ پہلے اپنا تعارف کراؤ"....... اس بار عالی جان نے غنڈوں کے سے لہجے میں کہا۔

"خاموش رہو۔ اب اگر تمہاری آواز نکلی تو اس سے پہلے تمہاری جان بھی ساتھ ہی نکل جائے گی"....... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"تم۔ تمہاری یہ جرأت کہ تم عالی جان کے اڈے پر کھڑے ہو کر عالی جان کو دھمکی دو"....... عالی جان نے یکلخت چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا جیکٹ میں موجود ہاتھ تیزی سے باہر آیا ہی تھا کہ یکلخت تڑتڑاہٹ کی تیز آواز کے ساتھ ہی وہ چیختا ہوا اچھل کر پشت کے بل پیچھے موجود کرسی پر جا گرا اور پھر کرسی سمیت نیچے جا گرا۔ یہ فائرنگ جوانا نے کی تھی۔ فائرنگ ہوتے ہی گامو کے علاوہ وہاں

موجود دونوں آدمی اچھل کر ایک طرف کو دوڑتے چلے گئے جبکہ گامو کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو ۔ شاید اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ عالی جان جیسے آدمی پر بھی اس انداز میں فائرنگ ہو سکتی ہے ۔

" ہاں ۔ اب بتاؤ کہاں ہے بڑا استاد"....... عمران نے گامو سے مخاطب ہو کر کہا تو گامو اس طرح چونکا جیسے اسے اچانک ہوش آ گیا ہو ۔ اس نے تیزی سے ہاتھ باہر نکالا ۔ اس کے ہاتھ میں بھی مشین پسٹل تھا لیکن دوسرے لمحے پسٹل اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا یہ ضرب ٹائیگر نے لگائی تھی جبکہ عالی جان دو چار بار پھڑک کر ختم ہو چکا تھا۔

" آخری بار کہہ رہا ہوں ۔ بتاؤ کہاں ہے بڑا استاد"....... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

" مم ۔ مم ۔ مجھے نہیں معلوم"....... گامو نے رک رک کر کہا۔

" جوانا "....... عمران نے جوانا سے کہا تو جوانا کسی عقاب کی طرح گامو پر جھپٹا اور دوسرے لمحے گامو ہوا میں اڑتا ہوا چیخ مار کر ایک دھماکے سے نیچے گرا تو جوانا نے اس کے سینے پر پیر رکھ کر دبا دیا ۔ گامو کی حالت یکلخت خراب ہوتی چلی گئی۔

" بولو ۔ کہاں ہے بڑا استاد ۔ بولو "....... عمران نے آگے بڑھ کر اس کی گردن پر پیر رکھ کر اسے مخصوص انداز میں موڑتے ہوئے کہا جبکہ جوانا نے پیر ہٹا لیا تھا ۔ اس دوران دور سے بہت سے لوگ

ڈرتے ہوئے اس طرف آتے دکھائی دینے لگے ۔

" انہیں روکو "....... عمران نے کہا تو ٹائیگر اور کیپٹن شکیل نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور انہیں رکنے کا اشارہ کیا۔

" خبردار ۔ کوئی آگے نہ آئے ۔ یہاں ملٹری انٹیلی جنس کارروائی کر رہی ہے"....... کیپٹن شکیل نے چیختے ہوئے کہا تو دوڑ کر آتے ہوئے لوگ وہیں رک گئے ۔

" بولو ۔ کہاں ہے بڑا استاد"....... عمران نے دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔

" وہ ۔ وہ اس وقت مہاراجہ محلے والے اڈے میں ہے ۔ میں نے اسے فون کیا تھا"....... گامو نے رک رک کر کہا۔

" کیا نمبر ہے "....... عمران نے کہا تو گامو نے نمبر بتا دیا اور عمران نے پیر کو جھٹکا دے کر موڑ دیا تو گامو کے جسم نے ایک زور دار جھٹکا کھایا اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں بے نور ہوتی چلی گئیں ۔ عمران نے پیر ہٹایا اور پھر مڑ کر اس نے سائیڈ پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا کر گامو کے بتائے ہوئے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے ۔

" بڑا استاد بول رہا ہوں"....... دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی ۔

" رانگ نمبر "....... عمران نے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے ٹون آنے پر دوبارہ نمبر پریس کر دیئے ۔

" انکوائری پلیز"....... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے

نسوانی آواز سنائی دی۔

" ڈپٹی ڈائریکٹر ملٹری انٹیلی جنس بیورو کرنل سلیمان بول رہا ہوں"...... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

" یس سر۔ حکم سر"...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

" فون نمبر نوٹ کرو اور چیک کر کے بتاؤ کہ یہ نمبر کس نام پر اور کس جگہ نصب ہے۔ اچھی طرح چیکنگ کر کے بتاؤ۔ اٹ از سٹیٹ سیکرٹ"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بڑے استاد کا نمبر بتا دیا۔

" یس سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

" ہیلو سر"...... تھوڑی دیر بعد نسوانی آواز سنائی دی۔

" یس "...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

" سر۔ یہ فون نمبر عبدالمنان کے نام پر ہے اور مہاراجہ محلے کے مکان نمبر آٹھ سو آٹھ میں نصب ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" اچھی طرح چیک کیا ہے یا نہیں"...... عمران نے پوچھا۔

" یس سر۔ دو بار چیک کیا ہے"...... آپریٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اب یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں کہ اٹ از سٹیٹ سیکرٹ۔ کوئی لیکج نہیں ہونی چاہئے"...... عمران نے کہا۔

" میں سمجھتی ہوئی سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

" جوانا۔ تم جا کر کار یہاں لے آؤ اور ان دونوں لاشوں کو کار میں ڈال کر لے جاؤ اور کسی ویرانے میں ڈال دینا۔ جلدی کرو"۔ عمران نے کہا تو جوانا دوڑتا ہوا لوگوں کی طرف بڑھ گیا۔ لوگ اسے دیکھ کر سائیڈوں میں ہو گئے۔ اسی لمحے ایک پولیس وین تیزی سے دوڑتی ہوئی ان کی طرف بڑھتی دکھائی دی۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ پولیس وین ان کے قریب آ کر رکی اور ایک انسپکٹر اور دو سپاہی نیچے اترے ہی تھے کہ انسپکٹر عمران کو دیکھ کر چونک پڑا۔

" عمران صاحب آپ۔ ہمیں تو اطلاع ملی تھی کہ یہاں قتل ہو گیا ہے"...... انسپکٹر نے قریب آ کر کہا۔

" تم مجھے جانتے ہو"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" جی ہاں۔ دو سال پہلے ایس پی صاحب نے آپ کا تعارف کرایا تھا کہ آپ سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتے ہیں"...... انسپکٹر نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ تم مجھے جانتے ہو۔ بہرحال یہ سیکرٹ سروس کا نہیں ملٹری انٹیلی جنس کا کام ہے۔ لاشیں ہم نے لے جانی ہیں اس لئے تم نے صرف یہی رپورٹ لکھنی ہے کہ وہاں کوئی لاش نہیں ہے"...... عمران نے کہا۔

" یس سر"...... انسپکٹر نے کہا اور سلام کر کے وہ واپس مڑا اور

جلدی سے وین میں بیٹھ گیا۔سپاہی بھی واپس وین میں بیٹھ گئے اور
پھر وین مڑ کر وہاں اکٹھے ہونے والے لوگوں کی طرف بڑھ گئی ۔
انسپکٹر نے وین سے اتر کر لوگوں سے کچھ کہا تو سب لوگ تیزی سے مڑ
کر ادھر ادھر چلے گئے اور پولیس وین آگے بڑھ گئی۔

عمران آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو حسب عادت
احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

" بیٹھو "...... رسمی سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور خود بھی
اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

" کیا ہوا ہے ۔آپ بے حد سنجیدہ ہیں"...... بلیک زیرو نے
تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

" اس بیگرز مافیا کی پشت پر ایک بڑا نام سامنے آیا ہے اور یہ نام
سن کر مجھے بے حد تکلیف پہنچی ہے کیونکہ میں اسے ذاتی طور پر بھی
جانتا ہوں ۔اس کا نام سیٹھ ارشاد ہے اور وہ بے حد فیاض اور سخی
مشہور ہے اور اس نے کئی یتیم خانے اور محتاج خانے بنوا رکھے ہیں ۔
ایک دو بار میں اس سے مل بھی چکا ہوں"...... عمران نے کہا۔

" سیٹھ ارشاد ۔ ہاں یہ نام تو اکثر اخبارات میں بھی آتا رہا

ہے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

" ہاں ۔ بظاہر یہ سخی اور فیاض آدمی ان فقیروں اور گداگروں کی کمائی کھاتا ہے ۔ تمام بدمعاش اس کے تحت کام کرتے ہیں ۔ بہت وسیع نیٹ ورک ہے ۔ دیہاتوں سے لڑکیاں اغوا کرنا، مردوں اور بچوں کو اغوا کر کے ان کی ٹانگیں اور بازو توڑ کر انہیں معذور کر کے ان سے بھیک منگوانا یہ سارے دھندے اس کی پشت پناہی میں چل رہے تھے"...... عمران نے کہا۔

" کیا یہ سب کچھ اس بڑے استاد نے بتایا ہے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

" ہاں ۔ لیکن پہلے تو مجھے یقین نہ آیا تھا لیکن جب میں نے اس سیٹھ ارشاد کی کوٹھی پر اس کے آفس پر چھاپہ مارا تو سب کچھ سامنے آ گیا ۔ پھر میں نے ڈیڈی کو فون کر کے انہیں جب یہ ساری تفصیل بتائی تو پہلے تو انہیں بھی یقین نہ آیا لیکن پھر جب وہ فیاض کو لے کر خود آئے تو ریکارڈ دیکھ کر انہیں یقین کرنا پڑا اور انہوں نے سیٹھ ارشاد کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا"...... عمران نے کہا۔

" لیکن عمران صاحب ۔ ایسے لوگ قانون کی گرفت سے نکلنے کے راستے بھی جانتے ہیں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

" ہاں ۔ مجھے معلوم ہے لیکن جب یہ جیل میں جائے گا تو پھر اس کی لاش ہی باہر آئے گی"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

" اب ان گداگروں کا کیا ہو گا"...... بلیک زیرو نے کہا۔

" اب مافیا کا تو خاتمہ ہو گیا ہے ۔ اب سر سلطان کو گرین سگنل دینا ہے"...... عمران نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" سیکرٹری ٹو وزارت خارجہ "...... رابطہ قائم ہوتے ہی سر سلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

" ایکسٹو"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

" یس سر ۔ میں بات کراتا ہوں سر"...... دوسری طرف سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

" سلطان بول رہا ہوں جناب"...... چند لمحوں بعد سر سلطان کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

" سر سلطان ۔ بیگرز مافیا کا خاتمہ کر دیا گیا ہے ۔ اب آپ ان گداگروں کو اپنے پلان کے مطابق محتاج خانوں اور دوسرے اداروں میں پہنچانے کے کام کا آغاز کر دیں اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ اب پاکیشیا کی سڑکوں، چوکوں اور بازاروں میں کوئی گداگر نظر نہیں آنا چاہئے"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

" ایسا ہی ہو گا سر ۔ میں نے مکمل پلاننگ کر لی ہے سر"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

" اوکے "...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے بے اختیار اطمینان بھرا طویل سانس لیا۔

"اب آپ بھی اپنے تعارف میں سے لفظ فقیر غائب کر دیں ۔ ایسا نہ ہو کہ سرسلطان کے تحت ٹاسک فورس آپ کو بھی کسی عافیت کدے میں پہنچا دے"...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران اس کی خوبصورت بات پر اپنی عادت کے خلاف بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

ختم شد